ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

دیوان احقر

معہ نظم نوشتہ تقدیر

مثنویات آشوب دہر و اضطراب طبیعت

مصنفہ

مرزا محمد امیر الملک عرف مرزا بلاقی تیموری مسمّٰی تحفۂ احقر

بسعی حاجی نصرت اللہ صاحب سوداگر دہلی
سلمہ اللہ تعالےٰ

سنہ ۱۹۱۹ء

ہلالی پریس دہلی میں فضل حسین کے اہتمام سے چھپا

دیباچہ

حضرات ناظرین! یہ احقر دیباچہ لکھنے پر حیران ہے کہ کیا بیان ہو۔ اگر حمد خدای تعالیٰ جل جلالہ وجل کمالہ ولا الہ غیرہ بیان کروں تو ہر شخص ماہر ہے اور سب پر ظاہر ہے کہ یہ قدرتِ بشر سے باہر ہے کوئی جو کچھ کہے یا کہا یا کہہ رہا ہے وہ اس سے وری بلکہ وری الوری ہے یہ تو یوں رہی اور نعت حضرت سرور کائنات فخر موجودات حبیب کبریا محبوب ورے الورے باعثِ ہژدہ ہزار عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کروں تو وہی مجبوری درپیش ہے کہ ایسے بیحد و بے پایاں کا حبیب کسی کی تعریف کے قبضہ میں کیونکر آسکتا ہے۔ بس محبوب رب العالمین ختمِ رسالت و سردار مرسلین ہونا بڑی تعریف و نعت ہے اور رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا حمد باری تعالیٰ جل و علیٰ شانہ ہے یہ یوں قابو سے گئی۔ ؎

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی　　　خدا سے پوچھئے شان محمد

اب جو خاندانی حالت لکھوں تو جو چیز ہاتھ سے نکل گئی اس کا اب ذکر کیا کرنا مروں کے اوپر کیا مرنا۔ انہیں ایک عالم جانتا ہے کہ قطب السلاطین صاحب قِرآن حضرت امیر تیمور گورگاں۔ طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ سے لیکر حضرت خلدِ مکان خاتم السلاطین مغلیہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ

تک اس خاندان کے ادنی کی بھی کس آب وتاب کیساتھ بسر اوقات ہوتی تھی۔ اور ان کے عیب ہنر تھے اور بڑے بڑے صاحب شان وشوکت رؤسائے باختیار خادم خاص کہنا اور لکھنا اپنے اوپر سنزاوار سمجھتے تھے اور خادم خاص الخاص کی عطا کی تمنا رہتے تھے اور ادہر سے جواب پاتے تھے کہ تم اس قابل نہیں ہو۔ اور حضور پیر و مرشد زادۂ آفاق مدظلہ تعالی القاب انکے ادنی کو لکھتے تھے ہر شخص تاریخدان اس کیفیت سے واقف ہے اور اب یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ انقلاب کی شمشیر نے ایکدم سب آب وتاب شان وشوکت حکومت وغیرہ وغیرہ کو قتل کرکے ٹکڑے اڑا دئے اور بداعمالی کی چھری نے ذبح کرکے سب حالت کو خون کرکے بہا دیا ہنر عیب ہوگئے اگر کوئی ان میں سے اچھے کام بھی کرے تو اس کہنے کے قابل ہو کہ

ع - منہ لگایا نہ بتوں نے تو خدا یاد آیا

اگر کوئی پیٹ بھرنے کو کوئی کام یا مزدوری کرنی سیکھے اور کرے کہ وہ ایک ہنر ہے تو اسکو عیب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ شہزادے ہوکر تارکشی اور اور اور کام کرتے ہیں لکھنا پڑہنا چھوڑ بیٹھے انقلاب کی نقاب انکو یہ نہیں دیکھنے دیتی کہ کسی مدرسے یا مکتب وغیرہ میں کہا کر کیا جائیں اور آکر کیا کہائیں اور بداقبالی یہ یاد نہیں دلاتی کہ یہی جہالت انکو کس نظر سے دکہاتی تھی انکو یہ کہا جاتا تھا کہ امیروں کے بچے ایسی ہی ہوتے ہیں اور آج انکے اچھے کام بھی برائی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ اور جو نمک خواری کے تفاخر کیساتھ دعوے دار تھے۔ وہ حضور اور جناب کی جائے او۔ اور ابے اور تبے سے پیش آتے ہیں اور اسی قابل بتاتے ہیں اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ مثل انکے ہر چیز ہر زمین ہر مکان ہر درخت جو اسوقت عروج اور عزت کے ہوادار پر سوار تہا اب وہ کمال ذلیل و خوار ہے ۔ تم نے نظروں سے گرایا کیا ہمیں پاس کی نظروں سے گری جاتی ہیں ہم

اور ایسی حالت میں یہ کس سے کہیں اور کون سنتا ہے کہ ۔

ع ۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کیونکہ انقلاب اسی کے معنی ہیں کہ ہر چیز برعکس ہو کر صورت دکہائے اور پہلی حالت کسی کو یاد نہ آئے تو اب اس افتخار کی تاک بھی ہاتھ سے چھٹ گئی اور اب انقلاب نے زمین پر گرادیا اور ذلت کے ہاتھوں نے خاک میں ملادیا تو اسکا ذکر کرنا بھی موجب نفرت سامعین ہو تو عجب نہیں تو اسکو بھی چھوڑا اب شاعری کیطرف خیال آیا تو انقلاب کی حکومت سے احقر خطاب پایا تو آخر کس مضمون کو دیباچہ بنایا جائے واقعی امر یہ ہے کہ بعض حضرات مخدوم اور احباب نے مجبور کیا کہ کلام طبع کرایا جائے ہر چند بے لیاقتی اور انجانی کا عذر کیا گیا کہ احقر کچھ لکھا پڑھا نہیں اور شاعری میں جامع العلوم ہونا چاہیئے کہ اس میں سب علوم کا کام پڑتا ہے ۔ شعر میں کبھی کسی سے اصلاح لی نہ کبھی کسی نے دی ۔ عروض میں کبھی دو چار سطریں نہیں دیکھیں ایسے شخص کو شاعری کیا آئے اور اس کی خوبی کہاں سے لائے صرف عقیدت مندی سے بزرگوں کی غزلونپر اس امید پہ مصرعے لگائے کہ خاص حضرات کے کلام میں ملے رہنا باعث نجات ہوگا کیونکہ ۔

ع ۔ ساتھ اچھوں کے برے بھی تو لگے رہتے ہیں

اپنی بے لیاقتی اور انجانی کی پرواہ نہ کر کے جرأت کی اور وہ بعض تضمین وغیرہ کا مضمون کسی اہل دل کی پسند آیا اسنے احقر کو شاعر بنایا مثل ہے کہ گھی بنائے سالن اور بڑی بہو کا نام ۔ غرض کوئی عذر احباب اور مخدوم حضرات کی پسند نہ آیا اور قبول نہ فرمایا نا وسعتی کے عذر کو ایک حضرت نے رد فرمایا کہ ہم اپنا روپیہ صرف کر کے چھپوائیں گے وہ صاحب ایک جوان صالح اور صاحب ہمت مقبول انام حاجی نصرت اللہ صاحب نام ہیں غرض کوئی عذر باقی نہ رہا اور صوفی صافی عالم باعمل جناب مولانا

مولوی کرامت اللہ خانصاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے اشتعال سے ہر ایک کے خیال کو جمایا اور احقر نے اسکو موجب برکت پایا تو جب نصرت اللہ اور کرامت اللہ مددگار ہو تو پھر کیا انکار ہو ترتیب اور تصحیح وغیرہ میں ایک میرے مہربان نے تیار ہو کر بڑی کوشش کی اور سب کلام کی ترتیب اور سرکاپی کو دیکھنا اور صحیح کرنا جو بہت بڑا کام ہے کہ جسکا مجھکو انجام دینا دشوار تھا پورا کیا وہ صاحب خود نوجوان جوشیلی طبیعت اور شعر فہمی سے نسبت حسن خلق کی عادت رکھنے والے میاں محمد غلام نبی امرتسری نام متخلص بہ محسن ہیں۔ کرامت اللہ۔ نصرت اللہ کی امداد میں تیسری مدد غلام نبی ہے کیونکر سرتابی ہوا اور ہو تو وہ کون ہو احقر کو اپنے لیے رکھنے میں وہم آتا ہے اور خدا نہ کرے کیوں ہو کہ احقر نے اسکو منظور کیا۔ اگرچہ سوائے شاعری کے سب معاملات میں اوروں کے کندھے پر ہاتھ رکھکر چلنے کو تیار ہو گیا جب ہی شاعری میں نقصان رہا مگر ان حضرات نے شرمانے نہ دیا۔ اب ناظرین سے التجا ہے کہ عیوب پر نظر نہ فرمائیں اور عذر کو قبول کرکے دعائے خیر و شوق سے یاد فرمائین۔ والتسلیم

احقر العباد محمد امیر الملک عرف مرزا بلاقی المتخلص با احقر

(تیموری)
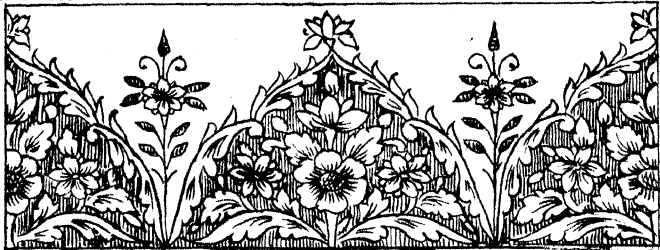
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مندرجۂ ذیل نظم اُس معرکۃ الآرا سوال کا جواب ہی جسکی نوعیت و نزاکت میں کسی کو کلام نہیں۔ ارباب حل و عقد نے اس مصرعہ سوالی کا جواب دیتے ہوئے کہ

"بشر تو ہے اِک کیوں مقدر جدا ہی"

نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا ہی۔ اور ہمیں شک نہیں کہ عقلی و نقلی دلائل سے سائل کی تسلی و تشفی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ لیکن صاحب دیوان فخرِ خاندانِ عہد ماضی کی نشانی جناب شہزادہ محمد امیر الملک میرزا بلاقی صاحب احقر دامت برکاتہم نے اِس سوال کا جواب جس دلنشیں پیرائے میں دیا ہی۔ اور جس پیارے استدلال سے کام لیا ہی۔ اور عُلما نے اُسکو تصدیق کیا ہی۔ وہ صد بار لائق تحسین ہی تحریک نظم کے بانی میرزا صاحب موصوف کے ایک محترم کرم فرما ہیں جن کی خاطر میرزا صاحب کو اپنی خاطر سے زیادہ عزیز ہی۔ ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کو صوفیانہ ذوق و شوق سے اتنی فرصت کہاں ہکہ حال کو چھوڑ کر قال اختیار کریں۔ اِس نظم کا طرز بیان دلکش۔ اردو سیدھی سادی۔ زبان قلعہ معلّٰی کی ٹکسالی ہ امید ہے کہ ناظرین کرام اِسے غایت دلچسپی سے مطالعہ فرمائینگے۔ اور اپنی معلومات میں ایک بیش قیمت اضافہ پائینگے اور اسکے بعد غزلیں تضمینیں وغیرہ ملاحظہ فرمائیں گے ؂

خاکسار حاجی نصرت اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی! تری حمد بے حد ہے جب — تو اُس کی کوئی حد کو پائے گا کب
ہی زیبا تری ذات تجھکو خدا! — بشر کوئی بھی اِسکو پائے گا کیا
وہ سمجھے جو ہو کوئی تیرا نظیر — حکیم و علیم و خبیر و قدیر
ہو ایسا کوئی - یہ تو ممکن نہیں — تو حکمت کو سمجھے ہی ممکن کہیں
خدا وہ ہے جب چاہے جو کچھ کرے — کوئی کچھ سمجھنے کا کیا دم بھرے
کنہ اُس کی کیا کوئی پائے یہاں — بلا سمجھے کیا، اور کیوں، اور کہاں
بھلا اُس کے کرنے میں چون وچرا — اور اُس کے لیئے پھر ہو کیوں اور کیا
ہو جس میں کہ کیا اور کیوں اور کہاں — خدایا! بس اِس عقل سے الاماں
مقدر میں انساں کرے گفتگو — ہے نایاب شئے کی اِسے جستجو
یہ رستہ ملے گا کہیں خیر ہے — قدم اِس میں رکھو تو اندھیر ہے
بجا وہ ہے جو اُس کی تدبیر ہے — وہ موزوں ہے جو جسکی تقدیر ہے
کیا اُس نے جو کچھ وہی ہے بجا — سمجھ کو کسی کی یہاں دخل کیا
جہاں عقل و دانش کی چلتی نہ ہو — وہاں عقل و دانش کو جائے نہ دو
سمجھ میں نہ آئے جو کچھ اُسکی بات — تو سمجھو سمجھ کی ہے کیا کائنات
یہ چون وچرا تو بڑا عیب ہی — نشانی تو ایماں کی لاریب ہی
جو اُس نے کیا ہے وُہ ہی لاکلامٔ — جو فرمائیں شارع علیہ السلام
اُسے ماننا چاہیئے بے دلیلٔ — خلاف اُسکے جو ہو ہی خوار و ذلیل

یہی دین و ایمانِ اسلام ہے / اسی عقل کا نیک انجام ہے

یہی ہے نہ سب کہ سوال آپ کا / بشر ایک ہے کیوں مقدر جدا

سے ہے کارِ خدا میں یہ دخلِ بشر / ذرا سمجھو پہنچے کدھر سے کدھر

یہ ہے انتظامِ خدائے علیم / مگر وہ ہی سمجھے جو ہوگا فہیم

تعلق صفاتی مقدر سے ہی / ہے بہتر سے بھی اور بدتر سے ہی

کیا آپ جس طرح چاہا کیا / ہے مختار ہونے کا یہ مدعا

جسے ہو تمام و کمالِ اختیار / تو طاعت ہر اک کے گلے کا ہی ہار

حکومت میں اپنی جسے ہو کمال / تو پھر این و آں کی کسے ہی مجال

اسی پر ہے فرمانِ عز و جل / کہ یہ ہے کالانعام بل ھم اضل

وہ دیتا ہے اچھوں کو عقلِ سلیم / کہ ہے ذات اُس کی علیم حکیم

جو چاہے کرے شانِ مختار ہے / کسی اور کا دخل ناچار ہے

تقاضائے حکمت یہی ہے ضرور / کہ سب کا جدا طور سے ہو ظہور

اسی واسطے ہے ضرور اختلاف / سمجھ کر چلو تو یہ رستہ ہی صاف

ہر اک شئے کی ہے موجبِ قدر ضد / کسی سے اکیلے کی ملتی ہے ربد

ہر اک شان کا مختلف ہے ظہور / ہر اک آن میں ہے جدا اُس کا نور

مقدر میں سب کے جو ہو ایک بات / جہاں میں نہ ہو پھر ظہورِ صفات

جو یکساں کرے خالقِ بے نظیر / نہ ہو پھر علیٰ کلِّ شیءٍ قدیر

یہی خالقیت کا ہے مدعا / کہ ہر چیز ہو ہر طرح سے جدا

دکھائے سنائے بتائے جدا / کہ دیکھو سنو اور سمجھو ذرا

کہ خالق ہے ہر طرح ہر طور کا / اجارہ نہیں ہے کسی اور کا

نہیں خالقیت کا ہرگز کمال / کہ سب ایک ہو دوسرا ہو محال

نہیں ہے یہ خالق کی قدرت کی شان — کہ پیدا کرے ایکساں سب جہاں
وہ ہر طرح ہر طور مختار ہے — یہی خالقیت کا اظہار ہے
دکھاتی ہے یہ قدرتِ بے نظیر — کہ ہیں ہم عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ
تمہاری سمجھ کو ہوا آج کیا — خدا کو بھی سمجھا ہے محتاج کیا
مقدر نہ ہوتا جو سب کا جُدا — تو دنیا میں ظاہر نہ ہوتا خدا
جو ہر چیز کا یاں نہ ہوتا بدل — عبث ہوتا سارا ہی حکم ازل
یہاں سارے گونگے ہی ہوتے اگر — تو باتیں کہاں تھیں بیاں تھا کدھر
کوئی گونگا کیوں کر کسی کو بتائے — زباں والے کو ڈھونڈنے کون جائے
اگر ہوتا سارا جہاں کور و کر — نہ شب دیکھتا اور نہ سنتا سحر
جیئے آج اور مرنا کل ہو گیا — یہ عالم ہی سارا زٹل ہو گیا
نہ تجہیز ہے اور نہ تکفین ہے — نہ کچھ کفر ہے اور نہ کچھ دین ہے
جو سب گورے ہوتے تو کالا کہاں — ہے کالا تو گورا نہ ہوتا یہاں
جو ہوتے جہاں میں سبھی بادشاہ — تو تھا بادشاہی کا سامان کیا
جو تکلیف دنیا میں ہوتی نہیں — تو راحت کی پھر قدر ہوتی کہیں
ہدایت ہی ہوتی جہاں میں تمام — تو دنیا میں ہوتا مضل کس کا نام
ضلالت نہ ہوتی جو جلوہ نما — تو ہوتی ہدایت کی پھر قدر کیا
زیادہ کوئی اور کوئی کم نہ ہو — تو پھر تو یہ عالم ہی عالم نہ ہو
سبب کیا تھا اس عالم اسباب کا — مسبب کا بھی یاں نہ لگتا پتا
کوئی مظہرِ نام ستار ہے — کوئی سرِ مخفی کا اظہار ہے
ہوئے پیدا اور ہوتے ہی مر گئے — خبر کیا تھی کیوں آئے کیا کر گئے
بُرا ہوتا کوئی نہ اچھا کوئی — نہ جھوٹا کوئی اور نہ سچا کوئی

کہے گر کوئی یہ کہ بدتر ہے کیوں — بدی بھی کسی کا مقدر ہے کیوں
تخیل پہ لاحول پڑھتے رہو — کہو تو موافق نبیؐ کے کہو
صفاتی تجلی ہے عالم تمام — طرح طرح کی ہے یہ تقسیم عام
جو اسم صفاتی ہیں سارے جدا — جدا ہونا مظہر کا ہے مقتضا
اگر اک صفت کو وہ ظاہر کرے — تو پھر دوسری اپنی وہ کیا کرے
تقاضائے قدرت یہی ہے ضرور — کہ ہر شئے کا ہر طرح سے ہو ظہور
ضلالت کے مظہر کا شیطان ہے نام — پیمبر ہدایت کے مظہر تمام
اب اسمائے نے چاہا ظہور صفت — تو کثرت کی جانب ہوئی احدیت
قیاس ان مثالوں پہ کر لو میاں — ہر اک بات ہے انہیں سے عیاں
ہے اسم خدائے تعالےٰ غفور — تو معتوب اسکے لیئے ہو ضرور
اس عالم میں بیدخل ہوکر رہو — کہو تو موافق نبیؐ کے کہو
نبیؐ کون ؟ یعنی رسولِ کریم — نبوّت کے دریا کا دُرِّ یتیم
اُسے حق نے محبوب اپنا کیا — محب بن کے پھر اُنکو کیا کیا دیا
یہ قصہ نیا ہے نہ کچھ ہے عجیب — کہ ہوتا ہے نائب بجائے منیب
جو ہو طور متبوع کا لازمی — وہ ہی لازمی ہوگا تابع کا بھی
نہ کہنا خدا کے برابر کیا — خدا سے ڈرو جی یہ کیا کہہ دیا
خدا پاک ہے وحدہ لاشریک — بشر کیا کوئی اُسکے ہوگا شریک
مگر رتبہ محبوبؐ کو جو دیا — وہ بے انتہا ہے پر اُسکی عطا
وہ اس کا کیا۔ سب کا مختار ہے — وہ بے بہرہ ہے جسکو انکار ہے
سبھی کچھ خدا نے دیا احترام — عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ عَلَیْہِ السَّلَامُ
یہ قصے تو سارے صفاتی ہوئے — یہ سارے کے سارے براتی ہوئے

کہ ذُوالعُلا تو ہے ذات والا صفات
ہے یاں با ہمہ بے ہمہ ایک بات

وہ یکتائی میں اپنی یکتا ہے آپ
وہ اُسکی کُنہ خود سمجھتا ہے آپ

ہماری سمجھ کا یہاں کیا شمار
کہ ہو ایک سے جسمیں دو تین چار

بشر کیا ہے اور ہے سمجھ اُسکی کیا
وہ ہے اس سمجھ سے ورار الورا

وہاں ایک ہی کفر و اسلام ہے
کہ ذات بحت کا یہی کام ہے

خدایا ! تجھے یہ ہی کہنا پڑا
وَرَآءُ الوَرَآء وَرَآءُ الوَرَاء

بس اب تم بھی خاموش اَحقر رہو
سنو سب کی اور کچھ نہ اپنی کہو

تو کچھ بھی تو کہنے کے قابل نہیں
ذرا پہلے خود تو سمجھ لے کہیں

خاکسار امیر الملک احقر دہلوی

تصدیقات

تصدیق منجانب مولٰنا قاری محمد صدیق صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

اَلشَّمْسُ شَمْسٌ وَاِنْ لَّمْ يَرَهُ الضَّرِيْرُ آفتاب تو آفتاب ہی ہے اگرچہ نہ دیکھے تو اوسکو

دستخط

محمد صدیق عفا اللہ عنہ

تصدیق ازجناب مولٰنا مولوی صوفی محمد کرامت اللہ خاں صاحب دہلوی

لِلّٰہِ دَرُّ النَّاظِم - واسطے اللہ تعالے کے ہے خوبی نظم کرنیوالیکی

دستخط

محمد کرامت اللہ عفی عنہ

تصدیق از جناب مولوی محمد عماد الدین صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

علی الخبیر سقطت

(دستخط) محمد عماد الدین الحقہ اللہ تعالیٰ بسلفہ الصالحین

تصدیق از مولانا محمد رکن الدین صاحب نقشبندی الوری

فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین نقشبندی الوری ملتمس ہے کہ حضرت صوفی باصفا افتخار الشعرا یادگار خاندان تیموریہ مد اللہ فیوضہم نے سعی وافر جو اس جواب کی تحریر میں فرمائی ہے وہ بلاشبہ قابل تحسین و شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب ممدوح کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

از جانب مولانا محمد مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری دہلی

تیرا شریک اے مرے مولا جہاں نہیں
تیرے حبیب سا بھی کوئی انس و جاں نہیں

جو چاہے تو کرے کسی طاقت سوال کی
کرتا ہی وہ کہ نقص کا جسمیں نشاں نہیں

حادث کے آئے فہم میں فعل قدیم کیا
دریا سمائے کوزے میں ایسا گماں نہیں

صد آفریں محب جزا دے تجھے خدا
تحسیں میں کیا کروں تری ایسی زباں نہیں

کیا حل کیا ہی مسئلہ یہ فہم عام میں
کس طرح سے کہوں کہ یہ شافی بیاں نہیں

یہ بحر معرفت کے وہ گوہر ہیں گر کوئی
جاں کے عوض بھی لے تو یہ سودا گراں نہیں

پیش فرید اہل معارف وحید دہر
سائل نے کیا سوال کیا جسمیں جاں نہیں

انساں جب ایک ہی تو مقدر جدا ہی کیوں
اسکا جواب اب بھی ہو کچھ عیاں نہیں

ہو کیا مجال عقل کما حقہ انہیں
ادراک کر سکے کہ یہ ایسی جواں نہیں

جو کچھ بتا دے عقل وہی شرع جب کہے
ایسے امور میں بخدا امتحاں نہیں

باتیں تو امتحاں کی وہی ہیں عزیز من
عقل میں جنہیں تری حکمراں نہیں

با اینہمہ یہ بات تو سیدھی سی ہے جناب
سمجھیں اگر اسے تو یہ اندھا کنواں نہیں

جس مرتبہ میں کہتے ہو انساں کو ایک ہی
ہو ایک سے زیادہ مقدر وہاں نہیں

جس جا بتا رہے ہو مقدر جدا جدا
انسان بھی تو ایک وہاں مہرباں نہیں

تفصیل اسکی چاہو تو خاصان حق سے تم
پوچھو۔ بغیر ان کے ہلاؤ زباں نہیں

مظہر صفات حق میں اگر گفتگو کرو
کرنا نہ وہ کہ شرع میں جس کا بیاں نہیں

دستخط

محمد مظہر اللہ غفر لہٗ

از حضرت مولٰنا ابوالقاسم سید احمد صاحب دامت برکاتہ

ھذا الجواب صحیح و منکرہ فضیع ۔ یہ جواب صحیح ہے منکر اوسکا برا ہے

دستخط ابوالقاسم سید احمد عفی عنہ

از جناب مولٰنا ابوالجمیل سید عزیز الرحمن صاحب مدفیوضہ

من اجاب اصاب ۔ جسنے جواب دیا پہنچا وہ مقصود کو

دستخط

ابوالجمیل سید عزیز الرحمن غفرلہ المنان

منجانب فقیر محمد الدین غفرلہٗ ۔ کاتب دیوان ہذا ۔ حضرت مرزا صاحب صوفی ایک صوفی صافی بزرگ ہیں ۔ احمد شاہی خاندان کی یادگار ہیں ۔ ایک مشکل اور دقیق سوال مرزا صاحب کی خدمت میں پیش ہوا ۔ آپنے جس عمدہ پیرایہ میں اسکا جواب دیا ہے وہ آپ کی نظم اور علما کی تصدیقات سے روشن ہے ۔ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کام آپ ہی کا تھا ۔ ع ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔ زیادہ لکھنا بیفائدہ ہے

تصدیق از ابوالحسنات مولوی سید محمد صاحب ناصر دہلوی

(۱)

خدا کی شان ہی بندے خدا کے | ذرا سی دانش و ادراک پا کے
ہوئے جاتے ہیں اپنی حد سے باہر | یہی گویا ہیں ربِ بندہ پرور
کبھی کرتے ہیں تضحیک اولیا کی | اُڑاتے ہیں کبھی بھد انبیا کی
بچا۔ ان کی زباں سے کبریا کب | نہ کوئی دین ہے ان کا نہ مذہب

خدا پر اعتراض انکا عجب ہی
غضب ہی یہ غضب ہی یہ غضب ہی

(۲)

بشر ہی ایک قسمت کیوں جدا ہی | کوئی ہے بادشہ کوئی گدا ہی
کوئی مظلوم ہے ظالم کوئی ہے | نہیں ہے ایک حالت پر کوئی شئے
کسی کے ہاتھ میں ہی تخت اور راج | کوئی نانِ شبینہ کا ہے محتاج
کوئی ہنستا ہے ہر دم کھل کھلا کر | کسی کو زیست ہی دشوار دم بھر
کسی کو مثل بلبل آہ و زاری | کسی کو یادِ گل میں بیقراری
کسی کا اوج پر ہے کارخانہ | کسی کا جان فرسا ہے فسانہ
کوئی ترچھا کوئی بانکا جواں ہے | بڑھاپے سے کوئی مثل کماں ہے
خدا نے اس طرح تقسیم کیوں کی؟ | کوئی اس فرق کا آخر سبب بھی

مناسب تھا مقدر ایک ہوتا
برابر ہر برا۔ اور نیک ہوتا

(۳)

ضروری تھا کوئی عاشق خدا کے — خدا کے واسطے تردید کرتے
تو اُٹھے اک بزرگ پاک طینت — مصفّا قلب اور خوش نیک سیرت

(۴)

خدا جو حضرتِ **مرزا بلاقی** — بنے میخانۂ وحدۃ کے ساقی
پلائے عشق حق کے جام پر جام — مٹائے لوح دل سے نقش اوہام
زباں میں شستگی طرز ادا صاف — جو تھا حکم خدا وہ ہی کہا صاف
مناسب طرز سے تردید لکھی — سمجھ جائے سمجھ ہو جسکو کچھ بھی
دکھائی دینداروں کو حقیقت — سُنایا۔ ہے جو فرمانِ شریعت
نہ سمجھے جو جہنّم اُسکا گھر ہے — یہی برگشتۂ حق کا ثمر ہے

(۵)

یہی اللہ کی ہے عین حکمت — بنائی مختلف ہر اک کی قسمت
جدا ہر اک کی گر قسمت نہ ہوتی — تو دنیا کی جو ہے۔ حالت نہوتی
بنا دیتا خدا۔ گر سب کو انساں — نہ ہوتے دہر میں پیدا یہ حیواں
جو ہوتے تو وہی الزام ہوتا — جدا مخلوق کا کیوں ہے نصیبہ

یہی ہے مصلحت ناصر خدا کی
سزا ہو گی۔ اگر چون و چرا کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

ضعیف و ناتواں کیا دم بھرے مدح سرائی کا
الٰہی! پھر بیاں کیونکر ہو تیری کبریائی کا

ترے لطف و کرم بیحد و بے پایاں ہیں وہ مولا
کہ ملتا ہے سہارا ہر طرف ہمکو بھلائی کا

گنہگاروں کی وہ تجھکو حمایت ہی مرے مولا
وسیلہ کر دیا محبوب کو اُن کی رہائی کا

سنا کر نحن اقرب اور بنا کر احسن التقویم
دیا اپنے کرم سے ہم کو موقع خود نمائی کا

انا الموجود فاطلبنی - وفی انفسکم سنکر
ذریعہ واہ وا کیا مل گیا ہم کو رسائی کا

نہیں کچھ ہم میں اور سب کچھ ہے ہم میں اپنا کہتے ہیں
کرے تو آپ ہی وہ خود کرے دعویٰ خدائی کا

نفخت فیہ من روحی کا خلعت جب ملا ہمکو
تو پھر دعوے غلط کیونکر نہو ہمکو جدائی کا

ملے گر فی الحقیقت ہو کے وہ اسم حقیقت میں
تو مثل آئینہ ہم آپ ہوں آلہ صفائی کا

کیا مخلوق میں اشرف ہوئے محبوب کی امت
ہمیں کیا حوصلہ ہو تیرے احساں کی ادائی کا

شفیع ہمکو عنایت وہ کیا ہی اپنی رحمت سے
کہیں دھبہ بھی لگ سکتا نہیں ہمکو برائی کا

الٰہی! صدقہ محبوبی کا اُس محبوب کی اپنے
ملے احقر کو رتبہ اپنے در پہ جبہ سائی کا

ہمکو ملا ہے ایسا وسیلہ نجات کا
جو باعث ظہور ہوا کائنات ہوا

تعریف تو محال ہے والاصفات کی
کیونکہ وہ ذات پاک ہے آئینہ ذات کا

محبوب رب کا رتبہ سمجھنا محال ہے
آساں ہے گو زباں سے تو کہدینا بات کا

محبوب حق ہے شافع محشر تو عاصیو!
حل ہونا ہمکو سہل ہوا مشکلات کا

یہ وہ نہیں ہے رتبہ کہ ہر ایک جان لے
کچھ سہل تو نہیں ہے سمجھنا نکات کا

فائض ہوا ہے کچھ رخ روشن سے نور بھی
حصہ ملا ہے زلف سے تھوڑا سا رات کا

تھاہ کیا ملے گی مجمع بحرین کی کہ جو
آئینہ ذات کا ہے سفینہ صفات کا

مرتا ہے جو عشق میں احقر حضور کے
ہے جام اسکے ہاتھ میں آب حیات کا

جنس حق است از گرانمایہ خریدار شما
ہست مطلوب خدا بیشک طلبگار شما

مَنْ رَّاٰنِیْ کرد آساں مشکلم رُوْحِیْ فِدَاکَ
دید حق اَلْحَقُّ محقق شد بدیدار شما

یا حبیب اللہ! شد یُحْبِبْکُمُ اللہ شان او
ہر کہ شد قربان و شیدا و گرفتار شما

زان محبوبی تو شان محب گردد عیاں
مظہر ستار شد لاریب اظہار شما

از زبان پاک تو آمد کلام کبریا
آرے آرے گفتہ حق ہست گفتار شما

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ایں شہادت میدہد
یا محب خود یکے بنمود کردار شما

اختیارات تمامی بر تو ظاہر میکند
اسم محبوبی و اسم پاک مختار شما

چشم بد دور از تو اے محبوب رب العالمین
شان محبوبی بہ محبوبی سزاوار شما

حسن و عشق عاشق و معشوق عکس حسن تو
حسن یوسف نیز شد آئینہ بردار شما

تو طبیبی تو شفائی تو دوائی تو علاج
منت عیسی ندارد گاہ بیمار شما

بندۂ تو بادشاہ دو جہان ست اے حبیب
پادشاہی را نمیخواہد پرستار شما

با خرام ناز خود را از دل عاشق بپرس
حشر برپا میکند ہر گاہ رفتار شما

دیدہ ہائے عاصیاں ہستند در آرام خواب
از کرم ہائے فراواں چشم بیدار شما

میسد ہد جاں مُردہ را وزندہ را آبِ حیات
آں محبوبی و خوش اندازِ دلدارِ شما

یا رسول اللہ بر احقر نگاہے از کرم
بر سگانِ کوے تو قرباں گنہگارِ شما

خم تھا نہ مے تھی نہ کوئی جام میخانے میں تھا
چشم ساقی کا اثر ہر ایک مستانے میں تھا

اپنے گھر سے لیکر آیا تھا کہیں سوز و گداز
یہ اثر تیرا ہی سب اے شمع پروانے میں تھا

اُن کو تھا پاسِ حیا اور ہمکو تھا پاسِ ادب
بیحجابی کا تقاضا اُن کے شرمانے میں تھا

برق اک چمکا دکھانیکے لیئے تھی ہر کہیں
گر کے بھی اسکا ٹھکانا میرے کاشانے میں تھا

یاں کے آتے ہیں نزاکت سے نہ اُٹھتا تھا قدم
جانے میں کیا ہو گیا وہ عذر جو آنے میں تھا

ہم تو یوں جیتے ہیں کہ مرتے رہیں تمپر سدا
ورنہ ہمکو عذر کیا اک بار مر جانے میں تھا

اپنے پھندے میں پھنسایا سارے عالم کو غرض
رازِ پیچیدہ یہ تیرا زلف بل کھانے میں تھا

کوئی کیونکر لے گیا انداز تیرے حُسن کا
جو ازل سے ہی ہمارے دل کے پیمانے میں تھا

غیر تھا آہ و فغاں میں میں تمہارے گرد تھا
وہ زمانے میں پڑا تھا اور میں ویرانے میں تھا

دیکھئے اپنے خریداروں سے اب دعویٰ ہو کیا
اک نگہ کے اپنی جان و دل تو بیعانے میں تھا

میں یہ سمجھا تھا مرا دل کچھ نہ سمجھیگا کبھی
کچھ اثر تو خیر ناصح میرے سمجھانے میں تھا

میر اس سنکے اٹھ بیٹھے ہیں سارے مردہ دل
کیا کہیں شور قیامت میرے افسانے میں تھا

گرم ہو کر کچھ تو غیر دل پر گئے وہ بزم سے
غیر سمجھے شعلہ رو آخر کے بھڑکانے میں تھا

تیری یکتائی کا ہرجائی نے چرچا کر دیا
اور ہرجائی نے یکتائی کا کیا کیا کر دیا

ہم تو اس انداز پر مرتے رہینگے عمر بھر
جس نے دل کو کھو دیا اور درد پیدا کر دیا

دردِ الفت اپنا دیکر اے طبیبِ جان و دل
واہ تو نے اپنے دیوانے کو اچھا کر دیا

چُپ کے لگ جانے نے کھولا رازِ پنہانِ عشق
میری خاموشی کو گویاں تو نے گویا کر دیا

میں اچھلتا کودتا شوقِ شہادت میں چلا
زیست نے قاتل کو بھی محو تماشا کر دیا

تن کے اٹھنے میں جو قاتل کی ادائیں تھیں سو تھیں
اور خرامِ ناز نے تو حشر برپا کر دیا

آپ اپنا ہو کے مائل وہ حسیں کہنے لگا
ہم نے اپنے دل کو آحقر اب تری جا کر دیا

تمہیں ہرجائی ہو اور پھر جدا رہنا جدا کرنا
تمہیں زیبا ہے یکتائی کا چرچا جابجا کرنا

تمہارے ہاتھ کے پکڑے ہوئے خوش ہیں قفس میں ہم
جسے آزادگی منظور ہو اُس کو رہا کرنا

تمہیں بحرِ معانی کی صدف میں اسلیئے پالا
کہ تمکو دُر بنانا تھا تمہیں تھا بے بہا کرنا

جگر ہو دل ہو جاں ہو صبر ہو یا خیر سب کچھ ہو
ہمیں تو ہر طرح لازم ہے نذرِ دلربا کرنا

نگاہِ دلربائی سے ہمیں تم دیکھ کر دیکھو
اگر ہم جی بچے تو اور کچھ اس سے سوا کرنا

تو پہلے ایک محبوبی نظر سے مار تو ڈالو
پھر اپنے ناز و انداز و ادا بیٹھے کیا کرنا

قد بالا دکھا کر زلفِ پیچاں بھی دکھا دینا
ہمیں آزاد کر کے پھر گرفتارِ بلا کرنا

نظر ساقی کی ہو مدہوش ہوں اور دورِ مینا ہو
ہمارے واسطے زاہد کرو تو یہ دعا کرنا

جفا سے تم اگر خوش ہو تو ناخوش ہیں وفا سے ہم
جفا کرنا، جفا کرنا، جفا کرنا، جفا کرنا

تمہارے حُسن کی ہو خیر اک جلوہ ادھر کو بھی
فقیروں کی بھی سن لینا بھلا ہوگا بھلا کرنا

ہمارا صاف ہی دل جاں بھی حاضر ہی چلے آؤ
ہماری یہ صفائی یار سے اہلِ صفا کرنا

فراغت بس کہیں اس سے بھی ہو لیں اپنے جیتے جی
خرامِ ناز سے اگر کبھی محشر بپا کرنا

ہماری رات فرقت کی بھی کٹ جاتی ہے ہنس ہنس کر
ہمیں بھاتا نہیں ہے آہ و نالہ نارسا کرنا

ہمارے دل کو عادت ہو گئی ہے ٹکڑے ہونے کی
مزا ہے تمکو جیسے زلف کو اپنی دوتا کرنا

ہمارے دلکو تو لیکر ملا کرتے ہو چٹکی میں
قرار و صبر کو لیکر بتاؤ تو کہ کیا کرنا

ہماری خاک تن کو تو ہوا پر تم اڑاتے ہو
سر و جاں کو مگر تم اپنی خاکِ زیرِ پا کرنا

بدلکر تیوری کیوں زندگی میں جھنجھٹ ڈالے ہیں
فدا سو جان سے ہونے کو ہیں تمکو خفا کرنا

نکلجاؤں گا کپڑے پھاڑ کر بازار کو اک دن
مجھے بے شرم کر دیگا ترا پاس حیا کرنا

تمہارے تیرِ مژگاں سے رہے زخمی دلِ اخگر
یہی مجھ سے تو تو اے چشمِ مست مسیحا کرنا

یہ کیا کہا کہ خدا جا بجا نہیں ملتا
خدا خدا کرو کس جا خدا نہیں ملتا

وہ بحرِ حسن ہے اُن کا کہ تہ نہیں ملتی
تو میرے عشق کا بھی کچھ پتا نہیں ملتا

جہاں میں پھرتے تو ہیں ہم بہت سراسیمہ
ہمارے دل کا مگر مدعا نہیں ملتا

نہ چاہے دل تو مروت سے دلدہی کر دے
ہمیں تو ایسا کوئی دلربا نہیں ملتا

جو دردمند کو ڈھونڈو تو مل بھی سکتا ہے
مگر جہان میں درد آشنا نہیں ملتا

کبھی وہ غیروں میں مجکو بھی یاد کرتے ہیں
جب اُنکو مجھسا کوئی مبتلا نہیں ملتا

وہ لینے بیٹھے ہیں کیا میرے دین و ایماں کو
کوئی جہاں میں اُنہیں پارسا نہیں ملتا

یہ ایک دل تھا وہی تم نے لیلیا دلبر
بس اب ٹھکانا تمنا ہی کا نہیں ملتا

جفا ہے طعنہ ہے دھکے ہیں گھر کی جھڑکی ہے
تمہاری بزم میں عاشق کو کیا نہیں ملتا

ہے عاشقوں کے دماغوں میں نکہتِ جاناں
جبھی تو تجکو پتا اے صبا نہیں ملتا

جو دردِ عشق ملے جاں ہی کے بدلے میں
توسے بھی لو کہیں اخگر بُرا نہیں ملتا

مرنا ہو جس کو تم پہ تو آرامِ جاں سے کیا
عاشق کو الحفیظ سے اور الاماں سے کیا

دل خود نکلکے ہاتھ میں اُنکے چلا گیا
جب دل پہ بس نہیں تو گلہ دلستاں سے کیا

کھل کھیلیں چلکے کوچۂ دلدار میں بس اب
نکلیگا کام شوق کا دردِ نہاں سے کیا

جو دور ہی سے دیکھکے کرتا ہوں جاں نثار
کوچے سے در سے اور اسی پاسباں سے کیا

دل لیکے میرا کھو دیا آنکھوں میں آ بسے
اچھا مکیں سے کام ہے ہمکو مکاں سے کیا

اس سے غرض ہے بے دہن و بے کمر ہی ہو
رخ سے دہن سے زلف سے مو و میاں سے کیا

نشہ سا ہو رہا ہے اسی کے خیال کا
پھر اور کچھ طلب ہمیں پیمانے سے کیا

جسکو غرور حسن ہو اور زور دلبری
تاب و تواں کو اسکی کسی ناتواں سے کیا

اے اہل حسن عشق کو حسن کر بنا رقیب
راز دل اب کہو کہ کہیں رازداں سے کیا

تن کی خبر ہی میری نہ کچھ جان کا پاس ہے
اور اب امید ہو دل نامہرباں سے کیا

تجھکو تو ہے گماں کہ میں عاشق نہیں ترا
مجھکو تو یہ یقیں ہے کسی کے گماں سے کیا

جاں پر بنے کسیکی بنے تم بنے رہو
تم حسن کو سنبھالو تمہیں میری جاں سے کیا

مجھ سے نہیں نہیں ہے مجھے اس سے کام ہے
مجھکو کہیں سے آپکی ہوں اور ہاں سے کیا

مانا ہوا ہے حسن تمہارا جہان میں
سارے جہاں سے پوچھو ہمارے بیاں سے کیا

چپکے ونائی دیں در دولت پہ یار کے
ہوتا ہے درد ہجر کی آہ و فغاں سے کیا

اختر کی جاں بھی لیلو جہاں جا ہو ہر طرح
جاندادہ کو تمہارے کہیں اور کہاں سے کیا

ترے ہی واسطے سر تھا جگر تھا دین و ایماں تھا
نہ ہوتا تو اگر دل میں تو دل بھی تیرے قرباں تھا

وصال دلربا اور میں ہوا تو یوں ہوا ہائے
وہ صاحب خانۂ دل تھا مرا دم کا مہماں تھا

نہ دیتا دین و ایماں میں نہ لیتا وہ تو کیا کرتا
بھلا اسے ناصح ناداں وہ کافر بھی مسلماں تھا

میں بیدل اور وہ کم سن تو فدائے حسن و عشق اب کیا
وہ ناداں اپنے بچپن میں تو میں دانا بھی ناداں تھا

جہاں نہ تھا وہاں ہم تھے حرم اور دیر تم جانو
ہمارا منزل مقصود ناصح کوئے جاناں تھا

اُٹھایا کیوں؟ پڑا تھا تیرے در پر اپنے مطلب سے
دل و جاں ہی سمجھ داں ہیں دل و جاں کا نگہباں تھا

کسی ہرجائی نے میرا ٹھکانا کر دیا ہرجا
جہاں دیکھا وہاں گویا ہمارا یار پنہاں تھا

کہیں بلبل بھی تھی گل بھی تھا سنبل بھی صبا بھی تھی
ابھی کا ذکر ہے میں بھی شریک سیرِ بستاں تھا

وہ حسنِ دلربا کھویا تو کھویا وہ کہاں پھینکا
دل و صبر و تحمل اور جو کچھ میرا ساماں تھا

میں ہی وحشی تھا اک۔ پوچھے تو کوئی خارِ صحرا سے
لپٹنے اور اُلجھنے کو یہ کیا میرا ہی داماں تھا

لیئے پھرتا ہے کوہ و دشت میں اب کون حیرت ہے
کبھی وحشت تھی دامنگیر تو گھر بھی بیاباں تھا

پٹک کر اور جھٹک کر کیوں کیئے ٹکڑے مرے دل کے
تمہارا ہی یہ آخر زخمِ پیکانِ مژگاں تھا

پڑے کہتے تھے صحرا میں کہ حق حقدار کو پہنچا
مرا یہ آبلہ پا حصہ خارِ مغیلاں تھا

بکھر جائے نہ کیونکر دیکھکر تیری صبا تیری
دلِ نازک مرا وابستۂ زلفِ پریشاں تھا

دم اٹکا دُھکدُھکی میں آنکر بس اس تمنا میں
کوئی پوچھے یہ شیدا ہے تمہارا تم کو ہاں تھا

عدو کے پیچھے پیچھے میں پڑا پھرتا نہ کیوں اخگر

کہ اُسکے آگے آگے کوئی میرے دل کا ارماں تھا

بتِ ہرجائی اثر ہے تری ہرجائی کا
ایک جا کیونکر لگے جی ترے شیدائی کا

حضرتِ ضبط کو رخصت ہی فغانکی سیر سے
عشق میں کام نہیں صبر و شکیبائی کا

ہجر اچھا تھا کہ جیتے تھے بامیدِ وصال
وصل میں مارتا ہی غمِ شبِ تنہائی کا

بلبلو! آج وہ گل سیرِ چمن کو نکلا
باغ میں آج تماشا ہی تماشائی کا

جان دیتا ہی جہاں تیری خودآرائی پہ
کیا موافق ہی تجھے شیوہ خودآرائی کا

جنکے در پہ تھا جہاں ناصیہ فرسا اُنکو
فخر ہے در پہ ترے ناصیہ فرسائی کا

پاسِ ناموس ہی احقر تو بنے گی کیونکر
اور ابھی دور ہے عالم مری رسوائی کا

یاں تو شروعِ عشق ہی میں کام ہوگیا
آغاز اپنا صورتِ انجام ہوگیا

یاں دل فدا ہوا وہاں سب حال کھل گیا
شوقِ دلِ فریفتہ پیغام ہوگیا

گہ زلف کا اسیر گہے جاں نثارِ رخ
میں عاشقِ جمالِ صبح و شام ہوگیا

تشہیرِ نام اور ہی مرنیسے عشق میں
یہ نام ہو رہا کہ میں گمنام ہوگیا

کافر ہوا جو دیکھ کے زلفِ سیاہ کو
رخ کو جو دیکھا داخلِ اسلام ہوگیا

دردِ جگر سے میرے انہیں بھی خیال تھا
کیوں کہدیا کسی نے کہ آرام ہوگیا

آنکھوں میں ٹکٹکی سے اندھیرا ہوا مری
یہ شور ہے وہ آکے لبِ بام ہوگیا

جلدی بلاتے ہیں وہ اشارہ سے لو یہاں
سو کوس کا خوشی سے ہر اک گام ہوگیا

گہ خوش کبھی ملول کبھی کچھ کبھی ہی کچھ
دل میرا ملئے گردشِ ایام ہوگیا

کس کا گلہ کہاں کی شکایت کہ اُمید
واں عرضِ حالِ دل بھی تو الزام ہوگیا

آنیسے اُنکے بزم میں ششدر ہیں اہلِ بزم
محفل میں اُنکے جانیسے کہرام ہوگیا

بس اپنا اپنا حصہ ہی ناصح ترا کلام
ہی پند یہ کہیں کہیں دشنام ہوگیا

کہتے تو ہو کہ کچھ نہیں احقر نہیں سہی
پر کیوں تمہارا بندۂ بے دام ہو گیا!

دل کا مرنا ہے اپنا مرجانا
تمنے جور و ستم ہی کر جانا

ہم بُرا مانتے نہیں اس کا
لیکے دل ناز سے مُکر جانا

ذبح میں تم سمیٹ لو دامن
ہے ثبوت انکا خوں میں بھر جانا

ذبح ہو کر پڑے ہیں مقتل میں
آخر ہمکو ہے اب کدھر جانا

دیکھئے کتنوں کو بگاڑے گا
آپ کی زلف کا سنور جانا

اپنی کم ظرفی کا ثبوت ہے یہ
اک نظر دیکھکر ابھر جانا

ظلم سارے ہزار دل سے قبول
اک گوارا نہیں مگر جانا

عشق میں یہ تو ہے ذرا سی بات
پانوں رکھتے ہی اسمیں سر جانا

تیغ ابرو کے سامنے اُن کی
زندگی کو ہے بس سپر جانا

بہتے دیکھا جو زخم دل ہر دم
ہمنے اِسکو بھی چشم تر جانا

بیش قیمت ہے عشق میں رونا
جس نے ہر اشک کو گہر جانا

رہنے والے تو ہو مرے دل کے
اور سیکھے ہو در بدر جانا

کچھ اثر بھی کہیں کبھی دیکھا
یا کہ رونا ہی نوحہ گر جانا

آئے کیوں پوچھنے کو عاشق کے
تم نے نالے کو بے اثر جانا

سبھی احقر کو ہمیشہ مرتا ہی
ہم نے جینے کا یہ ثمر جانا

خدا نہ دے کسی انساں کو غم جدائی کا
بُرا ہی غم ہے خدا کی قسم جدائی کا

جو اُن کا آنا قیامت ہی تو ہمیں کیا غم
اٹھائے بیٹھے ہیں رنج والم جدائی کا

فلک کا ڈھانا ہی لازم ہے شوق صحبت کو
کہ نام لیتا ہے یہ دمبدم جدائی کا

ملے جو بلبل شیدا کہیں خزاں میں ہمیں / زمانہ مل کے گزاریں بہم جدائی کا
فلک سے گردش ایام سے مقدر سے / مواخذہ کریں کس کس سے ہم جدائی کا
نہ غیر پر ہے نہ غماز پر نہ اعدا پر / ہمیں پہ ہوتا ہے لطف و کرم جدائی کا
خبر سناتے ہو کیا وصل غیر کی ہمکو / ہمارے واسطے کیا غم ہے کم جدائی کا

امید وصل ہمیشہ لگی رہے احقر
کہ دل پہ غم نہ کہیں جائے جم جدائی کا

تمہارا درد الفت یار ہو مونس مری جاں کا / الٰہی دل نشانہ ہو تمہارے تیر مژگاں کا
تمہارا عشق ہر اک دم نمک افشاں ہے زخموں پر / تصور جوش نجائے ہماری چشم گریاں کا
کھٹکتی ہے جگر میں بس تری نوک سناں ہر دم / یہ دل زخمی ہوا اور اس دل میں گھر ہو تیرے پیکاں کا
لگیں تیر پھر بھکیں نشتر ملیں دھکے پڑیں خنجر / میں دیوانہ ہوں سودائی ہوں شیدائی ہوں دل جاناں کا
نہیں دل میں تمنا کچھ اگر ہے بھی تو اتنی ہے / کہ نجائے ہمارا دل ٹھکانا تیرے ارماں کا
لب خشک آہ سرد چاک دامن زیب عاشق ہے / خوشی سے ٹکڑے ہو جانا تفاخر ہے گریباں کا
میں درماندہ دلبر ہوں میں جاں دادۂ جاناں ہوں / میں بیمار محبت ہوں نہیں محتاج درماں کا
مرا اسلام و دیں مضبوط ہو جائے جو ہو جائے / ترا جام مے الفت محافظ میرے ایماں کا

ہر اک جائے پھرا کرتا ہے احقر شاد اور خرم
ہوا ہے جب سے سودائی تری زلف پریشاں کا

غم تمہارا دل ہمارا ہو گیا / فکر بھی آنکھوں کا تارا ہو گیا
مر کے تیرے لئے مسیحائے زماں / زندگی کا کچھ سہارا ہو گیا
شوق میں جور و جفا و ظلم کے / دل ہمارا سنگ خارا ہو گیا
تم تو کچھ میرے ہوئے ہی یکدم / اور میں سارا تمہارا ہو گیا
اس پیارے کا غم فرقت بھی تو / شادمانی سے پیارا ہو گیا

کل ہی کل کے وعدۂ امید پر — عمر بھر کا کچھ گزارا ہوگیا

سر پٹک کر جام چشم مست پر — شیشۂ دل پارہ پارا ہوگیا

غم بھی اسکا اور ہم بھی اسکے ہیں — اس لیے غم بھی ہمارا ہوگیا

رخ نے چھوڑا سر ہوئی زلف دوتا — میں تو سودائی دوبارا ہوگیا

ہر جفا پر پیار کے طعنے نہ دو — وہ جو ہونا تھا خدارا ہوگیا

جان تو الفت میں آدھی رہ گئی — اور دل سب غم کا مارا ہوگیا

حسرتیں فرقت کی دل میں نہیں — آنسوؤں سے اُن کا گارا ہوگیا

جان پر احقر کی تم قابض ہے — اور دل پر بھی اجارا ہوگیا

ردیف ب

رشک کسکا کہاں ہے غیر رقیب — ہو ہر اک جا پہ جب وصال حبیب

ہم سے تم اور تم سے ہم ہوں جدا — وہ گھڑی بس خدا کرے نہ نصیب

تم رہو دل میں اور نظر میں بسے — نہ رہے فکر تا بعید و قریب

تم ہی یکتا ہو تم ہی ہرجائی — یہ تو قصہ ہے اک عجیب غریب

تم تو وہ ہو کہ اپنے عاشق کے — درد ہو، اور دوا ہو، اور طبیب

تیری بیداد و جور و ظلم و جفا — اور دیتے ہیں عشق کی ترغیب

حسن و خال و خط و ادا و ناز — جان لینے کی کرتے ہیں ترکیب

یہ سراسیمی اور دامن چاک — عشق بازی میں ہے یہی تہذیب

کیا ادا سے ہے ذبح کا انکار
قتل احقر کی ہے نئی ترکیب

محو ساقی و شائق مے ناب — جانتا ہی نہیں ثواب و عذاب

دید ساقی میں ہے عزیز ہمیں — شیشہ و جام و بزم و دور شراب
کند خنجر نے تیرے بسمل کو — کر دیا مثل ماہیٔ بے آب
چشم ساقی رہے جلے دل پر — پھر تو حاصل ہی بس شراب و کباب
ہم ہی مرتے ہیں ہم ہی چاہتے ہیں — آپ کا ہے کدھر خیال جناب
وعدۂ فردا۔ سچ سہی۔ لیکن — دل بیتاب کو کہاں ہے تاب
آبھی جاؤ کبھی ٹہلنے کو — سینہ داغوں سے ہے مرا شاداب
تم ہی ہو اسمیں تیرتے پھرتے — چشم گریاں سے ہی جہاں غرقاب
پیاس بھڑکائی آب خنجر نے — وہ بھی ہونگے جو ہوگئے سیراب
تم نزاکت سے ہم نحافت سے — ہم تمہیں تم ہمیں ہوئے نایاب
ذبح ہونے میں کیا تڑپتے ہم — رہا ملحوظ۔ عشق کا آداب
دشمنی ہوگئی سلیقے سے — ہم کو معذور اب کہیں احباب

بے تمیزی شعار ہے حقیر
عشق نے کر دیا تباہ و خراب

جب عشق کا مرض ہی تو صحت کہاں ہی اب — وہ زور اور وہ قوت و طاقت کہاں ہی اب
دو چلو خوں بھی چہرے پہ چھوڑا نہ عشق نے — وہ شکل وہ شباہت و صورت کہاں ہی اب
کھو کر خودی کو اپنی فراغت ملی ہمیں — رہنا کہاں وصال ہی فرقت کہاں ہی اب
غارت گری میں طاق ہوا اور پھر بھی یہ کہو — صبر و شکیب و طاقت و جرأت کہاں ہی اب
مسرور کر رکھا ہے تصور نے رات دن — یاں التجا کی خصلت و عادت کہاں ہی اب
توبہ مطیع مرضی جاناں کو شوق وصل — یہ تاب یہ مجال یہ قوت کہاں ہی اب
سارے کے سارے کیا مرے دل میں سما گئے — انداز و غمزہ ناز و نزاکت کہاں ہی اب
دامن رہا یہاں نہ گریباں رہا نہ سر — پھر تو یہاں گزارہ وحشت کہاں ہی اب

یاں کام ہی تمام ہوا شوقِ وصل میں
تیغِ نگاہ ناز کی نوبت کہاں ہے اب

معشوق ہے وہ اور ہم عاشق ہیں تو بھلا
پھر موقعِ گلہ و شکایت کہاں ہے اب

پھرنے سے اک نگاہ کے نشہ ہوا ہرن
احقر وہ دستِ ساقی کی برکت کہاں ہے اب

دل میں ہو تم تو دل سے ہوئی دل لگی لے
احقر کو انتظار کی فرصت کہاں ہے اب

مشفق ہیں جہان کے محبوب
کہ تم اچھے ہو اور تم ہی ہو خوب

ہو کسی صورت و شباہت میں
دید ہے آپ کی ہمیں مطلوب

منہ ہو فق، رنگ زرد و دامن چاک
عاشقوں کو یہ کچھ نہیں معیوب

جان لیکر بھی وہ خفا ہی رہے
اس وفا پر بھی میں رہا معتوب

آنسو بہتے ہیں اور وہیں ہیں کھڑے
جسم عاشق پہ اُگ رہی ہے دوب

رگ و ریشہ سے آنسو بہتے ہیں
عشق بھی ہے تراہت مرطوب

گل و گلزار و نکہت و رنگت
تم نہیں ہو تو کچھ نہیں مرغوب

آبِ خنجر ہوا جو آبِ حیات
زندگی نے کیا ہمیں محجوب

صبر کو آزماؤ گے کب تک
میں ہوں احقر نہ حضرتِ ایوبؑ

خوبیِ حسن ہے شانِ محبوب
عشق بھی ایک ہے آنِ محبوب

آتش و سوز و درد رہنے دو
ہے یہی دلمیں نشانِ محبوب

درد و غم اور جا رہیں جا کر
دل عاشق ہے مکانِ محبوب

قتل کا ذکر یا کہ جور کا ہو
ہو گا محبوب بیانِ محبوب

لڑی آنکھوں سے تصور میں بندھی
ہے گھر بار دھیانِ محبوب

سو برائی کے ساتھ ہو لیکن
ذکر میرا ہو زبانِ محبوب

جان آنکھوں میں چلی آتی ہے کیوں
دل میں ہے درد نہانِ محبوب

سچ ہے جاں ہوگی عزیز عاشق کو
جھوٹ کیوں ہوگا گمانِ محبوب

فرقت و درد و غم سے بچکر دل
چاہتا ہے یہ امانِ محبوب

جاناں احقر وہ ہی کر سو جاں سے
جس پہ قرباں ہے یہ جانِ محبوب

ردیف پ

ہم کیا بتائیں دیکھئے کیا لگ گئی ہے چپ
کہہ سکتے ہی نہیں ہیں تو سب سے بھلی ہے چپ

سو آفتوں سے تم کو جو محفوظ رکھ سکے
وہ عاقلوں نے بولنے والو کہی ہے چپ

واعظ ہو، ناصحا ہو، مقرر ہو، کوئی ہو
سب کو ہرا کے جیتی جو وہ تو اجی ہے چپ

ہر دم خیال یار سے دلمیں ہے گفتگو
گر دل لگا رہے تو بڑی دل لگی ہے چپ

گر بولئے کیوقت بھی کرتی ہے بند سے
اس بات میں تو سچ ہی بری سے بری ہے چپ

آنسو بہاتی رہتی ہے سن کر بھلا برا
ہم کیا کہیں کہ موتیوں کی لڑی ہے چپ

چپ رہ کے دیکھ لو نہیں کہنے کی بات یہ
کیسا بڑا خزانہ سترِ خفی ہے چپ

کہہ تو رہتے ہیں یار اشاروں سے کچھ تو
اب تو ہماری مونسِ خاطر بھی ہے چپ

خاموشی کیا ہوئی جو اسے کہہ سکے کوئی
کہنے کی اور بولنے کی مدعی ہے چپ

واعظ! بڑے مزے کی ہے اور نیک نام ہے
لیکن تمہارے واسطے بیشک بری ہے چپ

احقر بھی کوئی آدمیوں میں ہے آدمی
اس سے کنارے بیٹھکے جب ہی تو لی ہے چپ

ہر جائی میں ہر ایک کی گویا زباں ہیں آپ
یکتائی میں خود آپ ہی اپنا بیاں ہیں آپ

آنکھیں جو بند ہیں تو ہیں آیا نظر ...
اپنی خودی میں آپ ہی ہم ہیں نہاں ہیں آپ

[illegible]
ہم آپ کیا کہیں کہ بھلا ہم کہاں ہیں آپ

دیکھا جو اپنے آئینۂ دل میں آپ کو
تو ہو گیا یقیں کہ ہم اپنا گماں ہیں آپ

اپنی خودی کو ڈھونڈتے پھرنے سے کیا ملا
کھو کر خودی کو دیکھا تو اپنا نشاں ہیں آپ

پہنچے جو لامکاں میں تو معلوم یہ ہوا
ہم آپ ہیں مکین مکاں لامکاں ہیں آپ

مطلوب آپ آپ طلب طالب آپ ہیں
ہر رنگ میں خود آپ ہی ایجان جاں ہیں آپ

جب آپ ہی نہیں تو کہاں ہے صفات ذات
ہم خود عیاں ہیں اپنی خودی میں نہاں ہیں آپ

ہر جائی ہم بھی کیونکہ نہ ہو جائیں مثل یار
احقر بھی اب تو رہتا وہاں ہے جہاں ہیں آپ

ردیف ت

بنی ہے واسطے عاشق کے آہ و زاری رات
غرض بلا کی دکھاتی ہے بیقراری رات

وہ رات جسمیں تمہیں دیکھا ہو وہ روز عید
وہ دن جو تم نہ ملو ہے وہی ہماری رات

سلامتی میں تمہاری ہے رات دن ہر وقت
ہے روز رخ ہمیں اور زلف ہے تمہاری رات

بس اک نگاہ میں سرشار ہمکو کر جاؤ
نہ سارا روز ہمیں چاہیے نہ ساری رات

تصوّر رخ روشن میں دن گزرتا ہے
خیال زلف سیہ فام میں گزاری رات

امیدوار وصال حبیب ہیں ہم نے
فراق و درد و مصیبت کی بھی سہاری رات

چلے بھی آؤ یہ شبنم نہیں ہے دیکھو تو
ہمارے حال پہ کرتی ہے آہ و زاری رات

بگڑ چکی تھی مثال سیاہ بختی سے
تمہاری زلف کی تشبیہ نے سنواری رات

رات کا فکر چڑھا رہتا ہے دن بھر احقر
کیونکہ بیمار پہ ہوتی ہے بہت بھاری رات

یاد جاناں اسیکو ہے دن رات
درد سے ہو اگر نہ جس کو نجات

آب خنجر کے پی رہے دو گھونٹ
چاہے عاشق جو پینا آب حیات

اک نظر کرکے دیکھو ایک نگاہ   نظر آئے جو ایک ذات صفات
دم آخر بھی وہ نہ آئے تو   آہ و نالے یونہی گئے ہیہات
تم تو اپنی کہو ہم اپنی کہیں   اپنے مطلب کی ہر طرح ہی بات
جیتے جی کیا وہ قبر پر بھی نہ آئے   ایکساں ہے ہمیں حیات و ممات

قتل احقر اگر ثواب ہی تو
تم بھی ہو جاؤ داخل حسنات

وہ کہتے ہیں دیکھو تو کہا تو نکی بات   محبت بھی ہی ایک باتوں کی بات
بلائیں لیئے جائیں ہر دم کہو   اجی یہ تو ہی اپنے ہاتوں کی بات
نکالا ہے محفل سے پر دل تو دو   ذرا سن تو لو ایک جاتوں کی بات
وہ اب دن کو تارے دکھانے لگے   لگے کرنے ذنکو وہ راتوں کی بات

اداؤں کرشموں نے بیدل کیا
یہ ہی احقر ان ساتوں پانچونکی بات

[illegible] پسند ہی یوں ہر بہار کی صورت   دکھا رہی ہے ہر اک جا نگار کی صورت
نظر میں ایک جو آیا وہی سمایا ہے   ہزار دیکھ رہے ہیں ہزار کی صورت
صبا تو لے بھی چلی تھی مگر نقاہت سے   ہم اُٹھ کے بیٹھ گئے خود غبار کی صورت
نہیں ٹھیرتے نہ ٹھرو پر ایک ٹھوکر سے   بگاڑ جاؤ جی میرے مزار کی صورت
مجھے نہ دیکھو اُٹھاؤ نظر کو تو اپنی   کھٹک رہی مرے دلمیں خار کی صورت
ہماری بزم میں کوئی نہ غیر ہے نہ رقیب   ہے اپنے مدِ نظر اپنے یار کی صورت
اُٹھاؤ چہرۂ زیبا سے جب نقاب اپنے   تو جب ہی دیکھنا بے اختیار کی صورت
یہاں تو خوب نشے ہو رہے ہیں یارونکو   دکھا رہا ہے تصور خمار کی صورت
ذرا سے ناز سے احقر کو یوں ہی کہہ جاؤ   خدا دکھائے نہ اس نابکار کی صورت

اک ناز اٹھانے کی بھی ہم میں نہیں طاقت
ہم کچھ بھی نہیں نکلے لاحول و لاقوت

کثرت میں جو وحدت ہے وحدت میں جو ہے کثرت
پھر رشک نہ غیرت یاں فرق نہ یاں فرقت

وہ دل بھی کوئی دل ہے جسمیں کہ نہو الفت
وہ گل بھی کوئی گل ہے جس گل میں نہو نکہت

زاہد کو یہ سمجھاؤ اپنی نہ کہے جائے
کچھ مے میں نہیں حرمت ساقی کی ہے جو الفت

اک جرعہ میں سرمست و سرشار بنا دینا
کیا مے میں ہے مے نوشو ساقی کی ہے یہ برکت

بیہوش نہ ہشیاری کچھ غم ہے نہ غمخواری
یہ درد ہے اور ہم ہیں کچھ رنج نہ کچھ راحت

اپنے میں ذرا دیکھے کیا جلوہ نمائی ہے
کیا ڈھونڈتے پھرنیکی زاہد کو ہوئی وحشت

راضی برضا رہنا کچھ سننا نہ کچھ کہنا
ہو وصل کا طالب یہ عاشق کی نہیں سنت

محبوب کرے کچھ بھی گر سلسلہ جنبانی
تو عشق کے رستے میں کچھ بھی تو نہیں دقت

محبوب ہی گر اپنے ہمراہ تو کیا غم ہے
پر کیا کرے رونے کی عاشق کو تو ہے عادت

انساں کو ضعیفی پر اپنی ہے گماں کیا کیا
اسکی بھی خبر ہے کچھ کیا شان ہے کیا شوکت

فرقت میں تو ہے دیکھو بیتاب و تواں احقر
اور وصل کا طالب ہے اللہ رے تری ہمت

عاشق کا مسیحا ہے یہ آزار محبت
مارے سے بھی مرتا نہیں بیمار محبت

تہمت سے ملامت سے خجالت سے بلا سے
آزاد نہ کیوں کر ہو گرفتار محبت

جان و دل و ایماں سے جو حاضر ہوں خریدار
پھر گرم نہ کیونکر رہے بازار محبت

بے صبر و قرار دل و جاں تاب و تواں ہو
عاشق ہے تو ہے یہ ہی سزاوار محبت

سر آنکھوں پہ پیتے ہیں پئے پینے ہی والے
ہر ایک سے اٹھتا ہے کہیں بار محبت

پھر کون ہے محبوب کی جو یاد دلاوے
دل میں جو کھٹکتا نہ رہے خار محبت

ساقی کے تصور میں وہ سرمستی ہے کہ ہر دم
ہوشیار ہوا پھرتا ہے سرشار محبت

اک آن میں سیراب کرے تشنہ لبوں کو
یہ آب رواں رکھتی ہے تلوار محبت

سودا تو کرے کوئی بھی لے دیکے تو دیکھے
احقر تو ہے سو جاں سے خریدار محبت

ردیف ث

کمال چھوڑتے ہیں ہم زوال کے باعث
زوال آتا ہی آخر کمال کے باعث

بغیر نیکے ممکن نہیں وصالِ حبیب
تو سہل ہو گیا ہمکو محال کے باعث

یقیں کو پہنچیگی اک دن یقین ہے ہمکو
کہ تم ہی سوجھتے ہو اس خیال کے باعث

یہ فہم و عقل و تمیز و حواس لے لیجے
یہی بنے ہیں ہمارے وبال کے باعث

غرورِ حسن انہیں اور سرورِ عشق ہمیں
اُدہر اِدہر ہیں یہی تو ملال کے باعث

سمندِ شوق پہ پڑتے ہیں تازیانے سی
نگاہ و زلف و رخ و خط و خال کے باعث

خیال اسکا ہے احقر تصور اسکا ہے
یہ حال قال ہوا قال حال کے باعث

ہو گئے اب دل و جاں الغیاث
تم ہی سے کہتے ہیں جاناں الغیاث

کیا دکھاتی ہے اثر اب دیکھئے
بیکسی کا بن کے ساماں الغیاث

زردیٔ رخ بنکے اور خشکیٔ لب
کر رہا ہے دردِ پنہاں الغیاث

کیا ہی بے پروائی سے کہتے ہیں وہ
تجکو ہے زیبا و شایاں الغیاث

ہم تو چپ بیٹھے ہیں شوقِ دید میں
کیا کریں کرتا ہے ارماں الغیاث

بے نیازی سے تری اے بے نیاز
رہ گئی ہو کر پریشاں الغیاث

زخم کا مشتاق ہے دل اور جگر
الغیاث اے تیرِ مژگاں الغیاث

دیکھکر فریاد اس محبوب کو
ہو رہی ہے میری جویاں الغیاث

کسکی ہو فریاد اور کس مُنہ سے ہو
ہو کے رہجاتی ہے حیراں الغیاث

رو دیئے فریاد سن کر وہ تو آب — ہے ہماری گوہر افشاں الغیاث

دیکھو! احقر کو نہ رلواؤ بہت
ایک آفت ہے مری جاں الغیاث

ردیف ج

کیا کوئی بتائے کہ ہوا کیا شب معراج — جو کچھ کہ ہوا تھا وہ ہوا تھا شب معراج
کیا اسکی صفت ہو کہ بلایا گیا شب کو — کیا اسکو کہیں جسنے بلایا شب معراج
ممدوح وہ جسکا ہے وہی آپ کا مدّاح — اور آپ ہی پھر اسکو سراہا شب معراج
شان انکی دکھائی شب معراج میں سب کو — زور اپنی خدائی کا دکھایا شب معراج
مدّاح کو ممدوح نے خود آنکھوں سے دیکھا — پردے کو اٹھا سامنے آیا شب معراج
بس ایک خدا ہو نہیں سکتے کہ ہیں بندے — ورنہ انہیں کیا کیا نہ بنایا شب معراج
وہ شان وہ شوکت وہ عنایت وہ حمایت — محبوب بنا اپنا دکھایا شب معراج
ہمکو تو الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ پہ ٹالا — ان کو جو سنایا وہ سنایا شب معراج
اپنے کو دکھایا کہ ہیں ہم رب محمد — کیا کیا نہ محمد کو بتایا شب معراج
پوچھو اسی سے اور کوئی کیا بتا سکے — جس نے کہ مزا وصل کا پایا شب معراج

صلوات و سلام آپ پہ لاکھوں ہوں حقیر
جن کے لیئے وہ نقشہ جمایا شب معراج

کس سے پوچھیں کون فرقت میں بتاتا ہے علاج — تم ہی کچھ فرماؤ جاناں تم کو آتا ہے علاج
درد ہجراں کی دوا کیا آرزوئے وصل کیا — جان سے اکرہیں تو مار جاتا ہے علاج
دردِ دل وہ ہی ہے جو کہ ہے دوائے دردِ دل — ہمکو ہر طرح سے ہر پہلو ستاتا ہے علاج
اپنی ناکامی سے نادم ہو کے دردِ عشق سے — بھاگ جاتا ہے طبیب اور منہ چراتا ہے علاج

ترکِ عشقِ یار کو کہتا ہے نامحرم طبیب
درد جس سے ہو زیادہ وہ بتاتا ہے علاج

ہو مرض کا جو سبب وہ ہی مرض کی ہو دوا
درد ہے ہمکو پسند اور دلکو بھاتا ہی علاج

روتے روتے ہچکی بندھ جاتی ہے انکو دیکھکر
درد کرتا ہے زیادہ خوں رلاتا ہی علاج

اس طرف کھینچے لیئے جاتا ہی دیکھو اضطراب
درد اپنا خود بخود ہمسکو دکھاتا ہی علاج

ہے غنیمت درد اسکو یار جسکو ہو عزیز
درد کی احقر بدولت یاد آتا ہے علاج

کہتے ہیں کہ دل لیکے ترا آئے اِدہر آج
تھامے رہو ہاتھوں سے ذرا اپنا جگر آج

کل کہکے بھی تم آئے نہ تا میرے گھر آج
ہر لحظہ مرے واسطے ہی آٹھ پہر آج

اور کل بھی نہ آئے تو یہ کہدو نہ ابھی سے
سُن جائیے تا کل کے نتیجے کی خبر آج

کل سے لب و دندان کا تصور ہی جو ملیں
جھڑنے لگے آنکھوں سے مری لعل و گہر آج

آئے ہو تو کچھ نیند کے متوالے سے بنکر
کیا شام ہی سے چلنے لگی بادِ سحر آج

آکر یہاں بیٹھے تو ہو پر مار نہ جانا
جینے کی تمنا تو نہ تھی ہمکو مگر آج

تم سامنے غیروں کے تو احقر پہ نہ گرجو
طوفاں نہ اٹھا بیٹھے کہیں دیدۂ تر آج

ردیف چ

اے مصورا یار کی میرے نہ تو تصویر کھینچ
اُسکی یکتائی کی ہر اک دلسے کیوں تا تیر کھینچ

ناز سے ابرو ہلائے میرے قاتل سے کہو
دستِ نازک سے مگر اپنی نہ تو شمشیر کھینچ

اک نگاہِ ناز عاشق پہ پڑی تو پڑ گئی
اب اُٹھا کر کیوں اپنے زخمِ جگر سے تیر کھینچ

دل کسی کے ہاتھ میں ہو اور جگر میں دردِ عشق
اب پڑا بستر پہ آہ و نالۂ شب گیر کھینچ

تیر تیرا گھس گیا دل میں تو اسمیں دل گھسا
ساتھ ہی اب یہ بھی نکلے ای بتِ بے پیر کھینچ

میں نکالے سے نکلتا ہوں کہیں توبہ کرو
تیرے کوچہ میں مجھے لایا خطِ تقدیر کھینچ

زلف کے پھندے میں دل احقر کا ابتو پھنس گیا
جس طرح جی چاہے اسکو ڈالکر زنجیر کھینچ

ایکدن لیگا تجھے ایدل بتِ بے پیر کھینچ
کون کہتا ہے تجھے کہ آہ بے تاثیر کھینچ

دل نہیں رکھنا تو اچھا خیر جو چاہے کرو
ورنہ کیوں لیسے مرے اپنی نگہ کا تیر کھینچ

کیا ہی بل کھاتا ہے دل میں زلفِ پیچاں کا خیال
میں بھی کہتا ہوں دلِ شیدا کو یہ زنجیر کھینچ

وہ نہیں کھنچتے جو دل سے تیری جانب تو پھر اب
اپنے دل کو ہی کہیں تو عاشقِ دلگیر کھینچ

دل سے اُن کا اپنے چہرے پر لے آتا ہوں خیال
اے مصوّر تجھکو کچھہ آتا ہے تو تصویر کھینچ

وصل کی احقر اگر چاہے تو قدرِ عافیت
ہجر کی سختی گوارا کر غمِ تاخیر کھینچ

کون کہتا ہے نہیں ہمکو کہیں کا لالچ
ہم کو دنیا میں لگا رہتا ہے دیں کا لالچ

ہم کو دن رات اندھیرے میں پڑا رکھتا ہے
وصل کا اپنے کسی ماہ جبیں کا لالچ

دل کا بہلانا ہے جس طرح بہل جائے یہ
ہمکو کچھہ حُسن کا لالچ نہ حسیں کا لالچ

وعدۂ وصل کی حجت میں ہا غیر بھی ساتھ
ہاں کی خواہش تھی مجھے ہمکو نہیں کا لالچ

ہیں سلامت تو تجھے دیکھہ لیا کرتے ہیں
تیری الفت میں ہے اس جانِ حزیں کا لالچ

ہم ترے سر پہ چڑھیں اور گلے تیرے پڑیں
ہمکو بننے کا ہے خود تاج و نگیں کا لالچ

جھانکنے تاکنے کی ہمکو پڑی یوں عادت
دلِ مشتاق کو ہے پردہ نشیں کا لالچ

کچھہ ضرورت ہی نہ افشاں خط و خال کی بس
ہے حسینوں کو چناں اور چنیں کا لالچ

چلو لاحول پڑھو عشقِ بتاں پر احقر
کیا پڑا ہے تمہیں شیطان لعیں کا لالچ

ردیف ح

یوں مل رہی ہے سرمۂ دل زار کی طرح
ملتی ہے اسمیں قامت دلدار کی طرح

تم میرے دل کو رکھتے جو دلدار کی طرح
غم کھاتے ہم بھی آپکے غمخوار کی طرح

ملتا ہے مجھ سے یار جو اغیار کی طرح
اغیار مجھ سے ملنے لگا یار کی طرح

کہتے ہیں آئیں ہم جو نہ لو نام عاشقی
دیکھے تو کوئی آنے کے اقرار کی طرح

تم حد سے بڑھ گئے ہو خدا خیر ہی کرے
آزار دینا چاہیئے آزار کی طرح

اک بوسہ تو دیا ہے مگر ناک چڑھ گئی
کرتے ہو سہل کام کو دشوار کی طرح

اپنی غرض کو غیر کی صورت میں آئے ہم
اب تو نہ آنکھیں پھیریئے ہر بار کی طرح

اک بار چشم مست کو ساقی کی دیکھکر
احقر پڑے ہی رہتے ہیں سرشار کی طرح

غم کو تمہارے لیلیا غمخوار کی طرح
تم بھی تو دل رکھو مرا دلدار کی طرح

ناز و ادا و غمزۂ رخ و زلف و چشم کو
دل بانٹ دیتے ہو مرا مختار کی طرح

مفتوں جو ہو گئے ہیں کسی چشم مست کے
ہشیار بھی تو پھرتے ہیں سرشار کی طرح

فرقت کے غم کا کام کچھ ایسا گلے پڑا
ہر دم پڑے ہی رہتے ہیں بیکار کی طرح

دم کچھ اٹک کے رہ گیا سینے میں وقت نزع
اک آن کو جو آئے وہ ہر بار کی طرح

مجکو اور اُن کو ساتھ جو دیکھا رقیب نے
آنکھوں کو بند کر لیا مکار کی طرح

بن ٹھن کے تم جو آئے تو سنسان ہو گیا
اُٹھے تو پھر کے دیکھ لو بازار کی طرح

مقتل میں اک نگاہ میں سب مر کے رہگئے
کوئی بچا تو دیکھے گا اس وار کی طرح

ساقی کی اک نگاہ نے سرشار کر دیا
زاہد بھی مست ہو گئے میخوار کی طرح

ڈالا دلوں میں رشتۂ زنار چھید کر
ڈالے گلے میں پھرتے ہیں وہ ہار کی طرح

ہم بھی حساب دینے کو بس ساتھ ہیں
برپا کرے جو حشر یہ رفتار کی طرح

یاں تو کوئی رقیب نہ غیر اور نہ ہجر و غم
احقر کو تو پسند ہے بس یار کی طرح

ردیف خ

نخلِ قد اسکا ہی کسی جاں کے چمن کی شاخ
انداز و ناز بھی ہے اُسی سیمتن کی شاخ

دو چار گل کے بوجھ سے جھکنے لگی کمر
تقلید کر رہی ہے اُسی گلبدن کی شاخ

اس گلستاں کے رنگ میں ہوگی کسی کی بو
ہیں خوبرو بھی دیکھو کسی کے چمن کی شاخ

اب جوتیوں میں بیٹھنا بھی ہمکو ہی قبول
غیروں کی انجمن ہی تری انجمن کی شاخ

ہم عاشقِ دہن ہیں تو سب کچھ سنینگے ہم
دو گالیاں یہاں سے زباں ہی دہن کی شاخ

مرتے تھے سیدھی سادی وضع پر تمہاری ہم
اسمیں لگائی اور غضب بانکپن کی شاخ

کھل کھیلنے سے عشق میں ڈر ہے لگا ہوا
رہ جائے دلمیں ٹوٹ کے رنج و محن کی شاخ

کھل کھیل چلتے عشق میں اب تک کبھی کے ہم
ہوتی لگی ہوئی جو نہ رنج و محن کی شاخ

گل میں ہے رنگ و بو کا تصور بھرا ہوا
عاشق کو کونسی ہے چمن میں امن کی شاخ

پہلو دبا کے بیٹھتے احقر بھی مثلِ غیر
ہوتی لگی ہوئی جو نہ دیوانہ پن کی شاخ

[illegible] جگر میں آنکھوں میں ہو یار آئے شوخ
پھر ڈھونڈتے پھریں تو کہیں بھی نہ پائے شوخ

[illegible] شوخ ہی تو اسکی ہر اک چیز شوخ ہے
ہر کان میں پہنچتی ہے اُسکی ادائے شوخ

[illegible]ائی کو بھی شوخی نے ہرجائی کر دیا
شوخی وہ کیا ہوئی کہ رہے ایک جا کے شوخ

وہ شوخ ہے تو ہم بھی ہیں شوخی کے جاں نثار
ناچیں گے وہ ہی ناچ جو ہمکو نچائے شوخ

اللہ خیر! دیکھیے کس کس کا دل پھنسے
بل کھا رہی ہے آج تو زلف دوتائے شوخ

شوخی کو دیکھے دلکو جگر کو بچائی جان
شوخی اب اور کوئی نہ باقی بتائے شوخ

شوخی سے وہ جہاں ہیں خیال اُنکے ساتھ ہے
اک آزمودہ کار کو کیا آزمائے شوخ

احقر بھی اُسکا رہتا وہاں ہی جہاں ہے وہ
دیکھیں تو ہم بھی ہم سے کہاں بچکے جائے شوخ

دیکھیں کہاں رُکے نظرِ خود نمائے شوخ
چاروں طرف ہی تیر فگن یہ بلائے شوخ

کیونکر نہ دلربا ہو وہ کیونکر نہ جاں ستاں
کیوں ہو نہ شوخ جسکو خدا خود بنائے شوخ

شوخی سے وہ کبھی ہیں یہاں اور کبھی وہاں
یہ کیا عجب ہے آئے کبھی بن بلائے شوخ

اپنے خیالِ یار کے قربان جائیے
نظروں میں آرہا ہے یہاں جائے جائے شوخ

شوخی وہ ہی ٹھیرنے ہی دیتی نہیں کہیں
کیونکر کسی کی نظروں میں آکر سمائے شوخ

شوخی نے اسکی اُسکو غضب بے پتہ کیا
شوخی نہو تو اپنا پتا کچھہ بتائے شوخ

احقر نے اپنے دلمیں پکڑ کر بٹھا لیا
ہلنے بھی اب نہ دینگے یہی ہے سزائے شوخ

ردیف د

کہے کیا کوئی شایانِ محمد
خدا کی شان ہے شانِ محمد

زبانِ حال سے گویا ہے حیرت
کہ کیا شئے ہی خدا جانے۔ محمد

غرض اندازِ محبوبی ہیں کیا کیا
کہ ہے خواہانِ جاں آنِ محمد

سُبک کیونکر گناہوں سے نہ ہوں ہم
کہ جب وہ ہوں گراں جانِ محمد

ڈرے کیوں آفتابِ حشر سے وہ
ہو سر پر جس کے دامانِ محمد

محمد خود نگہباں ہیں ہمارے
خدا خود ہے نگہبانِ محمد

یہ ہمکو آدمیت نے بتایا
کہ ہے اللہ سامانِ محمد

بشارت ہی تمہیں یُحْبِبْکُمُ اللہ
مبارک ہو غلامانِ محمد

حیاتِ جاودانی ہے تو یہ ہے
کہ جاں ہو جائے قربانِ محمد

جو اُنکو چاہے اُسکو چاہے اللہ
محب حق ہے خواہانِ محمد

جناں کیا ہم تو پہنچیں گے خدا تک
لیئے ہیں سر پہ احسانِ محمد

وہ کیوں گھبرائیں محشر میں کہ حق کی
حفاظت میں ہیں اوسانِ محمد

تجھے کہتا ہے احقر کون احقر
کہ تُو تو ہے ثنا خوانِ محمدؐ

کوئی دنیا میں ستم کش نہ رہا میرے بعد
ہو گئے اہلِ جفا اہلِ وفا میرے بعد

نام لیتا نہیں افسوس محبت کا کوئی
حُسن حیران و پریشان ہوا میرے بعد

کون لوٹے گا یہ دنیا کے مزے ہائے خدا
کون دیکھے گا یہ انداز و ادا میرے بعد

آپ کے کون اٹھائیگا ستم ہائے ستم
کون سہوے گا یہ بیجا و بجا میرے بعد

خوبیِ طالعِ اغیار ہے یہ وائے نصیب
توبہ کرتے ہیں جفا سے وہ دلا میرے بعد

عشق کا ترک مسلم ہے وگرنہ احقر
آپ ہووینگے پشیماں بخدا میرے بعد

چُپ ہیں خوبانِ جہاں میرے بعد
گنگ ہیں سحر بیاں میرے بعد

نامِ عشاق عیاں تھا مجھ سے
ہو گیا عشق نہاں میرے بعد

ہو چکا لطف کے پردے میں ستم
اب یہ ہووے گا عیاں میرے بعد

سب کے خواہاں ہیں جہاں میں لیکن
آپ جائینگے کہاں میرے بعد

خبط ہے ناز و ادا بعد مرے
وہم ہے عشقِ بتاں میرے بعد

جائے ماتم ہوئی دنیا احقر
روتے ہیں پیر و جواں میرے بعد

معلوم ہو گی میری وفا تین دن کے بعد
جب مجھ پہ ہو گا تم سے خفا تین دن کے بعد

جیتے رہیں کہاں تک اب امیدِ وصل میں
ہوتا ہے انکو عذر نیا تین دن کے بعد

جانبر ہوا نہ ہائے ترا کشتۂ ستم
آخر کو دیکھو مر ہی گیا تین دن کے بعد

مرنے سے میرے خوش ہوئے اسکی خبر بھی ہے
کیجے گا کس سے ناز و ادا تین دن کے بعد

تنہائی تھی دلمیں اب نہ ملینگے تمام عمر | قابو میں اپنے دل نہ رہا تین دن کے بعد
گو خوش ہے وصال میں ہم تین دن تو کیا | پھر وہی اپنا حال ہوا تین دن کے بعد

برسوں سے اپنا کام ہے احقر ستم کشی
ہوتی ہے ایک تازہ جفا تین دن کے بعد

ردیف ڈ

دونوں طرف ہی حال پر اپنے بجا گھمنڈ | ان کو غرور حسن ہمیں عشق کا گھمنڈ
سمجھے ہیں وہ تو حسن کے زیبا غرور کو | یہ اور ہے غرور یہ اک دوسرا گھمنڈ
سارے حسین جہان کے ہوتے ہیں پُر غرور | کہتے ہیں وہ ہمیں کو نہیں ہے نیا گھمنڈ
کہتے ہیں میرے دلکو کہاں بچکے جائیگا | ہم دلستان عام ہیں تجکو ہے کیا گھمنڈ
ان کا غرور حسن ہے خود ان کا جاں نثار | سو بار ان پہ ہوتا ہے اگر فدا گھمنڈ
جس دلربا کو حسن خداداد ہو نصیب | اسکو خدا نہ دے گا تکبر غنا گھمنڈ
انکے فدائی کے لیے سب انکی آن ہیں | غمزہ، غرور، ناز، تکبر، ادا گھمنڈ
گزری تڑپ تڑپ کے ہے ساری شب فراق | اب اپنے جذب شوق کا جاتا رہا گھمنڈ

یہ قدرداں کا مارنا ہوتا ہے دیکھ لو
احقر کے ساتھ حسن کا سارا گیا گھمنڈ

ردیف ذ

عاشق صادق کو تو معشوق کا ہے غم لذیذ | حضرت معشوق کو ہر دم ہے اپنا دم لذیذ
جسکو لذت زخم کی ہو اسکے دل سے پوچھئے | جو جراحت ہے بڑھاتا اسکو وہ مرہم لذیذ
کام معشوقوں کا ہے دن رات ہنسنا بولنا | وہ ہنسے بولے لگا کیا جسکو کہ ہو ماتم لذیذ

جو سُنا کرتا ہے باتیں عشق و عاشق کی کبھی
درد اُسکو بھی کبھی ہوتا ہے بیش و کم لذیذ

دل کسیکا پھنس رہے گم ہو اندھیری رات میں
اُنکو اپنی زلف پیچاں کا ہے خم پر خم لذیذ

دلکو لیکر بھاگنا ایسا اُسے مرغوب ہے
جیسے صحرا میں غزالوں کو ہے اپنا رم لذیذ

اپنے ہی دم سے ہے قائم عاشق و معشوق شوق
اس لیئے احقر ہیں اپنے آپ کو خود ہم لذیذ

کسی الفت کو گلے کا جو بنایا تعویذ
واہ کیا خوب یہ حُب کا ہمیں پایا تعویذ

آنکھ ملتے ہی یہ دل چھین لیا کرتا ہے
واہ اچھا یہ ہمیں تم نے دکھایا تعویذ

جان و دل کا جو مری پہنا تھا تم نے لیکر
وہ بتاؤ کہ کہاں تم نے گنوایا تعویذ

دل پہ جب نام لکھا ہے تو وہ آئیگا کبھی
پاس کے پاس یہ حُب کا نکل آیا تعویذ

عمل حُب وہ سدا ساتھ لیئے پھرتے ہیں
ناز و انداز و ادا غمزہ بنایا تعویذ

کچھ بھی تاثیر محبت کا اثر اُن پہ نہیں
کیا کسی نے اُنہیں اسکا بھی بتایا تعویذ

ہم نے دل ڈالدیا اپنا گلے میں اُن کے
چشم بد دور کہ یہ اُن کو بھی بھایا تعویذ

اُنکو یاں لائے نہ لیجائے تصور اُن کا
ایسا تو دیکھا نہ اپنا نہ پرایا تعویذ

خال و خط زلف و دہن حُسن کی زینت کیلئے
احقر ان سب کو نظر کا ہے بتایا تعویذ

ردیف ر

ہم خوش ہیں ہر اک جائے جو کاشانہ سمجھکر
سمجھے ہیں تجھے صاحب ہر خانہ سمجھکر

قسمت میں تو کچھ دل تھا نہ ایمان تھا نہ دین تھا
جاں لیگئے وہ حُسن کا بیعانہ سمجھکر

مائل نہ ہو کیوں خال پہ صیاد سم ابرو
عارض کی چکا چوند میں یک دانہ سمجھکر

سرمست کسی کے تو بنے رہتے میں ہر دم
رہتے ہیں تصور میں جو خمخانہ سمجھکر

سب چھن گیا اب عشق میں نازک سی کمر کے
وہ زور جو تھا ہمت مردانہ سمجھکر

دیکھا جو مجھے ضعف سے ناقابل برداشت
جان لیتے ہیں وہ جور کا ہرجانہ سمجھکر

چشموں کے تصور کو نشہ باز تمہارے
عین آنکھوں میں رکھ لیتے ہیں پیمانہ سمجھکر

کیوں چٹکی میں ملتے ہو سدا کھیل سمجھکر
دل ہمنے دیا تھا تمہیں فرزانہ سمجھکر

مے سی نہیں مطلب ہی تو حرمت سے غرض کیا
پی لی کرم ساقی مستانہ سمجھکر

تم غیر کے پہلو میں ہو تو بھی ہو ہمارے
ہم غیر نہیں کیوں تمہیں بیگانہ سمجھکر

اسواسطے رکھا ہی تمہیں دلمیں کہ تم بن
یہ درد نکل جائے نہ ویرانہ سمجھکر

ہرجائی ہے محبوب تو ہر جائے پہ ہم بھی
سر رکھتے ہیں اپنا در جانانہ سمجھکر

بت آنکھوں کے رستے سی چلے آتے ہیں دلمیں
کعبہ میں چلے آتے ہیں بتخانہ سمجھکر

سو ہوش بصد خرمی قرباں کریں احقر
اک بار اگر دیکھیں وہ دیوانہ سمجھکر

دل تمہیں دے ہی چکے پھر تمہیں چاہیں کیونکر
جان میں جان نہیں عشق نباہیں کیونکر

آہ کو اپنی رسا دیکھ کے چپ رہتے ہیں
وہ ہوں بیچین تو ہم پھر کریں آہیں کیونکر

یاں تصور سے ہی آنکھوں میں چکا چوند آئی
ٹھیریں اس عارض تاباں پہ نگاہیں کیونکر

ہوش جاتے رہے جب سے کہ دل آیا تجھپر
جان باقی ہے تو اسکو بھی بچائیں کیونکر

جو کہ آنکھوں میں سمایا ہو بسا ہو دلمیں
اسکے انداز پھر احقر میں نہ آئیں کیونکر

ہم مر مٹے اک آن پر اک ان کی ادا پر
سو شکر ادا کرتے ہیں اس اپنی فنا پر

معشوق وہ ہے جسکو نہ ہو رحم فغاں پہ
عاشق ہے جو معشوق کی راضی ہو رضا پر

گر چاہنا تیرا ہے خطا ہم ہیں خطا دار
کیا چھوڑ دیں اب تجکو کہیں اپنی خطا پر

ہر آن پہ ہر آن جو مرتے ہیں تمہاری
دم اپنا فنا کیوں کریں وہ آب بقا پر

معشوق کو کس طور سے پا سکتا ہی عاشق
مائل نہوا عشق کے گر رنج و بلا پر

جو کہدیا وہ سُن لیا کہکر بہت اچھا
عاشق کو اختیار نہ کیوں پہ ہی نہ کیا پر

عاشق کی دعا خیر کبھی لے کے تو دیکھو
رہتے ہیں لگے کان اجابت کے دعا پر

اے جور و جفا کیش تجھے چاہتے ہی کیوں
ہوتا نہ بھروسہ جو ہمیں فضلِ خدا پر

دونا ہوا جنجال گرفتارِ بلا پر
مائل ہوئے احقر جو کسی زلفِ دوتا پر

گھسا رہتا ہی دلمیں عشق اک دردِ نہاں ہوکر
کبھی باہر نکل آتا ہے یہ آہ و فغاں ہوکر

اُبھرنے ہی نہیں دیتے ہو بچپن میں جوانوں کو
کروگے اور اس سے بھی زیادہ کچھ جواں ہوکر

دل و جاں کے مرے لینے کو بس تیار رہتے ہو
کبھی کچھ مہرباں ہوکر کبھی نا مہرباں ہوکر

غمِ فرقت کو ہم تو وصل میں جانے نہیں دیتے
کہ یہ غیروں میں کیوں جائے ہمارا میہماں ہوکر

ہوئی رنج و بلا فتنہ مصیبت عشق میں راحت
ہمارا کر سکا کیا کہیئے دشمن آسماں ہوکر

میں پہنسکر زلف میں آیا ہوں خیر دم تو لینے دے
خبر بھی ہے کہ آیا ہوں کہانسے میں کہاں ہوکر

میں اُنپر مر رہا ہوں اور وہ کہتے ہیں جیو کچھ دن
قضا تو فیصلہ انسے کرا دے درمیاں ہوکر

چلو ناقہ پہ ہو بیٹھو نہ کھینچو رنج تنہائی
تمہارا عشق لے جائیگا تمکو سارباں ہوکر

عجب تاثیر الٹی کچھ موافق ہی حسینوں کے
کہ کہلاتے ہیں دلبر اک جہاں کے دلستاں ہوکر

عیاں ہوتا ہی دردِ عشق معشوقوں کے چھپنے سے
بڑہا دیں دردِ پنہانی کو جو وہ خود عیاں ہوکر

کہیں یہ ڈر نہ آئے سامنے محشر میں بھی اپنے
تمہاری سی ہاں بھی سب نے کہدیں اک زباں ہوکر

عدو سے کہہ دینا حال دردِ عشق کا احقر
یہ دلکا بہید لیتے ہیں تمہارے رازداں ہوکر

جہاں میں تم ہی بن بیٹھے ہو سب کا مدعا ہوکر
تو پہر آخر کرے گا کیا کوئی تم سے سوا ہوکر

ادا و ناز و غمزے میں حسینوں سے بڑہے آگے
وفا میں کیوں ہٹے جاتے ہو پیچھے پیشوا ہوکر

الٰہی! تمکو فتنہ و بلا آفت جہاں سمجھے
کہ تم میرے ہی بس ہو کر رہو آفت بلا ہو کر

ہمیں تو بیدلی کی بھی شراکت خوش نہیں آتی
کسیکا دلستاں کیوں ہو ہمارا دلربا ہو کر

تمنا کیا کریں اُن کی نصیب اُلٹا اثر اُلٹا
وہ غیروں کے نہو جائیں کہیں میری دعا ہو کر

جناں میں حور کے بدلے تمہیں چاہیں تو پائینگے
خدا محروم رکھیگا کہیں ہم کو خدا ہو کر

ہو پورا عشق کامل شوق تو پھر کیا ہمیں غم ہے
جفائیں بھی مزا دینگی تری ہم کو وفا ہو کر

یقیں آیا کہ آئی بھی کبھی ٹل جایا کرتی ہے
تم آتے آتے اُلٹے پھر گئے میری قضا ہو کر

میسر خواب میں بھی تم نہیں آتے کبھی ہم کو
ہمارے کس مرض کے ہو مسیحا و دوا ہو کر

تمہارا حسن کب محتاج ہو انداز و غمزے کا
تمہاری سادگی دل چھین لیتی ہے ادا ہو کر

بگڑنے کا مزا احقر عنایت سے زیادہ ہے
یوں ہی غیروں میں گر بیٹھے رہو ہم سے خفا ہو کر

ردیف ز

کہتے ہیں وہ جفا ہمیں آئی نہیں ہنوز
کیا خوب سچ ہے بات بنائی نہیں ہنوز

ہنس ہنسکے کیوں نہ ہوں نمکپاش سینے تو
صورت بھی زخم دل کی دکھائی نہیں ہنوز

ہر آن اُن کی مارنے والی تو ہے ضرور
پر ہم مریں کہاں سے کہ آئی نہیں ہنوز

بیٹھے تو ہیں خفا وہ بہت دیر سے مگر
کوئی خطا ہماری بتائی نہیں ہنوز

کہتے ہیں وہ کہ ایسی طبیعت جہاں میں
ہم پر کہ جو نہ آئی ہو پائی نہیں ہنوز

دیکھا ہے جب سے حسن خداداد کو ترے
صورت کبھی کسیکی بھی بھائی نہیں ہنوز

خاموش تمکو دیکھکے بیٹھے رہیں ضرور
پر کیا کریں کہ دلمیں سمائی نہیں ہنوز

ایک آدھ سن کے آپ تو گھبرا اُٹھے جناب
ٹھیرو ذرا مصیبت اپنی سنائی نہیں ہنوز

قطعہ

احقر کو جاں دہی کی ملی داد بعد مرگ
تقدیر عاشقوں نے یہ پائی نہیں ہنوز

کہتے ہیں وہ کہ اپنی سی اچھی نباہ گئے
ایسی کبھی کسی سے نباہی نہیں ہنوز

تم وہ انداز نما ہو کہ تمہارا انداز
پا کے چلتا ہی تمہارا ہی سہارا انداز

طرز رفتار کو زلفوں کا ہلانا دیکھو
ہے قیامت کا مزا اور بلا کا انداز

ہیں وہ مقتل میں کھڑے ہاتھ کمر پر رکھے
یہ تو قاتل نے نکالا ہی نرالا انداز

سو سو طرح سے وہ عاشق کو دکھا دیتے ہیں
حُسن کا ناز و ادا غمزے کا کیا کیا انداز

اسکو بس کھوئے خدا اسکو جو کہنا چاہے
زخم ہی اُنکی ادا درد ہے انکا انداز

سب حسین دنیا میں انداز و ادا رکھتے ہیں
وہ کہاں حصے میں اُنکے جو ہی آیا انداز

پوچھو عشاق سے ایسا ہی حسین ورکوئی
جو ہمہ تن ہوا ادا اور سراپا انداز

ان کا چُپ رہنا بھی چھوڑتا ہی عشاق کو
اُنکی خاموشی ہی اک اور بھی گویا انداز

ایک انداز ہو تو اُس کا کریں اندازہ
ایک سے ایک ہی اچھے سے بھی اچھا انداز

انکے بچپن ہی میں معشوق گرے جاتے تھے
اب جوانی نے تو کچھ اور اُبھارا انداز

کیا کریں زلف سیاہ و رخ تاباں کی صفت
ایک کالی ہی بلا، ایک ہی گورا انداز

ناتواں ہے یہ بہت جیسے کہ ہم ہیں نازک
کہہ رہے ہیں کہ ہے احقر بھی ہمارا انداز

عشق میں جان ہی دینا ہے ہمارا انداز
لو مبارک رہے اب تم کو تمہارا انداز

آکے تم میں اسے ہی قتل ہی کرنا سب کا
نہ ہو قاتل تو کرے کیا یہ بچارا انداز

سرمہ سے خال ہے افشاں سے لب رخ نے لہ
آج سو طرح سے کچھ اور سنوارا انداز

کہتے ہیں جیتے رہو دیکھکے میرا وہ سلام
اور مرجانیکا کرتا ہے اشارا انداز

خال پر کوئی مٹے رخ پہ مرے یا کچھ ہو
اُن کو ہر طور سے ہے اپنا پیارا انداز

اسلیئے ہم تو رہ سکتے ہیں پڑے مقتل میں
دیکھ لیں اور بھی اک بار دوبارا انداز

تھی لڑکپن میں تو نا وا اسنئے انداز غضب — اور جوانی نے غضب اور ابھارا انداز

حسن وہ چیز ہے قدرت سے جسے ملجائے — سر سے پاتک اُسے کردیتا ہی سارا انداز

آئے تھے تاکہ جبیں دیکھکر اُن کو احقر
کیا کیا تو نے مجھے جان سے مارا انداز

ردیف س

کہتے ہیں جان و دل تو ہی میری ادا کے پاس — کچھ اور دینا کیجیے مجھکو بُلا کے پاس

رہتے ہیں دور ہم تو حسینوں سے کیا کریں — دل پاس ہو تو جائیں کسی دلربا کے پاس

تاثیر ایسی میرے لیئے ہے اکھل کھری — جا کر کبھی پھٹکتی نہیں ہے دعا کے پاس

اک زلف ہی بلا نہیں، رخسار و خال و خط — دو تین یہ بھی رہتے ہیں زلف دوتا کے پاس

کیونکر نہ ہوں عزیز وہ مجبورِ عشق کو — رہتے ہیں مدعی بھی مرے مدعا کے پاس

کہتا ہوں میں کہ تم ہو دوا میرے درد کی — کہتے ہیں وہ کہ تیری دوا ہی خدا کے پاس

شاید اڑا کے لیچلے کوچے میں یار کے — ہم بھی جبھی ہی رہتے ہیں ہر جا ہوا کے پاس

میں نے کہا کہ رہتے ہو اے یار اب کہاں؟ — کہتے ہیں دل سے پوچھو کہیں دور یا کہ پاس

تم دور ہی سے دیکھئے احقر قرار و ہوش
کہتے ہیں تم سے لینا ہی کیا ہمکو آکے پاس

اٹھوا رہی ہیں ہم سے جفائیں وفا کی آس — ظالم نہ توڑ دیکھ کسی مبتلا کی آس

مرجائینگے تمہارے ہی غم میں ہم ایک روز — ہمکو جلا رہی ہے ہماری قضا کی آس

اب تک نہیں قبول ہوئی تیرے باب میں — آگے ہو کس اُمید پہ ہمکو دعا کی آس

جیتے ہیں آرزوئے خط و خال و زلف میں — پر آفتیں جلائینگی اور اک بلا کی آس

اب خاک ایک فتنۂ محشر کی راہ میں — کردیگی کوئی دن میں کسی نقش پا کی آس

کس کس بلا میں پھنسکے ایدل تجھے ابھی
کیا لگ رہی ہے اور بھی زلفِ دوتا کی آس

مرجائے ایک ناز و ادا میں کبھی کے ہم
لیکن جلا رہی ہے مگر ادا کی آس

امواج بے نیازی میں اور بحر درد میں
غوطے کھلا رہی ہے دُرِ بے بہا کی آس

مرنے سے پہلے مرنا ہے بہتر جو یہ سُنا
ہم کو فنا میں رکھتی ہے ہر دم بقا کی آس

احقر! لگائے رکھنا بتوں کے بھی عشق میں
مضبوط ہو کے خوب تم اپنے خدا کی آس

ردیف ش

کیا دیکھتے ہو دوستو ناچار کی تلاش
ہے یار کی تلاش میں اغیار کی تلاش

کیا پوچھنا ہے اُسکا ستم بھی عزیز ہے
جب ہی تو ہے ہمیں بھی ستمگار کی تلاش

اسکا علاج کیا کرے حاذق طبیب بھی
ہو جس مریض عشق کو آزار کی تلاش

غم کی تلاش مجکو ہو کیونکر نہ چارہ گر
سنتا ہوں اُن کو ہے کسی غمخوار کی تلاش

چھپتے ہیں میرے ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ ضرور
کرتی ہے گم انہیں میری ہر بار کی تلاش

دیکھو جنوں تو ڈالے ہی جائے گا آبلے
صحرا میں ہمکو کرنی پڑی خار کی تلاش

مقتل میں آہی پکڑا مجھے قتل ہوا تو ہوں
دیکھو تو اپنے یار کو گرفتار کی تلاش

اُن کی ہر اک ادا میں ہزاروں ہیں پیچ و تاب
زلفوں میں پھنسکے رہ گئی رخسار کی تلاش

احقر مریضِ عشق کو بدلے طبیب کے
رہتی ہے روز اک نئے آزار کی تلاش

اُسکو نہ اپنا اور نہ اِدھر اور اُدھر کا ہوش
وہ اک نظر میں کھوتے ہیں پیغامبر کا ہوش

اپنی نظر تو زلف و رخِ یار پر رہی
شب کی خبر رہی نہ رہا کچھ سحر کا ہوش

سر پھوڑتے ہیں کوہ و بیاباں میں رات دن
اب قبر ہی میں آئیگا بس اپنے گھر کا ہوش

گردن جھکائے دیکھا جو زلفوں کے بوجھ سے
اب آیا نازکی کو تمہاری کمر کا ہوش

ہمنے قفس میں ہوش سنبھالا ہے بلبلو!
پرواز کی خبر ہے نہ کچھ بال و پر کا ہوش

دونوں لگے ہیں ایک ہی پھندے میں عشق کے
کچھ ہے جگر کو دل کا نہ دل کو جگر کا ہوش

آئے وہ بعد مرگ جو میرے مزار پر
آیا ہے اب کشش کو مری کچھ اثر کا ہوش

گزری ہے رات وصل میں ساری ہنسی خوشی
صبح کو سارا گم ہوا وہ رات بھر کا ہوش

جانے میں جاں کا خوف، بلا نا جگر کہاں
احقر کو عشق میں بھی ہے خوف و خطر کا ہوش

ردیف ص

عقل و دانش کو تو بھلا دے حرص
یہ نہیں کچھ کہیں سے لا دے حرص

مل ہی جاتا ہے کچھ کہیں سے کبھی
یہ نہیں ہے کہ کچھ سدا دے حرص

نیک اعمال کی تو ہر اک کو
اپنی درگاہ سے خدا دے حرص

ہم سے کیوں پوچھو ہم تو کیا جانیں
پوچھو شیطان سے، بتا دے حرص

جز پریشانی اور بدنامی
ماسوا اس کے اور کیا دے حرص

وہ تو کچھ اور بات ہے کہ خدا
عشق و معشوق کی لگا دے حرص

گر ہو معشوق کی عنایت کی
وہ تو پھر کچھ نہ کچھ دلا دے حرص

پر ہے اس میں مزاج دانی شرط
نہ ہو ایسا کہ پھر دغا دے حرص

حرص محبوب کی کرو احقر
تا کہ اک گنج بے بہا دے حرص

آہ عاشق کی ہے اک آہِ خاص
اور معشوق کی نگاہِ خاص

اُن کی ساری ادائیں اچھی ہیں
مگر ہوتی ہے گاہ گاہِ خاص

کہنے کو چاہتا ہے ایک کو ایک
چاہ عشاق کی ہے چاہِ خاص

کہنے سننے کی ہے پناہ کچھ اور
ہے خدا کی پناہ پناہِ خاص

اپنی راہ لیجئے حضرتِ زاہد
ہے رہِ عشق ایک راہ خاص

عاشقوں کا بھی دن ہی وصل کا دن
ماہِ رمضاں ہے جیسے ماہِ خاص

خاک میں کوئے یار کی ملنا
عاشقوں کی ہے عز و جاہِ خاص

بادشاہوں کے بھی لیئے ہے ضرور
اُن کا معشوق ایک شاہِ خاص

اُن کا کہنا کہ خواہ مخواہ سے آئے
ہائے احقر یہ خواہ مخواہِ خاص

ردیف ض

اُن کو ہے اپنی ہر ادا سے غرض
ہم کو بھی ہے اسی بلا سے غرض

اُن کے ہو کر رہیں کوئی ہو طور
مدعی کو ہے مدعا سے غرض

کیا غرض جان و دل سے ہے نہ رہے
عاشقوں کو ہے دلربا سے غرض

بے غرض بھی جہاں میں ہوتے ہیں
پھر ہی جن کو ہے خدا سے غرض

اُنکے پیچھے چلے ہیں ہٹ کر دور
اپنی نکلے گی نقش پا سے غرض

سامنے تم ہو گر تو سب کچھ ہے
کچھ اثر سے نہ کچھ دعا سے غرض

کچھ صدف سے غرض نہ دریا سے
جس کو ہے دُرِ بے بہا سے غرض

اپنا مشرب تو عاشقانہ ہے
نہیں کچھ زہد و پارسا سے غرض

تم رہو ساتھ ساتھ مرجائے
یہی احقر کی ہو سدا سے غرض

ردیف ط

عشق بھی ہو اور ہو عاشق کو جاں کی احتیاط — واہ وا یہ کیسا دل ہے اور کہاں کی احتیاط

عاشقِ یکتا کو خود بھی ایک ہونا چاہیئے — اسکو رہنی چاہیئے دونوں جہاں کی احتیاط

مرضیِ محبوب مولا پر ہو ہر دم جاں نثار — ہے یہی بندے کو مولائے جہاں کی احتیاط

وہ بھویں تانیں نظر افگن ہوئے ہیں ہر طرف — کون کر سکتا ہے اب تیر و کماں کی احتیاط

ہم کہیں معشوق اُنکو اور نہ وہ عاشق کہیں — دیکھیئے کیا گل کھلاتی ہے وہاں کی احتیاط

اُنکو پاسِ ننگِ ناموس ہمکو اُن کا خوف ہے — بے مزہ رکھتی ہے کیا کیا درمیاں کی احتیاط

ہم تو غیروں کو بھری محفل میں سب کچھ کہہ اٹھیں — سامنے ہے یار بھی یوں ہے بیاں کی احتیاط

دیکھنے سے وہ نظر بھر کر بھی ہوتے ہیں خفا — دیکھنا پہنچی کہاں تک بدگماں کی احتیاط

آپ کے کہنے سے احقر سب سنینگے غیر کی
پھر ملانے میں ہمیں ہے ہاں میں ہاں کی احتیاط

دل ستانی ہے دل ستاں کی شرط — جاں نثاری کو بس کہاں کی شرط

کہتے ہیں ہم سے پاک صاف رہو — کوئی دیکھے تو بدگماں کی شرط

اُس جفا کار و بے وفا کی تو — چاہنے میں بھی ہے جواں کی شرط

عشق و معشوق اور عاشق میں — مہر کی ہے نہ مہرباں کی شرط

اُن کی تعریف ہم کریں کیوں کر — واں ہے اسمیں بھی خوش بیانی کی شرط

کوئی تڑپے نہ زیرِ خنجر بھی — کیا بلا ہے بلائے جان کی شرط

ہر طرح تم پہ شرط ہے مرنا — عشق میں کب ہے ابرو آن کی شرط

آپ آندھی ہیں وہ ستانے کو — کیوں اُڑائیں نہ آسماں کی شرط

ساتھ مقتول کے انہیں احقر — قتل میں بھی ہے سخت جاں کی شرط

ردیف ظ

عشق ہوگا نہیں وہاں واعظ
رہتے ہو تم جہاں جہاں واعظ

منہ میں جو آئے کہتے رہتے ہو
آپ کی ہے فقط زباں واعظ

کہو دل سے تو کچھ اثر بھی ہو
بے دلی کا ہے سب بیاں واعظ

میں برا اُن کے اچھا تمکو کہوں
میں ہوں یا تم ہو؟ بدزباں واعظ

ہم تمہاری بھی سب سمجھتے ہیں
رند ہوتے ہیں رازداں واعظ

کچھ ہماری بھی تو کبھی سن لو
اپنی کہنے کے ہو میاں واعظ

کہنے سے پہلے ہم سمجھتے ہیں
ہم گنہگار! اور جناں واعظ

شکل کی دیکھکر پریشانی
ہمپر ہوتے ہیں بدگماں واعظ

ہجو رندوں کی کرچکے کہ نہیں!
جانیئے اب ہوئی اذاں واعظ

تم تو اپنے بیاں کے ہو پابند
رند رکھتے ہیں وہ نہاں واعظ

تم نے لی زہد اور ہم نے عشق
تم کہاں ہو اور ہم کہاں واعظ

عشق بازوں میں وعظ کہیئے گا
خیر ہے تم یہاں کہاں واعظ

کیا کسی دلربا کو دیکھ لیا
آج کیا ہے نہ ہوش ہاں واعظ

زاہد! اختر کو زہد خشک نہ دو
کچھ کرو عشق کا بیاں واعظ

عشق میں بھی ہو دل و جاں کا لحاظ
بہر خدا! یہ ہے کہاں کا لحاظ

بڑ سی لگی رہتی ہے آٹھوں پہر
اس میں زباں کا نہ بیاں کا لحاظ

مانگنے والے کو تو ہے مانگنا
اسکو کہاں پیر مغاں کا لحاظ

شرم جہاں آتی ہے ہم سے تمہیں
چاہیئے ہمکو بھی وہاں کا لحاظ

بیٹھے رہا کرتے ہیں خاموش ہم
ہائے غضب درد نہاں کا لحاظ

کہنے سے ہر بار ہے مطلب تمہیں
اسمیں نہیں کا ہے نہ ہاں کا لحاظ

احقر ہوئے عشق میں آزاد و ننگ
اب کہاں پنہاں و عیاں کا لحاظ

مرنے میں اور جینے میں دیکھا نہیں ہے حظ
سمجھے بغیر عشق کہیں بھی نہیں ہے حظ

وہ عشق میں تمہارے مزا ہے ہُوَ ہُوَ
جو تم کو اپنے حسن میں اے مہ جبیں ہے حظ

اسپر ہی مرتے ہم بھی رہینگے تمہیں اگر
ناز و ادا و غمزہ میں اے نازنیں ہے حظ

ہمکو مزا ہے ہاں میں بجا اور درست میں
ہر جا جو تم کو اپنی چناں اور چنیں سے ہے حظ

درد و غم و فراق و تمنا و آرزو
تجکو تو ان ہی باتوں میں اے قلبِ حزیں ہے حظ

نیرنگیوں سے عشق کی اللہ کی پناہ
آفت ہے درد و غم ہے کہیں اور نہیں ہے حظ

باریک جیسا دیکھتے ہو دردِ عشق کو
اس سے بہت زیادہ بس احقر مہیں ہے حظ

ردیف ع

مرنے سے کسیکو نہیں انکار بہر نوع
جب رہتے ہیں ہم جاں سے بیزار بہر نوع

کچھ وعدے میں بھی کشمکش ایسی ہے بس انکے
انکار بہر نوع ہے نہ اقرار بہر نوع

وہ آنکھیں دکھا کر کبھی ابرو کو چڑھا کر
رہتے ہیں مرے درپے آزار بہر نوع

اللہ رے مجبوری الفت کہ عدو کا
رہجاتے ہیں منہ دیکھکے ناچار بہر نوع

سمجھانیسے بھی انکی سمجھ میں نہیں آتا
دلداری اگر ہو تو ہیں دلدار بہر نوع

کچھ بننے کی حاجت نہیں انکو مرے آگے
وہ جانتے ہیں مجکو خریدار بہر نوع

آنے پہ بلانے پہ وفا پر کہ جفا پر
اے یار بُری ہوتی ہے تکرار بہر نوع

غیروں پہ ہو وعدے پہ مکرنے پہ ہو کچھ ہو
تکرار کے ہرگز نہیں ہم یار بہر نوع

ہو عشق مددگار بہر حال تو احقر
عاشق کو تو آسان ہے دشوار بہر نوع

ردیف غ

تم کو لینے ہی میں یہاں ہی دریغ
ہم کو دل دینے میں کہاں ہی دریغ

وصل میں تمکو ہجر میں ہم کو
دونوں جانب کے درمیاں ہی دریغ

غیروں کی ہم اٹھائینگے سب کچھ
ہاں مگر انکی ہاں میں ہاں ہی دریغ

عاشقوں کو کہاں یقیں ہوگا
اپنی جاں تم سے جان جاں ہی دریغ

یہ تمہارا ہے پُر جفا شیوہ
مہربانی میں مہرباں ہی دریغ

جاں دہی میں عدو کو اور مجکو
دیکھ لو ہے یہاں وہاں ہی دریغ

ہے نگہ تیر اور کماں ابرو
کھینچ دیکھو جہاں جہاں ہی دریغ

ہم سے اغیار مانگ لیں سب کچھ
وصل جاناں میں ہاں یہاں ہی دریغ

اُسکے در پر ہو خاک عزت و شاں
ہاں مگر پاس پاسباں ہی دریغ

یہ تو سچ ہے کہ بن گئی جاں پر
اسکا احقر مگر بیاں ہی دریغ

ردیف ف

اک بار دیکھو اپنے جو بیمار کی طرف
تا دیکھے وہ نہ زحمت آزار کی طرف

دیکھو اثر کو اُسکے جو ہی پائمال ہیں
کیوں لگ رہے ہو شوخیِ رفتار کی طرف

جاں ہاتھ میں لیئے جو ہو موجود سامنے
کیا دیکھتے ہو غمزہ سے ناچار کی طرف

مدِ نظر بنایا تمہارے ہی حسن نے
سب دیکھتے ہیں طالب دیدار کی طرف

اپنے حسیں کی قدر بڑھانیکے واسطے
ہم دیکھ لیتے ہیں کبھی دو چار کی طرف

کیا دیکھا اُن کا حسن چکا چوند کے سوا
ہم دیکھ بھی سکے ہوں کبھی یار کی طرف

دل بھر کے خوب دیکھ لیا انکو بیدھڑک
وہ دیکھنے میں جب لگے اغیار کی طرف

احقر وہ ناز و غمزہ میں ہشیار ہیں تو ہم
بیہوش ہو کے جائینگے ہشیار کی طرف

نہ ہوگا کوئی کسی کے خیال سے واقف
ہر ایک شخص ہے بس اپنے حال سے واقف

تمہاری کاکل و مژگاں کی قدر وہ جانے
جو حسن و عشق کے ہو بال بال سے واقف

تمہارا مثل بتائے تو ہم سلام کریں
جو ہو حقیقتِ مثل و مثال سے واقف

تمہارا اور مرا زائچہ وہ کھینچے گا
جو ہے نجوم و رمل حکم و فال سے واقف

ہماری آنکھ کو اپنا بناؤ آئینہ
جب ہو گے حسن کے اپنے کمال سے واقف

وبالِ عشق کو کہتا ہے بے تکی ناصح
وبال وہ کہے جو ہو وبال سے واقف

غضب ہے قہر ہے یا ایک آفتِ جاں ہے
ہے احقر انکے عتاب و ملال سے واقف

ردیف ق

آراستہ کوئی ہے کوئی ہے خرابِ عشق
نیرنگیاں ہیں آپ کی ساری جنابِ عشق

غصہ ہو پائمالی ہو تیزی ہو کچھ بھی ہو
یہ ترشیاں اتار سکیں کب شرابِ عشق

زردی رخ یہ خشکیٔ لب دیکھتا ہے کون
منہ پر پڑی ہوئی ہے ہمارے نقابِ عشق

معلوم ہوتا ہے کہ گلستاں میں ہے لکھا
میرے لیئے ہی حضرتِ سعدی نے بابِ عشق

ہے ماجرا طویل کہاں تک سنے کوئی
مارے بغل میں پھرتے ہیں ہم تو کتابِ عشق

نیک اور بد تو اپنا بتا دینگے حشر میں
ہے خوف یہ کہ پوچھ نہ بیٹھے حسابِ عشق

آوارگی کی حشر میں ہوگی جو پوچھ پاچھ
دینے کو ہوگا پاس ہمارے جوابِ عشق

تم زلف کو بناؤ گے کیا کچھ خبر بھی ہے
پیچاں بنا رہا ہے اسے پیچ و تابِ عشق

زاہد تمہارے واسطے ہی یہ ثوابِ زہد
اور عاشقوں کے واسطے ہوگا ثوابِ عشق

زاہد یہ زہد خشک ہی کر سے کے جاؤ گے
دیدار تک نہ پہنچنے دے گا عذابِ عشق

کیوں عاشقوں کو ذلت و خواری کا شوق ہو / قدرت نے آپ چھین لیا ہی حجاب عشق
انکو جو دیکھا بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے / دیتا رہا ہُو کے بہت اضطراب عشق

رسوا ہو بیقرار ہو احقر ہو خوار ہو
یہ عاشقی کے واسطے ہے انتخاب عشق

ردیف ک

ہاں باغ حُسن میں وہی گلرو حسیں ہی ایک / مجنوں بھی اس بہار کا بس خوشہ چیں ہی ایک
یکتائی یہ ہے جسکو جہاں کے حسین بھی / بیشک ہیں متفق کہ یہی بالیقیں ہے ایک
اس ماہ رو پہ اپنے ہمیں کیوں نہ ناز ہو / مہ پارہ لوگ کہتے ہیں یہ مہ جبیں ہے ایک
کہنے کی ساری باتیں ہیں دلمیں نہیں اگر / کیا پوچھتے ہو ایسے کی ہاں اور نہیں ہے ایک
ہے آنا جانا سارے حسینوں کا حُسن و ناز / ہاں اپنے حُسن و ناز کا وہ خود امیں ہی ایک
اک حال ہی میں سارے جہانکے ہیں اہل دل / دل ہوں ہزار ہیں تو مگر دلنشیں ہی ایک

پُر ہے جہاں حسینوں سے اور ناز سے حسیں
پر اس ادا و غمزے کا احقر کہیں ہی ایک

ردیف گ

جو وہ وصل کا دلمیں پائیگی رنگ / شب ہجر پھر کیا دکھائے گی رنگ
یہ شوخی تری ۔ گر میں جیتا رہا / تو پھر کھیلنے مجھ سے آئے گی رنگ
مرے باب میں گفتگو غیر کی / یہ زردی کا سُرخی دکھائے گی رنگ
یہ سختیِ معشوقیت کی جھنگ / کہیں مبتلا کا جمائے گی رنگ
ہے پہلے ہی یاں رنگ چہرے کا فق / ادا آپ کی کیا اُڑائے گی رنگ

یہ مہ ہو شیشے حسن اُن کی کہیں
اب عاشق کا کیا آزمائے گی رنگ

نقاب محبت جو چہرے پہ ہے
تو عاشق کا بیشک چھپائے گی رنگ

طبیعت جو ہے عشق کی قدرداں
وہ میری طبیعت کا پائے گی رنگ

بگڑنے سے تیرا بگڑتا ہے کیا
یہ غصے کی صورت بنائے گی رنگ

غضب ڈھا رہی ہے یہ ننھی سی جاں
جوانی میں تو اور لائے گی رنگ

ہے گورے سے ہاتھوں میں اپنی قضا
تو مہندی تو کیا کیا دکھائے گی رنگ

یہ بچپن کی آفت نمائی ہے جب
تو چھٹتے بڑے ہو کے بڑھائے گی رنگ

نمی اُنکے ابرو کی تم دیکھنا
یہ بانکی ادا کا جمائے گی رنگ

یہ بے چینی احقر کی دیکھا کرو
کبھی نہ کبھی تو یہ لائے گی رنگ

دلمیں بھڑک رہی ہے مرے درد و غم کی آگ
معشوق کی بھی بنتی ہے لطف و کرم کی آگ

رو نیسے سہرے اور وہ غصے میں بھر گئے
اپنی ہے یہ لگائی ہوئی چشم نم کی آگ

اغیار تو لگائی بجھائی میں ہیں لگے
دل کو لگا بجھا کے یہاں ہمنے کم کی آگ

ہنس ہنس کے وہ عدو سے لگاتے ہیں اور آگ
رو رو کے آب چشم کے ہمنے بہم کی آگ

وہ دم ہی دم میں رکھے گزاریں گے عمر سب
یہ دم کے ساتھ جائیگی بس اپنے دم کی آگ

کھانے کی چیز ہے ہو کر دے نہ یہ کہیں
داغی خدانخواستہ جھوٹی قسم کی آگ

پتھر پڑیں طبیبوں کی عقلوں پہ چارہ گر
سمجھے نہ تم نہ وہ کہ ہے عشق صنم کی آگ

قسمت میں اپنی جلنا جو احقر لکھا گیا
دنیا میں آکے بھڑکی ہے ملک عدم کی آگ

ردیف ل

ہیں اپنے اپنے رتبہ میں سارے جدا رسولؐ
لیکن ہیں آپ ایک حبیب خدا رسولؐ

آنکھوں کو میرے پاؤں بنا کر بلایئے
سر تھو کروں میں آپ کی آ جایئے یا رسولؐ

اللہ جس کو چاہے اسیکو نہ چاہیں کیوں
اُسپر فدا نہ ہوں کہ ہیں جسپر فدا رسولؐ

کس منہ سے کس زبان سے ادا اُس کا شکر ہو
محبوب اپنا کرکے ہمارا کیا رسولؐ

دے کر وہ مالا مال کیا دو جہان میں
جو تحجیرِ ذات کا ہے وہ ہے بہا رسولؐ

اُس سے بڑی تو بس کہ خدا ہی کی ذات ہے
باقی تو ہے ہمارا ہی سب سے سوا رسولؐ

یکتائی میں خدا کی اور انکی ہے اتنا فرق
وہ اپنی ذات سے ہے یہ اس کا کیا رسولؐ

احقر کو کہنے سننے کی کچھ بھی نہیں مجال
پوچھو رسولوں سے کہ محمد ہیں کیا رسولؐ

ہمارا ہاتھ سے کھویا ہوا دل
جو تم پائے تو ہمکو پا گیا دل

تمہیں یاں کھینچ لائے گا اک دن
مرا جو مفت میں کھینچا گیا دل

وہ جلدی آئیں یا ہمکو بلائیں
نہیں ہو جائے گا آیا گیا دل

یہ تمپر آیا تو لیکر بھی آیا
یہ تم کہتے تھے کیوں کیسا گیا دل

وہ جاں کیا جو فدا تجھپر نہیں ہے
وہ کیا دل ہے کہ جو گھبرا گیا دل

کھلا تھا دیکھکر تم کو ابھی تو
عدو کو دیکھکر مرجھا گیا دل

بہت دن منتظر رہ کر یہ سمجھے
کہ کہکر آنے کی بہلا گیا دل

گیا ایسا کہ اب تک پھر نہ پلٹا
کسی پر آکے دل اچھا گیا دل

اُنھوں نے سیدھے منہ سی بات جو کی
تو اتنے ہی میں کچھ اترا گیا دل

میں پہلو سے چلا تو دل سے جانا
یہ میری جان کو سمجھا گیا دل

ہم اُن کو دیکھکر جو سٹپٹائے
کہا احقر کا ہم پر آ گیا دل

یہ خوبی شانِ محبوبی کی ہے اظہار کے قابل
کہ ساری خوبیاں ہیں احمد مختار کے قابل

خدا جسکی کرے ہر بات میں ہر آن دلداری
وہ ہی ہر ایک کے ہے واسطے دلدار کے قابل

شفیع المذنبیں کرکے دیا خُلقِ عظیم اُن کو
کہ ہوں دونوں جہاں میں وہ ہر اک ناچار کے قابل

شفاعت کے حمایت کے خدا کی مہربانی کے
ہوئے پیغمبروں میں آپ ہی سردار کے قابل

مدینہ میں بُلا کر اپنی محبوبی کے صدقے میں
کرو مجھ جیسے ناقابل کو بھی دربار کے قابل

تمہاری اوری شفقت مریضِ معصیت کو بھی
بھلا چنگا بنا دے گی جو ہے آزار کے قابل

تمہارے فکر کے قرباں نہ کیونکر ہو ہمارا فکر
کبھی بھی بیغمی ہوتی نہیں غمخوار کے قابل

بڑی مشکل میں ہیں مولا تمہاری مہر کے قرباں
تمہیں ہو سہل کرنیکو ہر اک دشوار کے قابل

تمہاری دردمندی سب کو کرتی ہے شفا بخشی
یہ صحت کے لیئے احقر ہے ہر بیمار کے قابل

ردیف م

ایسے ہوئے ہیں گم غمِ عشق بتاں میں ہم
آتے نہیں کسی کے خیال و گماں میں ہم

بجلاتے ہیں غضب نظرِ دلستاں میں ہم
ہیں مہر عاشقوں کے دلِ مہرباں میں ہم

کہتے ہیں اپنے آپ کو ہم اُسکا مبتلا
سرشار خود ہیں آپ ہی اپنے بیاں میں ہم

ہیں دردِ عشق اور ہے ہمارا ہی نام غم
رہتے ہیں عاشقوں کے دلِ ناتواں میں ہم

دیوانہ کہتا ہے کوئی وحشی کوئی ذلیل
رسوا ہوئے تمہاری بدولت جہاں میں ہم

وامق رہا نہ قیس نہ فرہاد سخت جاں
کیونکر نہوں عزیز دلِ عاشقاں میں ہم

مُنہ کان پہ ہے غیر کے اور ہم پہ ہے نگاہ
شاید کہ ہیں چھپے ہوئے رازِ نہاں میں ہم

عاشق ہیں جان نثار ہیں ہم وہ کچھ ہی کہیں
کیونکر ملائے جائیں نہ ہاں اُنکی ہاں میں ہم

تاثیر پائیں کچھ بھی اگر اُن کی چاہ میں
دل اُنکے دلمیں ڈالیں بیاں کو زباں میں ہم

ہر روز دن کو گریہ ہی اور شب کو ہائے ہائے
مشتاق ہو گئے ہیں اب آہ و فغاں میں ہم

تعریف اپنے حسن کی کرتے ہیں ہر گھڑی
گویا زبان تیز ہیں اُنکے دہاں میں ہم

کہتے ہیں وہ کہ نکلے نہ جاں وقتِ امتحاں
ق آتے ہیں تیرِ ناز کو کھینچے کماں میں ہم

انداز چال سے کیا احقر جہاں کو قتل
پوچھو ہمارے دل سے کہ ہیں امتحاں میں ہم

اپنے پہ آپ ہو گئے کچھ مبتلا سے تم
اب مدعی بنے ہو مرے مُدعا سے تم

ناخوش ہیں ہم وفا سے جو خوش ہو جفا سے تم
خوش ہیں جفا سے ہم جو خفا ہو وفا سے تم

لو ہم تو اُٹھ چلے رہے محروم غیر بھی
بیٹھے رہو خدا کرے یوں ہی خفا سے تم

پھر کام آ رہوں گا کبھی امتحاں کے میں
خنجر بُجھا کے لاؤ جو آب بقا سے تم

ہے وہم انتظارِ عدو پاس شرم میں
مڑ مڑ کے دیکھتے ہو کیوں آوازِ پا سے تم

ناز و ادا حیا و خط و خال و زلف و حسن
ترکیب ہائے پائے ہو کس کس بلا سے تم

کہہ بیٹھا اک جہاں نہ اٹھی آنکھ بل بے شرم
کیا بے حیا ہوئے ہو اس اپنی حیا سے تم

ہر آن دلستاں ہے ہر اک بات دلربا
گویا ادا تمہیں سے ہی اور ہو ادا سے تم

سمجھو عزیز ہمکو اگر حسن ہے عزیز
یوں ہی بنے رہو گے ہماری دعا سے تم

لٹکائیں جانیں سیکڑوں کج میں کلاہ کے
دل کتنے باندھے پھرتے ہو بندِ قبا سے تم

افسوس مفت جاں کے ہے جانے کا بعد قتل
کہتے ہیں وہ کہ مر گئے اپنی قضا سے تم

مجنوں کہے ہیں کوئی لیلےٰ کہے تمہیں
یہ چاہتا ہوں میں ہی چاہو خدا سے تم

سمجھے تھے اسکے کوچہ کو احقر دوائے ہجر
ق لے آئے اور اور مرض اس دوا سے تم

مایوس زیست سے ہی تمہاری مسیح بھی
بیمار ہو کے آئے ہو دار الشفا سے تم

ردیف ن

تمہاری آنکھیں تو دامن بہت جھٹکتی ہیں
نگاہیں شوق کی پر آن ہی پھٹکتی ہیں

تری ملاحت پر شعلہ رو کی گرمی سے
شعاعیں نیرِ چرخِ بریں لٹکتی ہیں

پسند لگا جو تری رنگ و بو کا گلشن میں
تو شاخ شاخ پہ کیا بلبلیں مٹکتی ہیں

چمن سے چلکے ہوائیں ہزار تیزی سے
تمہاری کاکلِ خمدار میں اٹکتی ہیں

کلام میں دُرِ دنداں کی وہ شعاعیں ہیں
کہ چاندنی سی شبِ تار میں چٹکتی ہیں

چمن میں نرگسِ بیمار آنکھیں ملتی ہے
وہ چشم و زلف نگاہوں میں جو کھٹکتی ہیں

چھپی ہے بو ترے غنچوں میں او خواہش میں
ہوائیں باغوں میں چاروں طرف بھٹکتی ہیں

ہے چشم شوخ جو صحرا میں آج جلوہ کناں
تو چشمہائے غزالاں الگ سٹکتی ہیں

کسی کی زلفِ معنبر کی یادگاری میں
ہزاروں بلبلیں سنبل پہ سر ٹپکتی ہیں

تمہارے عشق کا دھبہ تو لگ چکا اصغر
ادائیں آپ کی دامن کو کیوں جھٹکتی ہیں

وہ بیوفا ہیں تو ہوں ہم وفا کو کیوں چھوڑیں
وہ بے نیاز سہی ہم رضا کو کیوں چھوڑیں

یہ یادگار کسی کی ثمر ور ہے تو ضرور
لیا ہے عشق تو رنج و بلا کو کیوں چھوڑیں

ذرا سنو تو ہم عاشق ہیں اور وہ معشوق
تو وہ غنا کو اور ہم التجا کو کیوں چھوڑیں

ادائے حسن پہ رکھ دیں نہ جان دینے کو
وہ مدعی نہ نہیں مدعا کو کیوں چھوڑیں

بتوں میں جا کے خدا پر نظر ٹھہرتی ہے
بتوں کو چھوڑیں تو چھوڑیں خدا کو کیوں چھوڑیں

سلامتی میں دلِ بے حجاب کی اپنے
ہم اس مجسمِ شرم و حیا کو کیوں چھوڑیں

ہم عادی ہو گئے ہر دم جفائیں سہنے کے
تو پھر بتاؤ کہ اہلِ جفا کو کیوں چھوڑیں

ہم اپنے دلمیں نہ رکھیں تمہیں کو لیجا کر
تمہارے پاس دلِ مبتلا کو کیوں چھوڑیں

ہم اپنے گریہ میں جب آپ غوطے کھاتے ہیں
تو عشق جیسے دُرِ بے بہا کو کیوں چھوڑیں

اڑا کے لے ہی چلے گی اگرچہ ہوں برباد
ہم اُنکے کوچہ کی بادِ صبا کو کیوں چھوڑیں

جو دل سے کہتا ہوں بھائی کیوں؟ تو کہتا ہے
انہیں کہو نہ کہ زلفِ دوتا کو کیوں چھوڑیں

نشانہ دل کو اب اس شوق میں بنا لیا ہے
کہ تیرِ چشم و نگہ سرمہ سا کو کیوں چھوڑیں

ادا سمجھتے ہیں انکی جفا کو جب عاشق!
تو پھر بجا ہے وہ اپنی ادا کو کیوں چھوڑیں

کرم کو چھوڑ کے شانِ غنا کو کیوں چاہیں
وہ ہیں مجیب تو پھر ہم دعا کو کیوں چھوڑیں

بڑے بڑوں کو لیا ہے عشق کہتا ہے
تو ایک احقرِ بے دست و پا کو کیوں چھوڑیں

انکے رہنے کیلئے جائے بنا لوں تو کہوں
انکے ارمانوں کو میں دل سے نکالوں تو کہوں

تیز کرنے کو بھی خنجر کے کہوں گا ان سے
تڑپوں پھڑکوں ذرا کچھ جو میں نہالوں تو کہوں

میں بلاؤں بھی انہیں اور وہ بھی آجائیں
طاقت و تاب و تواں دل کو سکھالوں تو کہوں

میں کہوں آؤ وہ کہتے ہیں نہیں آتے ہم
کہنے سننے کا مزا دلمیں اٹھالوں تو کہوں

انکے ہی دلمیں کدورت اسے دھونے کیلئے
چشمِ مشتاق سے اشکوں کو بہالوں تو کہوں

دلکو روکوں گا میں پہلو سے نہ جانے دونگا
دشمنِ جاں کو اگر گود میں پالوں تو کہوں

تیز خنجر ہے یا ناوک ہے یا دلکش ہے نگہ
آنکھ سے آنکھ کبھی انکے ملالوں تو کہوں

کیا کہوں کیونکہ کہوں دل تو سنبھلتا ہی نہیں
پوچھتے کیا ہو ذرا دل کو سنبھالوں تو کہوں

دل بھی پہلو میں ہے اور جاں بھی بدن میں لیکن
سچ تو یہ ہے تمہیں سینے لگالوں تو کہوں

کہدوں کہنے کو تو انسے کہ تمہیں چاہتا ہوں
جان کی خیر ذرا اپنی منالوں تو کہوں

جان سے عاری ہوں اور دل سے افگار رہتا ہوں
دل بھی ہے جان بھی ہے تم کو منالوں تو کہوں

مثلِ تصویر تصور میں ہوں گم گو ان کے
اپنا یہ نقشہ میں انکو بھی دکھالوں تو کہوں

چاہنے والا میں انکا ہوں تو بس واہ رے میں
انکی نظروں میں کیا احقر میں سمالوں تو کہوں

فدا کیا ہو کریں قربان کیا ہم راہِ جاناں میں
کہیں کیا دل تو پہلو میں نہیں اور جان نہیں تن میں

قیامت کر رہی ہیں ہائے آنکھیں روئے تاباں میں
یہ سرمہ فتنے برپا کر رہا ہے چشم فتاں میں

بچائیں عشق سے گر جاں تو دل کا تھونسے جاتا ہے
یقیں ہے جاں نکلجائے جو لائیں دل کو ساماں میں

ہوا جاتا ہے ظاہر خود بخود چہرے سے دردِ دل
زباں پیدا ہوئی گویا ہمارے رازِ پنہاں میں

نہ توڑیسے کبھی ٹوٹے نہ جوڑیسے جڑے ہرگز
الٰہی عہد کا میرے اثر ہو تیرے پیماں میں

رسیلی دیکھکر آنکھیں پھنسا تھا یہ دلِ ناداں
خبر کیا تھی بجھاؤ زہر کا ہے نوکِ مژگاں میں

ہے وحشت از و پر پھر آبلے پا کے ابھرتے ہیں
اثر پیدا ہوا مشتاقیِ خارِ مغیلاں میں

یہی گر ضعف کی حالت ہے تو جی کی رہی جی میں
نکلنے کی بھی اب طاقت نہیں ہے میرے ارماں میں

جو نکلے بھی کوئی گھر سے تو کس امید پر نکلے
ملا کب چین مجنوں کو کسی جائے بیاباں میں

نظر کیونکر ٹھہر سکتی ہے اُسکے روئے تاباں پر
تعجب ہے کہ دل الجھا کہاں زلفِ پریشاں میں

بہا جاتا ہے عالم ایک جوشِ گریہ سے میرے
سما جانا ترا ہی کام تھا اس چشم گریاں میں

ہوا ہے شوقِ عریانی دلِ وحشی کو پھر شاید
کہ جو دستِ جنوں پہنچا ہے اب میرے گریباں میں

مرا جاتا ہوں مرنے پے کسی رشکِ مسیحا پر
مزا مطلق نہیں آتا مجکو آبِ حیواں میں

اسیرِ زلف ہوتے ہی یکایک آگیا رخ پر
نکلتے اپنے ہی بس دل کو دیکھا پھنسکے زنداں میں

نہیں کھینچا لگا کر تیر کچھ بہتان سے تجھپر
نہیں ہے دل جو چاہو میں تو ہو گا تیرے پیکاں میں

بتا اے جوشِ وحشت کس سے آنسو آنکھ کے پونچھوں
کہ کانٹے سینکڑوں الجھے ہوئے ہیں میرے داماں میں

بتنگ آیا نہ آخر اس دہانِ تنگ سے دل
جو غیرت ہو تو مر جاؤ ڈوب کر چاہِ زنخداں میں

عدو کی پارسائی کا عقیدہ ہو تو کیونکر ہو
کہیں بیٹھا نہیں رہتا کسی کے کوئے ایماں میں

جنوں میں یاد کرتے ہیں حواس و ہوش کو اپنے
تصور ہی کئے بیٹھے رہا کرتے تھے ہجراں میں

مرے یوسف کو پھر بیٹھے کہو تم یوسفِ ثانی
ملا دیکھے ذرا جا کر کوئی ثانی کو کنعاں میں

عجب تاثیر ہے دیکھو کہ مجھسے غمزدہ کو بھی
ہنسی آتی ہے رہ رہ کر خیالِ روئے خنداں میں

نکلتی ہے صدا لے اُقتلوا شمشیر ابرو سے
ندا لے قُم بِاذنی ہے دہانِ گوہر افشاں میں

نہیں کرو جواب وصل میں تا جاں نکل جائے
جئیں کب تک تمہاری زندگی ہوں ہو نہیں ہاں نہیں

گناہ میرے سمائیں تو سمائیں کیا تعجب ہے
سنا تو ہے کہ ہے وسعت بہت محشر کے میداں میں

نہیں لگتا ٹھکانہ عشق کے مارے کا اے احقر
نہ گھر میں اور نہ صحرا میں نہ گلشن میں نہ بستاں میں

مانا کہ حسین اور بھی اے یار بہت ہیں
پر تم ہی میں اللہ کے اسرار بہت ہیں

غیر و فلک و غمزۂ و جور و دل و فرقت
دنیا میں مرے درپئے آزار بہت ہیں

کشتوں کو جلاتے ہوئے پھرتے ہیں وہ اپنے
شاید کہ ابھی دل انہیں درکار بہت ہیں

وابستہ ترے زلف و لب و چشم کے ہر جا
دیوانے ہیں پرکار خود و ہشتار بہت ہیں

جور و ستم و ناز و ادا غمزہ تغافل
کیونکر نہ کریں ان کو سزاوار بہت ہیں

اک چارہ گر عام سے کیا چارہ گری ہو
یہ چارہ گر اب ایک ہے لاچار بہت ہیں

تسلیم و رضا شوق لب و چشم غم و رشک
مجھ ہی میں مرے دل کے تو اغیار بہت ہیں

ضد سے مری تیرا ہے جہاں چاہنے والا
تم سمجھے ہوئے ہو کہ طلبگار بہت ہیں

معشوق جو غم کھائیں بھی تو کھائیں کہاں سے
ظاہر ہے کہ غم ایک ہے غمخوار بہت ہیں

جاں دینے پہ بیٹھی ہے ترے اٹھنے پہ محفل
باہر بھی کھڑے طالب دیدار بہت ہیں

زردیٔ رخ و خشکیٔ لب خامشی و سوز
الفت کے مرے باعث اظہار بہت ہیں

وہ دے نہ سر پھوڑنے دیں اپنے تو کیا غم
سر اور جنوں ہو در و دیوار بہت ہیں

احقر! وہ نزاکت تھی کبھی عشق سے پہلے
آساں ہوئے وہ کام جو دشوار بہت ہیں

جو ہے بلغ جہاں دنیا میں تو کلیر کا ہے میداں
علی احمد علاؤ الدین صابر کلیری ضوان

متاع دو جہاں محبوب یزداں ہمدو کے درماں
علی احمد علاؤ الدین صابر عاشق یزداں

جہاں خادم تمہارا اور تم مخدوم عالم ہو
ہر اک طالب تمہارا اور تم مطلوب ہو یاں ہاں

سہارا بے سہاروں کے ٹھکانا بے ٹھکانوں کے ۔۔۔ دلِ خوش بیدلوں کے اور بیجانوں کی تم ہو جاں
خدا کے خود ہو طالب اور مطلوبِ خدائی ہو ۔۔۔ ہے تمکو عاشقی موزوں ہے محبوبی تمہیں شایاں
ہمارے واسطے ہیں آپ اٰمنّا وصدّقنا ۔۔۔ توانائے عقبیٰ طاقتِ دیں قوتِ ایماں
ہمیں بھی کیجیے حضرت کہیں اپنی غلامی میں ۔۔۔ تم ہی دلکی تمنّا ہو تم ہی خواہش تم ہی ارماں
تکوں کیونکر نہ منہ کو میں تمہارے تم ہی فرماؤ ۔۔۔ کہ تم سامان ہو میرے اور میں ہوں بے سروساماں
پکڑیے ہاتھ تا ہم منزلِ مقصود تک پہنچیں ۔۔۔ ہمیں یہ کام ہے مشکل تمہیں یہ بات ہے آساں
دُرِ دریائے وحدت ہو گلِ گلزارِ کثرت ہو ۔۔۔ تمہارا مرتبہ بیحد تمہاری شاں ہے بے پایاں
حیاتِ جاودانی اسکو حاصل کیوں نہو جو ہو ۔۔۔ تمہاری شان کا شیدا تمہاری آن کا قرباں

جمالِ بے زوال اپنا دکہا دیجیے احقر کو
کہ آنکھیں آپکی جویاں ہیں اور دل آپکا خواہاں

کہوں کیا تم سے کیا عبّاس علی ہیں ۔۔۔ سراسر حق نما عبّاس علی ہیں
مجسّم ذکر و شغل و فکرِ روحی ۔۔۔ سراپا اتّقا عبّاس علی ہیں
نہ جبّہ اور نہ دستار اور نہ تسبیح ۔۔۔ ولیِ بے ریا عبّاس علی ہیں
مرے رہبر کے میرے مقتدا کے ۔۔۔ مقدّس مقتدا عبّاس علی ہیں
غلامِ سیّدِ راحت علی ہوں ۔۔۔ کہ جن کے پیشوا عبّاس علی ہیں
میں ہوں مقبول کا مقبول اُنکے ۔۔۔ ہیں کشتی نا خدا عبّاس علی ہیں
نہیں رہنے کے پیچھے ہم کبھی بھی ۔۔۔ ہمارے پیشوا عبّاس علی ہیں
ہے خوبانِ جہاں سے پر یہ عالم ۔۔۔ ہمیں سب سے سوا عبّاس علی ہیں
ہم اُس دریائے وحدت کے ہیں قطرے ۔۔۔ کہ جسکے بے بہا عبّاس علی ہیں
کرے اللہ بلبل اُس چمن کا ۔۔۔ کہ جسکے خوش نوا عبّاس علی ہیں
جناب احمد حسین ابنِ مکرم ۔۔۔ کہ وہ ابنِ علیؒ عبّاس علی ہیں

خدا قائم رکھے سر پر ہمارے
شبِ دیجور بھی روشن ہے میری

وہ گویا سر تا پا عتباس علی ہیں
مرے بدر الدجی عباس علی ہیں

وہ احقر سے کبھی غافل نہ ہوگا
کہ جس کے دلربا عباس علی ہیں

دل میں تو حسرت و غم لب پہ فغاں رکھتے ہیں
صبر کو کوئی بتائے کہ کہاں رکھتے ہیں

دردِ فرقت سے نہیں جان میں کچھ جاں باقی
ہاں مگر جیتے ہیں اور کہنے کو جاں رکھتے ہیں

پوچھنا کیا ہے مجھے دیکھنا کیا ہے اے شوخ
عاشق ہر وقت میں سب فن رونہاں رکھتے ہیں

اپنی ہر آن کی تعریف نہ پوچھو مجھ سے
اِن سے ہی پوچھیے جو تاب بیاں رکھتے ہیں

وہ تو کہنے کو ہیں بے تیر و کماں تیر انداز
نگہ کو تیر تو ابرو کو کماں رکھتے ہیں

حال کہتا ہے ہم عاشق ہیں عیاں اچھے بیاں
حسن کو آپ بھی جیسے کہ عیاں رکھتے ہیں

سر سلامت ہے تو ہر جائے ہے عاشق موجود
ہم قدم دیکھ کے رکھتے ہیں جہاں رکھتے ہیں

ہم تو کہتے ہیں کہ عاشق سے ہے معشوق کی قدر
اور وہ اور ہی کچھ دل میں گماں رکھتے ہیں

حسن کا بوجھ لیا گالیاں دینی سیکھیں
طرفہ یہ ہے انہ کمر ہے نہ دہاں رکھتے ہیں

عشق کے رکھنے کی ہم دلمیں نہیں کیونکہ کریں
تم بھی تو حسن کو کہتے ہو کہ ہاں رکھتے ہیں

چپکے ہر بات کو سنتے ہیں تمہاری احقر
وہ دہن رکھتے ہیں گویا نہ زباں رکھتے ہیں

جمے بیٹھے رہو غیروں میں ہم طوفاں اُٹھاتے ہیں
سنبھل بیٹھو عدد کے پاس ہم آنسو بہاتے ہیں

دل اپنا انکو کیوں دیتے انہی کو دلمیں رکھ لیتے
غضب یہ ہے کہ وہ شوخی سے کب دلمیں سماتے ہیں

ابھارا ہے غرورِ حسن نے ان کے انہیں ایسا

کوئی آنکھیں بچھائے تو بھی کب پاؤں ٹکاتے ہیں
مری آنکھوں سے اشکوں کا جو دیکھا مینہ برستا ہے
تو بولے مسکرا کر خیر ہم بجلی گراتے ہیں
جفا کیا ایک ہی ہے یار دم دینے کو فریاد
تو بولے دوسری یہ ہے کہ ہر دم بھول جاتے ہیں
یہاں زخمی ہے دل تو واں نگاہ ناز ہے خنجر
دکھائے کوئی دل انکو تو وہ آنکھیں دکھاتے ہیں
ہمارے وصل میں غیروں کو دل میں یاد کرتے ہیں
وہ ٹھنڈے سانس بھر بھر کر یہاں ہمکو جلاتے ہیں
جو آنکھوں سے انہیں دیکھو تو وہ دل میں اتر جائیں
جو دل میں سینت کر رکھو تو وہ آنکھوں میں آتے ہیں
ہمارے زخموں پہ کی ہے ترش روئی سے نمک پاشی
جو بھر آئیں ہرے کرنے کو پھر وہ مسکراتے ہیں
کہیں نقش قدم انکے جو چومیں اور ملیں آنکھیں
عدو کے پاؤں پر وہ اب نشان پا لگاتے ہیں
بڑے رستے نہیں چلو میں نچلے چلبلے پن سے
پسا جاتا ہے دل میرا وہ جوں جوں کسمساتے ہیں
یہاں انداز قربانی ہی نے مجھکو ذبح کر ڈالا
چھری پاتے بھی تو پھر اب کہاں وہ مجھکو پاتے ہیں
جو نکلیں تو کہاں نکلیں نہ نکلیں تو رہیں کب تک
مرے ارمان میرے دل ہی دل میں ڈگمگاتے ہیں

تمہاری سرد مہری ہے مرے سرگرم ہیں ارماں
مجھے ہی یہ ستاتی ہے مجھے ہی یہ جلاتے ہیں

تمنا شوق ہجر و وصل اور دنیا و مافیہا
مجھے سب کچھ بھلا دیتے ہیں جب وہ یاد آتے ہیں

نہیں اس رشک سے مرتے کہ اوروں پر جفا ہوگی
تمہاری بدگمانی ہے کہ اب ہم دم چراتے ہیں

ڈھیے پڑتے ہیں غیروں پر یہ چلنے میں مچلنا ہے
سنبھالوں میں تو کہتے ہیں کہ اب ہم غل مچاتے ہیں

نہ اُٹھے غیر سے انداز تو اُٹھے خفا ہو کر
وہ یہ کہتے ہوئے بیٹھو ہم اب احقر کو لاتے ہیں

ردیف و

خدا ہی جانتا ہے مصطفےٰ کو
اور عقل مصطفےٰ سمجھے خدا کو

محب، محبوب، اللہ، اور محمدؐ
انہیں سمجھے خدا اور وہ خدا کو

بشر کی یہ کہاں قدرت کہ سمجھے
خدا، اور دو جہاں کے پیشوا کو

ہوئے روشن دو عالم اک قدم سے
یہی کرنا تھا اس بدر الدجےٰ کو

ہر اک خوبی میں آگے بڑھ کے رہنا
مناسب ہے جہاں کے مقتدا کو

قدم سب سے بڑھا رہنا ہے لازم
کہیں پیچھے ہے رہنا رہنما کو

ضیائے دین و دنیا کیوں نہ ہوتے
یہی ہونا تھا اس شمس الضحےٰ کو

خدا نے حسن ظاہر جو دیا ہے
ملی ہے قدر اس کی مبتلا کو

کریمی دیکھنی ہے حشر کے دن
تمہارے احقر بے دست و پا کو

ہر اک معشوق ہے ہمدرد عاشق بدگماں کیوں ہو
نہ ہو مہر و وفا دل میں تو پھر وہ مہرباں کیوں ہو

رجوع خلق پر بیزار ہوتے ہو خطا پر بھی
خبر تو حسن کی اپنے یہ محبوب جہاں کیوں ہو

یہی نازک مزاجی ہے تو گھر بیٹھو کرم فرما
نہیں غم کی جو سن سکتے تو میرے رازداں کیوں ہو

تمہارا حسن جب دونوں جہاں میں ہو الم نشرح
تو اس کا عشق پھر عاشق ہی کے دل میں نہاں کیوں ہو

نہیں تو مار جاتے ہو جب آتے ہو خدا جانے
کہ تم مشہور عالم میں مسیحائے زماں کیوں ہو

نہیں کرنی نہیں آتی ہے کیا تم کو ذرا سمجھو
جو ہو اپنی خوشی کے تو ہماری ہاں میں ہاں کیوں ہو

نہ ہو گر درد دل دیکھو کہاں کی ایسی بے رحمی
تو یہ فریاد و گریہ نالۂ آہ و فغاں کیوں ہو

نقاب شرم تو الٹو کہ ہم اور تم ہیں جب ظاہر
تو حسن و عشق کے آخر یہ پردہ درمیاں کیوں ہو

جو کرنا عشق ہی ٹھیرا غرض ہے حسن پر مرنا
تو پھر اسے بے وفا تیرے لئے ہی میری جاں کیوں ہو

نہ دل ہے اور جاں ہیں جاں نہ کچھ تاب و تواں باقی
میں آن کا میزباں کیوں ہوں وہ میرا میہماں کیوں ہو

کہیں مرنے لگے پھر تم ایسے ناتواں کیوں ہو		وہ زور حسن ہے کہتے ہیں کیوں اختر کہو تو کچھ

مر کے بھی چھوڑتے کب حسرت و ارماں مجکو
قبر کرسکتی ہی تنہائی سے حیران مجکو

مار ہی چکتا کبھی کا غمِ ہجراں مجکو
زندہ رکھتا ہے سدا وصل کا پیماں مجکو

جب کہیں دل نہیں لگتا تو برابر ہیں سب
شہر و بازار و چمن کوہ و بیاباں مجکو

زاہدا! تم کو مبارک رہے فردوس بریں
جانے دیتا ہی کہاں کوچۂ جاناں مجکو

تم ہو بیمثل جو معشوق میں عاشق بیمثل
میں تمہیں دیکھوں تو تم اے شہِ خوباں مجکو

بال بھر بھی نہیں گھٹتا ترے جلوے سے کوئی
شادر کہتی ہے تری زلفِ پریشاں مجکو

دیکھکر رحمتِ حق شانِ شفاعت پاکر
تنگ معلوم ہوا حشر کا میداں مجکو

حسرت و یاد و تمنا و خیال و ارماں
گھیرے رہتے ہیں سدا آپکے جویاں مجکو

تم ہی نظروں میں تم ہی دلمیں تصور میں بھی تم
بخشوائے گی مری قوتِ ایماں مجکو

چشمِ تر زردیٔ رخ عشق میں نعل ہی مجھے
زیب دیتا ہی مرا چاک گریباں مجکو

عشق میں اپنے ہی محبوب کے یارب قدرہ
دیدۂ تر ملے اور سینۂ بریاں مجکو

تیغ ابرو سے وہ کہتے ہیں کسے قتل کریں
ہو کے خوش کہتا ہے اختر ترے قرباں مجکو

تم تو جھلکتے رہتے ہو کیسی نقاب ہے
ایمان کی تو یہ ہے بڑے بیحجاب ہو

کیا پوچھتے ہو حال مرا جان بوجھکر
تم ہی سوال کرتے ہو تم ہی جواب ہو

روکا ہے ہم نے تمکو تصور میں اسلیئے
تا رفتہ رفتہ دلکو نظارہ کی تاب ہو

تیغِ نگہ سے زندگیٔ مستعار کے
دن کاٹ دیجئے تو بڑا ہی ثواب ہو

غیروں کے دلمیں گھر جو کرے تیر کو اسلئے
شاید وہ میرا ہی دلِ خانہ خراب ہو

ساقی کے مست کو نہیں حاجت ذرا بھی یہ
مے خانہ اور جام و سبو ہو شراب ہو

خوبی کسی کی آگے کہاں اسکے چل سکے
جو اپنی خوبیوں میں فضیلت مآب ہو

دل جانے پر بھی سچ ہی کہ ہوتی ہی جاں عزیز
لیکن وہ کیا کرے کہ جسے اضطراب ہو

ڈر گیا اُسے نہ جسنے کیا کچھ سوائے عشق — کیسی ہی چھان بین بروزِ حساب ہو
اُس رخ کا خال حافظِ قرآں بھی کیوں نہو — جس چہرے کا یہ تل ہو وہ ام الکتاب ہو

مانی ہوئی ہے بات کہ عاشق نہیں ہے وہ
جسکو مصیبت عشق کی اختر عذاب ہو

اُن کی یکتائی جو ہرجائی نہو — تو جہاں میں قدرِ یکتائی نہ ہو
کوئی کیا پوچھے جو یکتائی نہ ہو — کون جانے تم جو ہرجائی نہ ہو
ہم تو پا لیتے ہیں ہرجائے تمہیں — ڈھونڈیئے اُسکو جو ہرجائی نہو
خوف کیا مرنے سے کوئے عشق میں — یاں قضا ہی کھینچکر لائی نہ ہو
ہم بھلا واعظ سے ڈرتے ہیں کہیں — عشق وہ کیا جس میں رسوائی نہ ہو
حُسن کی اپنے خبر لیتے نہیں — ہمسے کہتے ہو کہ شیدائی نہ ہو
ہم نے ہنس ہنس کر گزاری غم کی رات — تا غم و دل میں شناسائی نہ ہو
کیا ادا ہم میں نہیں ہے صبر کی — اس کو کیا کیجے اُسے بھائی نہ ہو
یار کس جا پر نہیں ہے جلوہ گر — اسکا کیا کہنا کہ بینائی نہ ہو
یہ شکایت تو خلافِ عقل ہے — حُسن یکتا میں خود آرائی نہ ہو
تم نہیں رہتے ہو چھوائے بغیر — ہم تو کہتے تھے کہ رسوائی نہ ہو
ہم نہیں آپے میں اُن کو دیکھکر — وہ یہ ڈرتے ہیں کہ سودائی نہ ہو
دیکھو شوخی ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ — وہ طبیعت اُنپہ جو آئی نہ ہو
غیر سمجھیں غیر ہم کو ڈر یہ ہے — یہ نصیحت تم نے فرمائی نہ ہو

وہ نہ آئے تو مرا جاتا ہے کیوں
اُٹھ کے دیکھ اختر قضا آئی نہو

غیر بھی پھرتا ہے مضطر آج تو — ہو گئے ہم وہ برابر آج تو

اگر نہ آئے گل کی طرح وہ تو بس
جان جائے گی مقرر آج تو

آگیا شاید انہیں خوف خدا
مہرباں ہیں کچھ وہ ہمپر آج تو

مژدہ باد اے دل کہ بر آئی امید
حال سنتے ہیں مکرر آج تو

ہاں مدد اے شوق پھر چلکر وہاں
آزمائینگے مقدر آج تو

دم چلا ہی تھا کہ وہ خود آگئے
جی گئے قسمت سے مرکر آج تو

بس ہمارے وصل میں کیا ذکر غیر
رحم کیجے بندہ پرور آج تو

لیکے خط میرا کہا دیکھینگے کل
کچھ طبیعت ہے مکدر آج تو

کچھ نہ کچھ تو ہے کہ جو نام خدا !
پھرتے ہیں خوش خوش سرا احقر آج تو

کسی محبوب کی تم سے سوا کیا دلربائی ہو
کہ تم محبوب ہو ایسے کہ محبوب الٰہی ہو

رہیں تم سے نہ کیوں محبوب عالم سرنگوں ہو کر
کہ محبوب خدا ہو اور مقبول خدائی ہو

ہوئے شیخوں میں یاں شیخ ایسے کہ سلطان المشائخ ہو
وہ سلطان السلاطیں ہے جسے تیری گدائی ہو

کرم میں فیض میں جود و سخا میں دلربائی میں
غرض ہر آن میں محبوب شان کبریائی ہو

غرض محبوب کا رتبہ سمجھتا ہے محب اُس کا
کسی کی طبع نامحرم کو یاں کیونکر رسائی ہو

یہ سر ہو یا الٰہی ! اور ہو محبوب کا سودا
یہ دل ہو اور اسمیں اُنکی الفت کی سمائی ہو

پڑے ہیں بھولے بھٹکے آپکے در پر بھروسے سے
ذرا حضرت ادہر کو بھی نگاہ رہنمائی ہو

تمہاری چاہ ہو خواہش ہو الفت ہو تمنا ہو
جگر ہو سوز ہو آتش ہو دل ہو بینوائی ہو

وہی دل ہے کہ جسکی جاں فدا ہی تیری چوکھٹ پے
وہی سر ہے کہ جسکو تیرے در کی جبہ سائی ہو

تمہارے دور مے نوشی پہ قرباں ہو مرا ایماں
تمہارے جام مے کی نذر میری پارسائی ہو

غلاموں میں اگر احقر کو اپنے لیجئے شاہا !
بھلا اس سے بھلی پھر کونسی اسکو بھلائی ہو

جہاں میں جانِ جانِ و دلستانِ دلربا تم ہو
ہر اک خوبی میں یکتائے زماں نامِ خدا تم ہو

سمجھ کو عقل کو دانست کو کیونکر رسائی ہو
خدا کے فضل سے بس واہ وا سب سے ورا تم ہو

حسینوں میں ملا کر دیکھ لے اب جسکا جی چاہے
سمجھ لیگا کہ اپنے حسن میں سب سے سوا تم ہو

تمہاری آشنائی کی بڑی پہچان تو یہ ہے
وہ کس کا آشنا ہوگا کہ جسکے آشنا تم ہو

وفا میں کیوں ہٹے جاتے ہو پیچھے ای شہِ خوباں
کہ جب خوبوں سے ساری خوبیوں میں پیشوا تم ہو

یہ روز و شب گھڑی ساعت تمہارے دم سے ہے قائم
کہ ہاں نور الہدیٰ بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ تم ہو

وہ کیا پھر حضرتِ عیسےٰ سے لیکر آئیگا جا کے
کہ جسکے دردِ فرقت کی شفا تم ہو دوا تم ہو

تمہارا حُسن ہر جائے ہر اک صورت میں ملتا ہو
وہ فرقت سے تڑپے جس دل کی آنکھوں سے جدا تم ہو

بُرائی یا بھلائی سے کہیں تو دل بھی ٹھنڈا ہو
یونہی بیٹھے رہو غیروں میں جب مجھسے خفا تم ہو

مرا اظہارِ شوقِ وصل کرنے پر وہ کہتے ہیں
یہ کہتے ہو بھری محفل میں کیسے باحیا تم ہو

حسینوں سے کہا اُسنے کہ تم میں کون ہے یکتا
تو سب نے متفق ہو کر خوشی سے یوں کہا تم ہو

تمہارے حُسن اپنے عشق کا جب ہم اثر جانیں
تمہارے مبتلا ہم ہوں ہمارے مبتلا تم ہو

وہ کہتے ہیں جفا سے میری کیوں گھبرا گئے جوہر
کہو ایمان سے اب بے مروّت ہم ہیں یا تم ہو

ردیف ھ

دل تو ہے مرا کعبہ ای آقائے مدینہ
تم تن میں سما جاؤ تو ہو جائے مدینہ

بھاتا ہے خدا اور وہ محبوب خدا کو
ہر آن دل و جاں سے جسے بھائے مدینہ

یا قادرِ قیوم مدینے میں بلاؤ
رہ جاؤں نہ کہتا ہوا میں ہائے مدینہ

آنکھیں وہی اچھی ہیں وہ بینا ہیں وہ روشن
اکبار بھی جسکو کہ نظر آئے مدینہ

وہ عالی دماغی ہے نہیں جسکا ٹھکانا
جس سر میں کہ ہر آن ہو سودائے مدینہ

فردوس سے تسنیم سے او خلد بریں سے
اچھی تو تمنا ہے تمنائے مدینہ

اے رحمتِ دو عالم و اے حامیٔ حرم
سرتم ہو اور احقر کو کرو پائے مدینہ

مزا حشر میں دے رہے ہیں گناہ
کہ سب عاصیوں پر ہے اُن کی نگاہ

کیے جائیں گے ہم بھی جبتک بنے
کبھی تو دکھائے گی تاثیر آہ

خط و خال و ابرو و مژگان و رُخ
غرض اُن کی ہر آن ہے بے پناہ

جدہر لے چلے دل اُدہر کو چلو
ہمیں عشق نے یہ بتائی ہے راہ

وہ یکتا ہیں اپنی اداؤں میں خود
حسینوں میں بھی اُنکی ہے واہ واہ

بھلا حُسن سے اپنے تو پوچھئے
کیا عاشقوں کو ہے کس نے تباہ

کہو احقر انصاف سے دیکھکر
ملی حُسن میں کسکو یہ عز و جاہ

دل اک نظر کی نذر کیا یہ جگر تو دیکھ
جاں دوسری نظر کے لیئے ہے ادہر تو دیکھ

صبر و قرار و طاقت و تاب و حواس و ہوش
تجھ پر کیئے نثار ہمارا ہنر تو دیکھ

دل خوں سے لال اور دعا گو ہر ایک داغ
دل کو مرے نہ دیکھ یہ لعل و گہر تو دیکھ

کہتے ہیں جیتے رہنا مگر آئیں ہم اگر
اے شوقِ دل ذرا یہ اگر اور مگر تو دیکھ

تجکو ہے زلف بار ہمیں بارِ عشق سہل
اپنی کمر نہ دیکھ ہماری کمر تو دیکھ

رگ رگ کے زخم کہنے کو یاں ہیں اُدھار کھائے
محشر میں اپنے ظلم کو ظالم مُکر تو دیکھ

رہتے ہو میرے دل میں تو غیروں میں جاؤ کیوں
ویراں نہ کر خدا کے لیئے اپنا گھر تو دیکھ

شامِ وصال جو ہے خلاصہ زندگی
تہوڑی سی دیر بیٹھ کے اسکی سحر تو دیکھ

کہتا ہے تو کہ نام کو بھی مجھ میں شر نہیں
مُکرے گا کیا خدا نے کیا ہے بشر تو دیکھ

رونے پہ ضبط اب پہ منت پہ شوق پر
مُنہ پھیر کے کیا کہتا ہے کسی بات پر تو دیکھ

چھٹوں گا بہوت بنکے میں مرکر بھی دیکھنا
دامن سے لگ رہوں گا مرا خون کر تو دیکھہ

نیچی نگاہ پر ہے فدا غیر یا ہوں میں
دی ہیں خدا نے آنکھیں اِدھر اور اُدھر تو دیکھہ

آہیں نکل نکل کے تو اندھیاؤ بن گئیں
طوفاں پہ اب تلی ہے مری چشم تر تو دیکھہ

ذمہ ہمارا ہے جو رہے دم میں دم ترے
دم بھر کسی نگار کا دم اے شیخ بھر تو دیکھہ

شک کیوں ہوا ہے اپنی مسیحائی میں تجھے
مقتل میں آج ہی مرا ٹھکرا کے سر تو دیکھہ

اُس سرو قد پہ سیکڑوں آنکھیں ہی لگ رہیں
اے قامتِ نگار تو اپنا ثمر تو دیکھہ

حسن و ادا و ناز سے بھی بڑھکے تجھہ میں ہم
کچھہ اور دیکھتے ہیں ہماری نظر تو دیکھہ

اے آہِ حشر خیز وہاں کچھہ بھی ڈر نہیں
تجکو بھی دیکھنا ہی گر ایسا نڈر تو دیکھہ

اختر حیاتِ دائمی دونوں جہاں کی ہے
محبوب کی اک آن پہ اک بار مر تو دیکھہ

ردیف ی

ہمیں تو جیتے جی مرنا ہی بس آیا ہے قسمت سے
دلِ ناداں کو اپنے کچھہ محبت ہی محبت سے

تجھے او بے مروت میری الفت سے تو نفرت ہے
مجھے آتی ہے رہ رہکر محبت تیری نفرت سے

ہمیں کیا دیکھنا ہے اور کسی صورت میں ایجاناں
بہر صورت نظر اٹھتی نہیں ہی تیری صورت سے

جفا کاری تمہاری کچھہ وفا سے بھی پیاری ہے
دلِ درد آشنا کی یہ تڑپ ہے اپنی عادت سے

ہزاروں ہیں رہو عاشق کے دل سے کب نکلتے ہو
کبھی باہر تمہیں دیکھا نہیں عاشق نے خلوت سے

کرو تم وصل پہ ہاں اور ہم جیتے رہیں توبہ
ہمیں امید اتنی بھی نہیں ہی اپنی قوت سے

ہمارے دل ہی دل میں بس نکل جاتی ہی سب حسرت
ہیں بیمارِ محبت ہی ہمیں پرہیز حسرت سے

گریباں چاک جاں غمناک دل بیباک رکھتے ہیں
کوے جاناں میں جانا ہی ہمیں اس شان و شوکت سے

قوی ایسے ہلانے سے نہیں ہلتے ترے در سے
ضعیف ایسے ہیں گرتے ہیں اٹھ اٹھکر نقاہت سے

یہاں یہ تنگئ جاں ہے کہ ذبح ہو نہیں چکتے
وہاں میرے گلے پر کام لینا ہے شجاعت سے

پلا دے ایک ہی جامِ شرابِ ناب اے زاہد
بلا سے ہو نہ ہو نشہ غرض ہی ہمکو برکت سے

رہے فرقت میں بھی جیتے ہم اپنی سخت جانی کر
تم آبیٹھے تو آنکھہ اُٹھتی نہیں اپنی ندامت سے

فدا زخموں پہ یوں جاں ہی کہ اُسکے ناوکِ مژگاں
ہمیں یاد آرہے ہیں اپنے زخموں کی جراحت سے

اگر ہم جی بچے تو خواہش لطف و کرم ہوگی
دلِ مشتاق کو تو شوق ہے اندازِ نخوت سے

خرامِ ناز سے اگر ذرا محشر بپا کیجے!
کہیں بس جیتے جی پائیں فراغت ہم قیامت سے

ہمیں اندازِ محبوبی سے پہلے مار تو ڈالو
پھر اپنے ناز و انداز و ادا کرنا فراغت سے

مرے جاتے ہیں اِس عذرِ جفا کی تو اداؤں پر
وفا دیکھیں تو شاید جی بچیں اللہ کی قدرت سے

لیے پھرتے ہیں تمکو دلمیں نظروں میں تصور میں
غرض کچھہ وصل سے ہمکو نہ کچھہ مطلب ہے فرقت سے

دل و جاں تاب و طاقت صبر و ہمت تمنے سب چھینا
پھر احقر اب بھی تمکو چاہتا ہے اپنی ہمت سے

تمہاری خیر مناوے عدو ہو یا کوئی
غرض اثر سے ہی ہمکو کرے دعا کوئی

خیالِ زلف سے بس اب تو دم الجھتا ہی
ہمارے سر سے اُتارے بُری بلا کوئی

دہن نہیں ہی نہو اور کمر نہیں نہ سہی
باین ہمہ تمہیں کہتا ہے بدنما کوئی

ادائیں لاکھہ ہیں دل ایک جاں بچے کیونکر
کہ جاں ستان ہے کوئی اور دلربا کوئی

وہاں تو یہ کہ بنیں پہلے مدعی جاں کے
یہاں یہ ہے کہ بنے پہلے مدّعا کوئی

ستم ستم کو سمجھکر سبھکے جور کو جور
جفا کرو تو نہ ہو طالبِ وفا کوئی

بگڑتے کیوں ہو تمہیں دیکھکر ہولے اوسان
بس اب اِس سے زیادہ نہیں خطا کوئی

مریں ہم ایک ادا ہی میں گریہ فکر نہو
کہ رہ نہ جائے تمہاری کہیں ادا کوئی

وہ ڈرتے ڈرتے اب انداز و ناز کرتے ہیں
کہ اس ادا پہ نہ ہو جائے مبتلا کوئی

یہ بدگماں ہیں کہ ہم جاں بچاتے پھرتے ہیں
جو تم ہی جاں ہو تو کیونکر کرے فدا کوئی

ہیں اپنی جائے دل و ہاں جان و دین و ایماں
ہیں اُنکے حسن و ادا و جفا کی ایک صفت

مگر یہ سچ ہے کہ تم سے نہیں سوا کوئی
نہ جس کی حد ہے نہ پایاں نہ انتہا کوئی

بس اب تو کعبے کو جاتے ہیں ای بتو احقر
تمہارے در پہ کرے کیوں خدا خدا کوئی

دل جسکے واسطے ہے وہ با حجاب آئے
صبر و قرار آئے اسمیں نہ تاب آئے

آنکھوں میں دلمیں سر میں وہ حسن ہے نمایاں
وہ با نقاب آئے یا بے نقاب آئے

کیا کہتے ہو کہ آئے گا یہ ورد ہم سے پہلے
آئے تو آئے آئے ہاں ہاں جناب آئے

ساغر ہے دلربا ہے شیشہ ہے اور ہولے
ساقی سے کوئی کہدو لیکر شراب آئے

یہ جائے ایک عالم پر تم سماتے رہنا
رونے پہ گر ہماری چشمِ پر آب آئے

اُس دلکو چٹکیوں میں ملتا ہے کوئی بیدرد
جسکو نہ ضبط آئے سنے اضطراب آئے

یہ تو ہے دوست جو کہ دن رات پاس سوئے
وہ غیر ہے کہ جسکو شب بھر نہ خواب آئے

دل میں تمہارے گھر ہو وہ طور تم بتاؤ
جب دل تمہارے اوپر تھا نہ خراب آئے

وہ بُت ثواب کہتا ہے قتل کو ہمارے
احقر خدا کرے وہ لینے ثواب آئے

ہم وہ ہیں کہ قربان تمہارے نہیں ہوتے
تم وہ ہو کہ ہرگز بھی ہمارے نہیں ہوتے

بوسے کی طلب ہے لب شیریں کے نہ ترش
سائل سے خفا یوں مرے پیارے نہیں ہوتے

اس شکر میں سر پر لیے پھرتے ہیں جفائیں
تم خیر سے غیروں کے بھی بارے نہیں ہوتے

جاں لیکے بھی ہو جاؤ خفا تم تو کریں کیا
ہم تم پہ خدا خوف کے مارے نہیں ہوتے

دل کیا ہی پریشانی میں پڑتا ہے سحر کو
تم زلف کو اپنی جو سنوارے نہیں ہوتے

وہ غیر ہی تھا بھاگ گیا جان بچا کر
دیکھو تو اِدھر ایک سے سارے نہیں ہوتے

وہ جاں سے مجھے مارکے کہتے ہیں کہ احقر!
ثواب بھی جفا سہنے سے ہارے نہیں ہوتے

گر اشتیاقِ دلِ بیقرار باقی ہے
تو اُنکے حُسن کی ساری بہار باقی ہے

ہمیں بھی خاک ہی میں ملنے کی تمنا ہی
تمہارے دلمیں اگر کچھ غبار باقی ہے

ہمیں بُرا نہ کہو اپنا شوق سے جاؤ
یہی بُرا ہے لِیے انتظار باقی ہے

ملوگے آکے جبھی تو یقین آئے گا
کہ چند سانسوں کا اب تو شمار باقی ہے

تمہارا حُسن ہی دلمیں تو جائیگا کیونکر
ہمارے دل کا اگر اعتبار باقی ہے

ہمارا دردِ جگر تو بڑھے ہی جائیگا
کسی کے حُسن کا گر اختیار باقی ہے

خط آیا تو بھی نہ فرماں ملا معافی کا
وہ آن بان پہ جان نثار باقی ہے

یہ اپنا سودا ابھی لیلو قرار و صبر کے ساتھ
ہمارے سر پہ یہی ایک بار باقی ہے

اسیر زلف کو تریاق تو ہوا رُخِ یار
مگر ابھی اثرِ زہرِ مار باقی ہے

تمہارے حُسن کی خوبی نجائیگی جبتک
ہماری زندگی مستعار باقی ہے

نشہ ہمارا کہاں جائے گا بفضلِ خدا
تمہارے حُسن کا جبتک خمار باقی ہے

سِسکتا چھوڑ کے جانا نہ سامنے سے کہیں
ابھی تو آنکھوں میں دم میرے یار باقی ہے

وہ کہتے ہیں میرے دلمیں اک اور ناز آیا
جو تیرے دلمیں کچھ اعتبار باقی ہے

کیا خبر قابلِ دعا کیا ہے
میری قسمت میں یا خدا کیا ہے

وہ تو کہتے ہیں کچھ کہو اور ہم
بھول بیٹھے کہ مدعا کیا ہے

دل تو ہاتھوں سے جا چکا لیکن
سخت حیرت ہی مبتلا کیا ہے

دین و دل زلف و خال نے چھینا
تم کہو چشمِ سرمہ سا کیا ہے

کیا نہیں ہمپہ کرچکے وہ۔ اور
کیا خبر ہے کہ دلمیں کیا کیا ہے

خط کے آنیسے اور یاد آئی
جور کیجے ابھی گیا کیا ہے

مجھسے کہوا رہا ہی اُنکا خیال
واعظ و شیخ و ناصحا کیا ہے

دل سے کھو بیٹھے منہ پہ آئی بات
وہ جو گھبرا اٹھے کہ آہ کیا ہے

کیونکہ قابو میں لاؤں میں دلکو
پوچھتے ہیں کہ ماجرا کیا ہے

آج دھوکے میں غیر کے مجھسے
بول اٹھے کہ ہاں بھلا کیا ہے

سامنا بس قضا کا ہے گویا
ناز و انداز اور ادا کیا ہے

تم اگرچہ نہیں ہو بے جافی
تو یہ چپ رہا سا جا بجا کیا ہے

جب کہ ٹھیری صدا آنا لیکلا
غیر ہے کون آشنا کیا ہے

غمِ فرقت کے روبرو ہی ہی
جور و ظلم و ستم جفا کیا ہے

میری تعریف غیر کے آگے
یہ عنایت ستم نما کیا ہے

آزمانا ہے آزما لیجے
ہم تو عاشق ہیں دغدغہ کیا ہے

پوچھتے پھرتے ہیں مسیحا بھی
مرضِ عشق کی دوا کیا ہے

تم جہاں ہو وہاں ہیں حسرت بھی
عشق رہبر ہی تو حیا کیا ہے

تم یہاں ہو تو بھی دردِ رشک ہے دلمیں ہے
ذکر بھی ہائے تمہارا کیوں ہر اک محفل میں ہے

جسم خاکی کے اگر ٹکڑے کرے کوئی تو کیا
جان و دل اپنا مسیحائے لبِ قاتل میں ہے

میں یہ حیراں ہوں لئے پھرتے ہیں کسکو غیر ساتھ
وہ مرا آرامِ جاں میرے دلِ مائل میں ہے

اک لگے ہاتھ اور بھی تا جان ہو قرباں ترے
دل کی دلمیں ہی وہ حسرت جو دلِ بسمل میں ہے

دل غمِ فرقت سے بیجاں جان نالاں دل سے ہے
جان غضب میں ہے مری اور دل بڑی مشکل میں ہے

جسمِ بے جان و دل اپنا کیونکہ تم سے ہو جدا
جاں تمہاری زلف میں ہے دل تمہارے تل میں ہے

لیکے مجنوں ناقۂ لیلےٰ فنا ہے اک میں ایک
ناقہ کش محمل نشیں و ساربان محمل میں ہے

دل نہ ہو قابو میں گر اے ناصح تو کیا کیجے علاج
اپنی نیکی اور بدی ہر اک دلِ عاقل میں ہے

ہونٹ سی دو بند کر دو منہ زباں کاٹو تو کیا
درد انکے نام کا احقر دلِ شاغل میں ہے

شمشیر جب سے ہاتھ میں انکے ادا کی ہے
خضر و مسیح کو بھی تمنا قضا کی ہے

ایسا مزا ملا ہے مجھے دردِ عشق میں
خواہش دوا کی ہے نہ تمنا شفا کی ہے

مرنا بھی پی کے جامِ محبت محال ہے
تاثیر اس کی چاہ میں آبِ بقا کی ہے

خاموش ذبح ہونے پہ میرے جہان سے
آواز جبنا کی ہے اور مرحبا کی ہے

حالت ہی ایک عشق میں کو لفظ ہوں جدا
ہمکو بھی ضعف میں نزاکت بلا کی ہے

سب اس گلی سے ہٹتے ہیں الزام تھام تھام
تاثیر اسکے کوچہ میں یہ ہی ہوا کی ہے

اے جذبِ شوق دیکھ کہیں کھل نہ جائے راز
الفت ہمارے دلکو مجسم حیا کی ہے

دعوائے خون ہے زلفِ پریشاں سے کیوں ہمیں
اسکا نہیں قصور خطا یہ صبا کی ہے

احقر! وہ ماہرو بھی کہیں مبتلا ہوا
یہ کبر کا بدل ہے سزا یہ جفا کی ہے

غیر بھی کرتا ہے شکوے اس ستم ایجاد کے
آج دعوے ہوگئے قائم مری فریاد کے

اڑتے پھرتے ہیں ہوا پر ہم ہمیشہ ضعف سے
دونوں معنی ہوگئے ہمپر صحیح برباد کے

سب کی بن آئی اگر میری نہ بگڑی حشر میں
اہلِ محشر منتظر سارے ہیں میری داد کے

کسکو فکر قید اور آزادگی ہے کس کا نام
ہوش آیا ہے ہمیں تو دام میں صیاد کے

کچھ خیالِ قتل ہے ہمکو نہ پاسِ جان ہے
محو ایسا کر دیا انداز نے جلاد کے

تیغِ عریاں ہاتھ میں لیکر وہ کہتے ہیں کہ آج
کیسے ٹکڑے کیجیے میں نے کہا حساد کے

دیکھکر تشبیہ کچھ کچھ اس جواں ہمثیل کی
ہم تو خواہاں ہوگئے ہیں سروِ آزاد کے

ناصحا یہ عقل و دانش آپ ہی کو زیب ہے
ہم تو پیرو ہوگئے اپنے دلِ ناشاد کے

انکے دل ہی میں رہا ارمان میرے قتل کا
ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں انکے ہاتھ میں فولاد کے

سرو بھی حیراں ہے تیرا قدِ موزوں دیکھکر
ہوش اڑ جاتے ہیں تجکو دیکھکر شمشاد کے

کان کترے تم نے دعوائے خدائی میں صنم
عاد کے نمرود کے ہامان کے شداد کے

بھول جانا امتحاں لیکر نیا انداز ہے
واہ وا کیا یاد ہے صدقے تمہاری یاد کے

لوگ کہتے ہیں مجھے مجنوں ہوا اپنے وقت کا
ایک سے احوال ہیں احقر کے اور فرہاد کے

منتیں کون کرے اس بتِ ہرجائی کی
اپنی عادت ہی نہیں ناصیہ فرسائی کی

تونے برباد کیا تونے ہی ناشاد کیا دل
تونے ہی خوار کیا تونے ہی رسوائی کی

تجکو کھینچے کوئی دلمیں تو کہاں تابِ خیال
تجکو دیکھے تو یہ طاقت نہیں بینائی کی

دمبدم دیکھنا آئینہ میں منہ خوب نہیں
خاک اُڑاتی ہے یہ عادت تری یکتائی کی

وصل میں غیر بھی ہووے نہ غنیمت کیونکر
یاد ہے ہمکو مصیبت شبِ تنہائی کی

جی چھٹا جاتا ہے کچھ عشق سے عشاقونکا
دیکھکر اور بھی حالت ترے شیدائی کی

مر رہیں کوچۂ دلدار میں چلکر احقر
التجا کون کرے صبر و شکیبائی کی

[illegible] ہے بے وفا تو کیا کیجے
جب کہ دل دے دیا تو کیا کیجے

گر وہ آتے تو کیا نہ کرتے ہم
اور نہ آئیں بھلا تو کیا کیجے

جب تمنا ہی اُٹھ گئی دل سے
اب ہے ناز و ادا تو کیا کیجے

ایک دو بات ہو تو کہہ دیویں
طول ہو ماجرا تو کیا کیجے

ق
[illegible] ہے اپنا قصور ہے صاحب
ہو گر اپنی خطا تو کیا کیجے

جب کہ خوگر ہوئے جفا کے ہم آپ
پھر نہ کیجے جفا تو کیا کیجے

آخری وقت میں تم اے احقر
گر ہوئے پارسا تو کیا کیجے

نہ کیوں دل خوش ہو سرو بوستاں سے
کہ ملتی ہے طرح اُس نوجواں سے

ہوا جاتا ہے وا رازِ نہانی
کہیں پردہ اُٹھاؤ درمیاں سے

جو روتا ہوں تو کہتے ہیں کرو صبر
الٰہی یا صبر میں لاؤں کہاں سے
دل و جاں سے فدا ہیں تجھ پہ ہر دم
پھر اب مقصود کیا ہے امتحاں سے
جو منظورِ نظر ہے بس وہ ہی کچھ ہے
غرض کیا ہمکو خوبانِ جہاں سے
جو مرنے پر حصر ہے وصل کا تو
گزر جانا ہے کیا مشکل یہاں سے
ابھی مر جائیں گے واللہ باللہ
اگر ہاں کیجئے اپنی زباں سے
خدا سے لَو لگاؤ اپنی احقر
بس اب توبہ کرو عشقِ بتاں سے

خدا قائم رکھے ارشد کو احقر
کہ اپنی قدر ہے اُس قدرداں سے

ہمیں برابر ہیں دیر و مسجد یہاں دوئی کا گزر نہیں ہے
کریں گے مسجد میں بت پرستی کسی کی خالہ کا گھر نہیں ہے

ہر ایک جا پر ہے اُسکا جلوہ ہر ایک جلوہ میں وہ ہی پیدا
نہیں ہے کچھ اسمیں شک ذرا سا کسی کو اس سے مفر نہیں ہے

حسینِ یکتا پہ گر نگاہ ہے تو اُس کی ہر جائے جلوہ گاہ ہے
کہ اسکو اُس کی سلامتی ہیں کہیں کسیکا بھی ڈر نہیں ہے

یہ یہ وہ میں پڑے ہیں پھرتے یہ کیا کہاں میں رہے ہیں اُلجھے
جو ایک جائے سے ہو کے بیٹھیں تو پھر اگر اور مگر نہیں ہے

نظیر کیسا شریک کس کا نشاں کہاں کا پتا کدھر کا
ہے ذاتِ یکتا میں بیمثالی وہاں دوئی کا اثر نہیں ہے

نہ ذات ہو تو صفات کیسی بغیر اس کے صفت ہے ایسی
جو سر کو پاؤ تو پا نہیں ہے جو پا کو دیکھو تو سر نہیں ہے

ہر ایک شے کا وہی پتا ہے ہر اک پتے کا وہی نشاں ہے

ہو اسکی ہستی سے سب کی ہستی اِدہر نہیں تو اُدہر نہیں ہے

نہ درد ہو تو وہ دل ہی کیا ہے نہ ٹکڑے ہو تو جگر ہی کیا ہے
نہ لب پہ آئے وہ جان کیسی وہ چشم کیا ہے جو تر نہیں ہے

جئے تو مرتا رہے اسی پر مرے تو اسکے ہی رنج و غم میں
بغیر اسکے جہاں میں ہونا یہ جیتے رہنا ہنر نہیں ہے

رہو خبردار ہو کے احقر اُدہر سے غفلت نہیں ہے بہتر
خبر لو اپنی خدا سے ڈر کر جو اُس کی تم کو خبر نہیں ہے

جبکہ ہر جا ملا کرے کوئی ــــ ڈھونڈتا کیوں پھرا کرے کوئی
ہم تو مرتے رہا کریں تم پر ــــ خضر ہو یا جیا کرے کوئی
آبِ خنجر کے ہم تو طالب ہیں ــــ آبِ حیواں پیا کرے کوئی
آرزو و امید و شوق و وفا ــــ ہائے کیا کیا کیا کرے کوئی
جان کا مدعی بنے پہلے ــــ جب تمہیں مدعا کرے کوئی
جان دینی تو بدشگونی ہے ــــ اور جئے تو جیا کرے کوئی
رنج دے کر وہ اپنا کہتے ہیں ــــ اس جفا پر وفا کرے کوئی
درد کا تیرے ہو کے لذت گیر ــــ خاک اپنی دوا کرے کوئی
تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہوں ــــ اس طرح فیصلہ کرے کوئی
کیا برائی ہے؟ کیا بھلائی ہے ــــ کہ برے سے بھلا کرے کوئی
آرزو ہے کہ دلربائی سے ــــ ہمکو خود مبتلا کرے کوئی
نذر ایماں کیا تو کہتے ہیں ــــ تم نہیں پارسا کرے کوئی
ناز و انداز ہم بھی کہتے ہیں ــــ تم نہیں دلربا کرے کوئی
اس دن و رات میں تو چین نہیں ــــ اور ساعت عطا کرے کوئی

احقر اپنا سمجھ کے سو سو بار
جور و ظلم و جفا کرے کوئی

کسی کے درد کو جو بٹا نا کس سے سیکھا ہی
تمہارا حسن تو مانا ہوا ہے ایک عالم میں
یہ تم نے اک نگہ میں مارنا تو حسن سے سیکھا
ادا و ناز سے رخ کی جھلک سے اور تبسم سے
ترے ہر ایک اندازِ ستم پر جان قرباں ہے
دلوں میں گھر کیا عشاق کے اچھا کیا دلبر
عجب بے پردگی ہی اور غضب پردہ نشینی ہے

یہ رونے پر ہمارے مسکرانا کس سے سیکھا ہی
ادا و ناز و غمزے سی جتانا کس سے سیکھا ہی
قضا کے نام کا حیلہ بہانا کس سے سیکھا ہی
کسی کی جان پہ بجلی گرانا کس سے سیکھا ہی
غضب ہے قہر سے دلکا لبھانا کس سے سیکھا ہی
نظر میں اور تصور میں سمانا کس سے سیکھا ہی
ہو ہر جا اور کسی جا بتے نہ پانا کس سے سیکھا ہی

تمہارا نسیہ خواہ حسن ہے زخمِ دلِ احقر
پر ایسے زخمِ دل کا دل دکھانا کس سے سیکھا ہی

غزل فارسی

فدائے شوقِ آں جانم کہ تو در دل نہاں داری
منم مشتاقِ آں شوقیکہ تو اے جانِ جاں داری

نگہ تیر رواں ابروئے خود مثلِ کماں داری
دلِ زخمیٔ من در دستِ خود جاناں نشاں داری

جگر آسودہ دارم بہر شمشیر ادائے تو
دلے بسیار خوش دارم کہ تو نوکِ سناں داری

یکے رازے است دردِ تو کہ در خاطر نہاں دارم
بہ پامالیٔ دردِ خود دلِ من رازداں داری

تن و جان و دلِ خود من برائے صیدِ تو دارم
نگارا بہرِ صیادی اگر مژہ و میاں داری

عیاں کردی بطرزِ دلبری ایں رازِ پنہاں را
کہ صدہا ناز و انداز و ادا در خود نہاں داری

تو میگوئی کہ من مشتاق با مشتاقِ خود ہستم
نثارِ آں بیاں جانم کہ تو آں بر زباں داری

تو دستِ خویش خون آلودہ داری من دلِ زخمی
نشانت ایں چنیں دارم نشانم آں چناں داری

بجانِ تو فدائے خود شدم صد بار با صد جاں
بمشتاقانِ خود بر احقرِ خود را گماں داری

ہم فدا آپ پر ہزاروں بار آکر ہو گئے
تم نے اتنا بھی نہیں پوچھا کہ کیونکر ہو گئے

اُن لبِ شیریں سے جو نکلی کبھی الفاظ تلخ
وہ بھی میرے واسطے قندِ مکرر ہو گئے

ساتھ رازِ دردِ دل اپنے تمہارے سامنے
ہائے خاموشی میں بھی چہرے سے ظاہر ہو گئے

عشق میں ہم خود کا دشمن ہو گیا اپنا ہی جسم
موئے تن اپنے لیے اپنے ہی نشتر ہو گئے

اسکی شوخی ادا کا دیکھنا کسکو نصیب
اُنکی صورت دیکھتے ہی ہم تو ششدر ہو گئے

ہم تو ہی کرتے ہیں اب کچھ کہ کہتا ہی رقیب
عشق میں اُنکے غلاموں کے بھی نوکر ہو گئے

عشق میں غارت گرِ عالم کے جیتے ہیں ہنوز
سخت جانی میں تو ہم مجنوں سے بہتر ہو گئے

دادِ سنگ اپنی تک بندگی دل ہی دلیں ہم
خوش ہوئے ایسے کہ بس جامے سے باہر ہو گئے

کب کبھی قسمت نے کھینچو کو بھی اب شہزادگی
شاعری میں نام یہ پایا کہ احقر ہو گئے

شانِ عاشق ہے کہ ہر حال میں وفا یاد رہے
آنِ محبوب ہے ہر طور جفا یاد رہے

ٹکٹکی باندھکے آنکھوں سے دل و جان کی ہم
دیکھتے رہتے ہیں تم کو کہ خدا یاد رہے

تم کو وعدہ ہو ترحم ہو وفا ہو کچھ ہو
بھول جانے ہی کی عادت ہو تو کیا یاد رہے

ہم کو بے چینی میں اس دردِ محبت کے کبھی
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

پڑ گیا دردِ محبت کا مزا جس دل کو
اسکو کیا صحت و راحت و شفا یاد رہے

تم ہو معشوق غضب کے میں غضب کا عاشق
میں بھی کر دوں گا کبھی حشر بپا یاد رہے

رنج و غم تم سے ہی اور تم ہی دوا ہو اسکی
تم تصور میں ہو تو کیا رنج و بلا یاد رہے

خون آنکھوں میں جہاں دیکھکے عاشق کو بھرے
کیا وہاں سرخیٔ پاں رنگِ حنا یاد رہے

کہنے سننے سے وہاں کام کہاں چلتا ہے
نہ سنا یاد رکھیں وہ نہ کہا یاد رہے

مارنے والے جو تم ہو تو اجل کو بھولے
تم کہاں یاد رہو گرچہ قضا یاد رہے

ہم نے سب چھوڑ دیئے نیک بد اعمال بھلیں
قصہ محشر میں بھی تا آپ ہی کا یاد رہے

گر بگڑنا بھی ادا سمجھے ہو تو حشر کے دن
تمکو اللہ کرے یہ نہ ادا یاد رہے

یاد ہے دیکھکے تم کو ہوئے اوسان خطا
ہم خطاوار ہیں جب ہمکو خطا یاد رہے

رونے والوں نے تو گھبرا دیا ان کو حقؔر
ایسے کہرام میں کیا ناز و ادا یاد رہے

نہ رہتے خاک میں ملکر تو یار کیا کرتے
تمہارے دل کا ہم آخر غبار کیا کرتے

چمٹکے رہنا تھا تم سے ہی مرکے بھوت بھی
کہیں بنا کے ہم اپنا مزار کیا کرتے

جو عاشقوں کا پگھلتا ہوا نہ دل ہوتا
ادائے غمزے کو تم اے نگار کیا کرتے

ہر ایک آن پہ مرنے کو انکی جیتے ہیں
ہم ایک جاں کو فدا ایک بار کیا کرتے

یہ دیکھے جان و دل اپنا لیا ہی شوق انکا
بلا کے آن کو اب اپنے نثار کیا کرتے

رہی نہ جینے کی امید بے قراری سے
تو صبر و شکر کو ہم اختیار کیا کرتے

رقیب سمجھے کہ اڑیل ہے یہ ٹلیگا نہیں
تو میری جان پہ ہو کر سوار کیا کرتے

نہیں ہے حسن کی اپنے سہار خود اُنکو
ہم اُنکے ناز و ادا کی سہار کیا کرتے

بسی ہے زلف و لب و چشم اُنکی آنکھوں میں
تو اب تماشائے باغ و بہار کیا کرتے

نہ ہوتی رونے پہ میرے ہنسی تو کیا ہوتا
دکھا کے چشم کو ہم اشکبار کیا کرتے

کسیکو داد نہ فریاد اور نہ کچھ شکوہ
پھر عاشقوں کا وہ روزِ شمار کیا کرتے

وہ کچھ نہ کچھ تو کرینگے ہی کچھ نہ کچھ کرنا
دلوں کو لیکے کہیں وہ نثار کیا کرتے

وہ آکے لیگئے دل لیگئے تو جانے دو
ہم اُن سے لیکے دلِ بیقرار کیا کرتے

بچائے رکھتے نہ ہر بار جاں کو مر مر کر
فدا پھر اُنپہ کہو بار بار کیا کرتے

گلا ہے آنکھ کا بھوں سے وہی مثل ہوتی
حضور گل گلۂ جورِ خار کیا کرتے

انہیں جو دیکھا تو کچھ سٹ پٹا گئے اختر
نئے پھنسے ہوئے ناکردہ کار کیا کرتے

خود دھوم مچائی ہے محشر میں شفاعت کی
تم نے تو قیامت میں اک اور قیامت کی

معشوق کی عادت ہی ہوتی ہے نزاکت کی
عاشق نے نزاکت پر مر جانے کی عادت کی

جو تم نے کہا وہ ہی اللہ نے سب مانا
کیا رتبہ سعی کا ہے کیا شان سماعت کی

یہ اور حسینوں کے حصے میں کہاں آئی
جو کچھ ہے پھبن تم میں اللہ کی قدرت کی

فرقت تو اُسے ہوگی جو تم سے جدا ہوگا
ہم تک تو رسائی بھی ہوتی نہیں فرقت کی

گر پڑتے ہیں اُٹھ اُٹھ کر کوچے میں تمہارے ہم
انصاف سے دیکھو تو یہ تمنے ہی نوبت کی

ہے درد تمہارا تو صحت سے بھی اچھا ہی
یاں ایک ہی صورت ہے بس زحمت و رحمت کی

قلب و جگر و جان و ایمان و خرد لیجے
تشریف جو تم لائے تو ہمنے یہ دعوت کی

ہم تمسے ہی جیتے ہیں اور تم پہ ہی مرتے ہیں
کی قدر یہ جینے کی مرنے کی یہ شوکت کی

دامن کے لگوں سے بھی دامن کو چھڑاتے ہو
یاں چل نہیں سکتی ہے کچھ قوت و نفرت کی

غصے میں بگڑنے سے یوں چہرہ بگڑتا ہے
برداشت نہیں ہوتی انداز کو نخوت کی

غمزوں سے لٹایا ہی گیا بھری محفل میں
غیروں کے ہنسانے کو کیا خوب میری گت کی

ارماں بھی تو اُن کا ہی حسرت بھی تو اُنکی ہے
اب اُنکو نکالیں تو ہے بات ندامت کی

منزل پہ تو آپہنچے مر مر کے سہی اخترؔ
اُلفت میں مرے آخر کیا بات ہی ہمت کی

دیکھ اسے دل سے وحشت ہوگی
نالہ کرنے سے ندامت ہوگی

نہ جیا میں تو کہا عیسیٰ نے
اسکو شاید کہ محبت ہوگی

میرے ہی قتل پر آمادہ ہو
مجھ ہی پر ختم شجاعت ہوگی

اک نظر بھر کے ہمیں دیکھنے کو
کون مانع ہے نزاکت ہوگی

دستِ طاہر سے پلا مے زاہد
کہ ترے ہاتھ سے برکت ہوگی

چلنا سیکھے ہو اُٹھا کر دامن
کون ہوگا جو یہ خصلت ہوگی

وعدۂ وصل کو ایفا کیجے
بھول جاؤ گے جو مدت ہوگی

مرضِ عشق بڑھا جاتا ہے
ضعف میں اور بھی طاقت ہوگی

اسکو دیکھیں گے گر اہلِ محشر
تو قیامت میں قیامت ہوگی

ق
تم ہماری نہ سنو گے تو کیا
حشر میں بھی نہ سماعت ہوگی

تو وہ کس ناز سے کہتے ہیں کہ واہ
کیوں کہو گے جو مروت ہوگی

ق
ایک عالم ہے ستم کش اس کا
کیا ہی محشر میں مصیبت ہوگی

دعوے ہوینگے وہاں کس کس کے
اور کس کس سے شکایت ہوگی

حشر اک اور مقرر ہوگا
قائم اک اور قیامت ہوگی

عقل کہتی ہے بجا اے اخترؔ
دل لگانے سے فضیحت ہوگی

رباعیات

یہ عقل کی احقر ہے تری بربادی
ایسی بھی کہانی ہے بھلا آزادی
اک نورِ مجسم کی کرے نعت کوئی
آبی و آتشی ۔ خاکی ۔ بادی

دیگر

تم اور بھلا نعت حضورِ والا
بنوائیے منہ کیجے توبہ توبہ
آمادہ ہوئے کارِ خدا پر احقر
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

دیگر

تعریف تو ہو مجھ سے کہاں اور کیونکر
مجبور ہے پر شوقِ غلامِ بدتر
کر لیجے قبول اور معافی دیجے
قربان تمہارے یہ تمہارا احقر

دیگر

بہتر ہے کہ ہو نعت پیمبر مرغوب
پر سہل کہیں سمجھا ہی اسکو کیا خوب
پہلے یہ سمجھنا ہے ضروری احقر
انساں کی سمجھ اور خدا کا محبوب

دیگر

نعتِ نبیؐ کا دعوے زباں پر نہ لائیے
بنوائیے منہ عقل کے ناخن لوائیے
محبوبِ حق کی نعت کا دعوے اور آپ واہ
احقر یہاں سے بوریا بدھنا اٹھائیے

دیگر

کیا چیز ہے وہ جو کہ نہ پائی ہم میں
دیتے ہیں جہان دونوں دکھائی ہم میں
ہے ذات سے احقر یہ ظہورِ ذاتی
ہم میں ہے خدا ساری خدائی ہم میں

دیگر

سب کچھ ہے جہاں میں تو وہاں سے آیا
واں کچھ بھی نہیں ہے میں جہاں سے آیا
ظاہر ہے یہاں میرا تو باطن ہے وہاں
اور واں سے نہیں ہوں تو کہاں سے آیا

دیگر

جو کچھ کہ لگاؤ ہے لگا ہے ہم میں
اور جتنا بھراؤ ہے بھرا ہے ہم میں
اک بندہ ہے بندگی کا ہم میں احقر
ورنہ کہدیے کہ کیا ہے ہم میں

جب چلا عرش بریں کو وہ مہ بے ہمتا　　آمد آمد کا ہوا شور فلک پر برپا
ہر طرف سے تھی یہ آواز کہ یا سیّدنا　　نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

صوتِ قدرت ہوئی یکبار یہ جاری پیہم　　یہ وہ ممدوح ہے مدّاح ہوسے جسکے ہم
جس سنے دیکھا یہ کہا واہ وا یا شاہ امم　　مِن بیدل بجمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

چرخ پر ہر کوئی کہتا تھا کہ اے نیک صفات　　آج کے دن کی دعا مانگ رہی تھے ذرات
شوقِ دیدار سے پہلے دو ہمیں آکے نجات　　ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

رحم فرما کہ زحد مے گذرد تشنہ لبی

حوریں کہتی تھیں کہیں اے شہ عالی گوہر　　کہیں غلماں یہ کھڑے کہتے تھے ہوکر مضطر
رحم فرماؤ خدارا کہیں شتا تو نیر　　چشمِ رحمت بکشا سوے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطّلبی

تجھ سے ہر چیز کا آغاز ہے اے نیک انجام　　گل و گلزار نے خوشبو سے تیری پایا نام
ہر شجر دیتا ہے تیری ہی اثر کا پیغام　　نخلستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام

زاں سبب شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

فیض سے آپ کے ہی دو نو جہاں ہیں معمور　　ہر جگہ جلوہ گری کرتا ہے بس آپ کا نور
ہیں جدھر آپ ادھر ہی کو ہوا رحمتِ غفور　　ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

تجھ سے نسبت کا تو کیا ذکر ہے شاہِ عالم　　دعوے بندگی بھی بے ادبی سے نہیں کم
یہی زیبا ہے ہر اک کو کہ بھرے دم ہر دم　　نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

رحم فرمایئے حالت پہ خدا را میری
بھیجے جلدی سے خبر میری کہیں میرے نبی
مرضِ ہجر سے اب لب پہ ہے جاں آخر کی
سیدی انت حبیبی وطبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

تضمین نظم مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

دلِ بیتاب ہے بیتاب ہر دم
جگر زخمی ہے اے زخموں کے مرہم
صدا یہ کر رہی ہے چشمِ پرنم
ز مہجوری برآمد جانِ عالم

ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

کریمی میں کہاں ہے نکتہ چینی
ترے الطاف میں ہے دل نشینی
کرم تیرا نہ کیوں کر ہو یقینی
نہ آخر رحمت للعالمینی

ز محروماں چرا فارغ نشینی

گھٹا تیرے کرم کی ہم پہ چھائے
جھڑی الطاف ہم پر بھی لگائے
ترا یہ تشنہ لب کیونکر نہ چھائے
تو ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے

کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے

ہماری شان و شوکت کی نشانی
خدا کے سِرّ اسرارِ نہانی
خدا را اے خدا کی مہربانی
بروں آور سر از بُردِ یمانی

کہ روئے تست آب زندگانی

نگارا شانِ محبوبی کے شایاں
فروغِ خوبی و خوبیٔ خوباں
ہو محبوبی کے تم تو ماہِ تاباں
شبِ اندوہِ ما را روز گرداں

ز رویت روز ما فیروز گرداں

ہمارے آقا و والی و مولا
ہمارے دونوں عالم کے بھروسہ

پڑے ہیں آپ کا لیکر سہارا — بدہ دستے بیا افتادگاں را
بکن دلدارئے دلدادگاں را

برے ہیں یا بھلے ہیں آپکے ہم — بھروسہ پر تمہارے ہم ہیں بیغم
ترے قربان اے محبوبِ اکرم — اگرچہ غرقِ دریائے گناہم
فتادہ خشک لب برخاکِ راہم

ترے قابل نہیں ہیں ہم ہیں کچھ گن — لگی ہے دلکو مولا پر تری دھن
بردنگی اور گنہگاروں کی بھی سن — ادیمِ طائفی نعلینِ پاکن
شراک از رشتۂ جانہائے ماکن

کیاہے شوق نے گستاخ ایسا — دلِ مشتاق کہتا ہے کیا کیا
کریمیا اسکی یہ اک ہے تمنا — فرود آویز از سر گیسواں را
بکن سایہ بپا سروِ رواں را

ہیں ہم کیا اور کیا گن ہیں ہمارے — مگر مولا ہیں ہم بندے تمہارے
تمہی ہو بےسہاروں کے سہارے — اگر نبود چو لطفت یادگارے
ز دستِ من نہ آید ہیچ کارے

اگرچہ ہم میں ہے ہر طور خامی — تمہارے نام کے ہیں تم ہو نامی
تمہی ہو یا نبی احقر کے حامی — بحسنِ اہتمامت کارِ جامی
طفیلِ دیگراں یابد تمامی

تضمین برغزل حضرتِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

زخمِ دلِ عاشق کا ہے تازہ ترا مرہم — اور زحمت ترے غمزے کی رحمت سے نہیں کچھ کم
سو لاکھ تمنا سے کہتا ہوں کہ اے ہمدم — ہر دم ز تو بر سینہ صد داغِ جفا خواہم

باد رد تو خو کردم حاشا کہ دوا خواہم

یہ فضل و کرم تیرا دیتا ہے جب ہووے
تو منگتا بھر دے پر تیرے ہی نہ کیوں گو دے

مانگے نہ کیوں ہر سائل تجھ سی ہی کہ جب تو دے
ہر کس ہو لے خود دارد ز تو مقصودے

ایں جملہ طفیل تو من از تو ترا خواہم

ہو چاہو کرو مجھ پر مجھکو ہے وہی اچھا
جا تجھ وہ کہاں جسکو کہ یہیں مرنا ہے اور پھرنا

طالب تھا کرم کا میں تم کرنا جو ہے کرنا
دی از تو وفا جستم دادی بہ جفا وعدہ

باز آمدہ ام امروز تا وعدہ وفا خواہم

چاہے نہ تجھی کو تو احقر کی ہے بدنامی
پائے نہ تجھے ہر جا تو اسکی ہے ناکامی

کیا پوچھتے ہو جاناں تم ہو کے مرے حامی
پرسی کہ کرا خواہد از خیل بتاں جامی

چشمے است مرا آخر غیر از تو کرا خواہم

تضمین بر غزل مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی خوشبو سے معطر کرکے خوشبوئے گل کو دی
اپنی رنگت سے فزا افزائی کی گلزار کی

بنکے بلبل کی زباں اپنی صدا خود ہی سنی
حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ

پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

عشق خود ہے عاشقی خود اور معشوقی تو ہی
ناز خود انداز خود اور خود غضب ہے پھر بھی

اپنی یکتائی میں گو پیدا کیا رنگ دوئی
گرچہ معشوقی لباس عاشقی پوشیدہ

وانکہ از خود جلوۂ خود را تمنا کردہ

کوئی مضطر کوئی حیراں اور کوئی ہے بے زباں
اور ہوئے ٹکڑے کسی کے کوئی غش میں بیجاں

الغرض جلوے کی تیرے ہو کہاں تک داستاں
پرتو حسنت نگنجد در زمین و آسماں

در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہ

ظاہری آنکھوں کے آگے گرچہ ہے چلمن پڑی
غور سے دیکھو تو وہ کثرت نہیں وحدت آگئی
کون ہے پردہ نشیں پردہ اٹھاؤ تو سہی
بر رخ زلفِ سیہ مشکیں سلاسل بستہ

عالمے را بستہ زنجیر سودا کردہ

شکر کیونکر کرسکے احقر تری امداد کا
تیرا احساں ہے ترا احساں ہے احسان ہے ترا
ہو اگر ہر مو زباں تو بھی نہیں ہوگا ادا
مسکینی جامی گم اندر عشق نام و ننگ را

آفریں صد آفریں رسمے کہ پیدا کردہ

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ

یاد نے قد کی ترے ششدر کیا ہے سرو کو
تیری زلفیں دیکھکر سنبل پریشاں کیوں نہ ہو
غنچہ کہتا ہے دہن کو دیکھکر لو جان لو
نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ ہے چشم تو

مست آہو در بیاباں از نگاہ ہے چشم تو

دیکھکر تجھکو دگرگوں ہو گیا سامان باغ
حسن و خوبی رنگ و بو میں چھٹ گئے سب کے دماغ
واہ گلرو گل ہوا آگے ترے گل کا چراغ
جامہ نیلی کرد سوسن لالہ را در سینہ داغ

کاکل سنبل پریشان از نگاہ ہے چشم تو

اک نگاہِ ناز نے کیا کیا دیا ہمکو ثمر
احقر خستہ کو دیکھو آنکر اے چارہ گر
دردِ دل زخم جگر او راہ سرد و چشم تر
حالِ جامی را چہ پرسی تیر خوردہ در جگر

گاہ افتاں گاہ خیزاں از نگاہ ہے چشم تو

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

جو مہر و مہ سے ہو سوا اسکو کہیں کیا مہ جبیں
خاکی و آبی آتشی بادی کہاں پائے کہیں
ہو حسن جسکا دوسرا اسکی ثنا ممکن نہیں
تو جانِ پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں

واللہ ز جان ہم پاکتر روحی فداک اے نازنیں

اس درد کے قرباں جسے نسبت ہو تجھ محبوب سے
اس غم پہ سو جاں ہو فدا جو یاد سے تیری ملے
کچھ ڈر نہیں آزار کا گر شوق میں عاشق کہے
دارم ز غم بیمار ئے بیمارِ غم را یار ئے

اگر کنی غمخوار ئے از غم چہ باک اے نازنیں

ہے آپکے عشاق کا قصہ تو جاناں گو مگو
جلکر ہیں ہی حسن و حسیں تم ہی کہو تو کچھ کہو
اے مرکزِ پرکارِ ہر خوبی کہیں کیا آپ کو
پاکاں ندیدہ روے تو جاں دادہ اندر بوے تو

اینک بگردِ کوئے تو صد جانِ پاک اے نازنیں

ہے سرو بھی حیرت زدہ دیکھا جو تیرا بانکپن
دیکھا جو چشمِ مست کو نرگس نے بھولی بانکپن
لالے کا منہ فق ہو گیا غنچہ ہے قربانِ دہن
وقتے بگلگشتِ چمن گل دید لطفِ آں بدن

از شوقِ آں بر خویشتن زد جامہ چاک اے نازنیں

عشاق کی اور عشق کی مرنے میں ہی بس آبرو
مرنا ہے لطفِ زندگی جینے کی پھر کیا جستجو
مرنا ہے تجھپر سدا احقر کی ہے یہ آرزو
جامی کہ دارد با تو خو ہرگز نہ تابد از تو رو

گر خود نہی بر فرقِ او تیغِ ہلاک اے نازنیں

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ

یہ پردہ ڈالکر عشاق کو کرتے ہو کیوں برہم
تمہارے ہو کے پردے میں بھی رہ سکتے ہیں تم اور ہم
تمنا ہے یہی عاشق کی تیرے ساتھ اے ہمدم
مکن بیگانگی از من نہ تو غیری نہ من غیرم

ز وصل خود مکش دامن نہ تو غیری نہ من غیرم

دکھا کر دور ہی سے قرب اپنا کیوں رہو پنہاں
کبھی ہو جلوہ گر سر جا تو پھر کاہیکی این و آں
اٹھاتے کیوں نہیں اس پردۂ دوری کو بن جاناں
صدائے نحن اقرب از دی آخر بمشتاقاں

چرا گستی نقاب افگن نہ تو غیری نہ من غیرم

اگرچہ ہوں میں اس عالم میں اک کمتر سے بھی کچھ کم
صدا میری سنو کہتا ہوں ہو کر شاد اور خرم
حقیقت میں مجھے دیکھو حقیقت سے ہو گر محرم
بہ باطن مرغ توحیدم اسیر دام تقلیدم
پریدم سوئے ایں گلشن نہ تو غیری نہ من غیرم

یہ مانا کہ تو ہی جلوہ نما رہتا ہے ہر اک جا
یہ تیرا دیکھنے والا پھرے کس کس کا منہ تکتا
تو یکتائی میں ہے ہر جا تو ہر جائی میں ہے یکتا
نقاب از روئے خود بکشا رخ زیبائے خود بنما
دل عاشق نہ برہم زن نہ تو غیری نہ من غیرم

اری ادنا گنی بیہوش تیرے کچھ عجب ہیں گن
ذرا اے احقر ناداں کسی دانا کی بھی تو سن
بھلا توحید کی تجھ ناتواں کو کیا لگی ہے دھن
چو جامی جاں فدائش کن بسل نگہ التجائش کن
کہ مار ازیں دوئی مشکن نہ تو غیری نہ من غیرم

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

کب یہ دن ہوگا کہ میں ہوں اور ہو بیت الصنم
خوف یہ ہے کہ نکل جائے نہ یاں فرقت میں دم
کب یہ ہوگا کہ سر میرا ہو اور ان کا قدم
کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

آج ہوں میں روضۂ اقدس پہ کل کی کس کو سدھ
کل نہ ہو اس آج کی جائے نکل دم خود بخود
خاک ہو جائے الٰہی آج ہی یہ کالبد
صد ہزاراں دی دریں سودا مرا امروز شد
نیست صبرم بعد ازیں کا مروز را فردا کنم

دیکھوں آنکھوں سے مدینہ میں خدا وہ دن دکھائے
ہجر میں کب تک پھرونگا میں بھٹکتا ہائے ہائے
دم رکے سینہ میں کب تک جاں کہاں تک تاب لائے
یا رسول اللہ بسوئے خود مرا راہے نمائے
تا ز فرق سر قدم سازم بدیدہ پا کنم

جنت الفردوس بھی ہے تیرے کوچے سے خجل
اور غلاموں سے تیرے ہیں حور و غلماں منفعل

ڈھونڈتا پھرتا ہے طوبےٰ بھی ہمیشہ تیرا ظل ۔۔۔ آرزوئے جنّت المأویٰ سے بردل کردم دل

جنتم ایں بس کہ بر خاک درت ماویٰ کنم

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ

آنکہ در خاطرِ من ہست دلم ہم با اوست ۔۔۔ وانکہ جانم بدمے بردبجا نم با اوست
دل چہ شد گر کسان پرسند بگویم با اوست ۔۔۔ آں سیہ چردہ کہ شیرینیٔ عالم با اوست

چشمِ میگوں لبِ خنداں دلِ خرم با اوست

گو دریں دہر ہم ہستند و گذشتند بسے ۔۔۔ مثل او نیست نخواہد شد ازیں ہیچ کسے
باز میگویم و ایں راست بگویم آرے ۔۔۔ گرچہ شیریں دہناں بادشاہانند ولے

آں سلیمانِ زمان است کہ خاتم با اوست

پرفن و شوخ و جفاکیش و ستمگر بیباک ۔۔۔ بے غم و عشوہ گرو چابک و چست و چالاک
دلبر و نازکن و دردہ و ہم سفاک ۔۔۔ روئے خوب است و کمالِ ہنر و دامن پاک

لاجرم ہمتِ پاکانِ دو عالم با اوست

رفت جاناں نہ برم شد تنِ لاغر بے جاں ۔۔۔ جاں کجا ماند کہ از دست بروں شد جاناں
آہ و واحسرتا واویلا و فریاد و فغاں ۔۔۔ دلبرم عزمِ سفر کرد خسارا یاراں

چہ کنم ایں دلِ مجروح کہ مرہم با اوست

صفی اللہ چہ گفتم کہ چرا محزون است ۔۔۔ من چہ گویم کہ بس ابلیس چرا ملعون است
قصۂ آدم و حوّا بہ کہ گویم چون است ۔۔۔ خالِ مشکیں کہ بر آں عارضِ گندم گون است

سرِ آں دانہ کہ شد رہزنِ آدم با اوست

گفتگوئے چہ تواں کرد ز بارِ مائل ۔۔۔ جز تپیدن بکسے حال چہ گوید بسمل
سخت مشکل کہ بگوید بہ کسے ایں مشکل ۔۔۔ باکہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگیں دل

کشت ما را و دمِ عیسیٔ مریم با دوست

تضمین بر غزل حضرت حافظ لطافت علی صاحب سہارنپوری

درد کیوں اٹھتا ہے میرے دل میں یا دم بدم — جاں گھلی جاتی ہے کیوں ہو کر گرفتارِ الم
یہ تحیر ہے کہ کیا ہے فکر اور کس کا ہے غم — دیدہ لبریز م سراپا انتظارِ کیستم
ذوقِ دیدارِ کہ دارم بیقرارِ کیستم

کیا کہوں کس طور سے اپنی گذرتی ہے آہ آہ — بے کلی ہر دم ہے ہر لحظہ ہے ہر شام و پگاہ
الغرض دل کی وہ حالت ہے کہ اس کی بناہ — کشتۂ صیادِ دلم او زخمِ شمشیرِ نگاہ
نیم بسمل گشتہ ام یارب شکارِ کیستم

عشق کی مجھ پر جو ہوتی ہے عنایت گاہ گاہ — ایک عالم کی لگی پڑنے میرے اوپر نگاہ
دیکھنا کس حال میں پکڑا گیا ہوں بیگناہ — کشتۂ از خالِ مشکیں بستۂ زلفِ سیاہ
گر مسلمان نیستم زنار دارِ کیستم

ہوں انیس عاشقاں ہر دم صدا ہے یا صنم — مونس فرہاد ہوں یوں سر دہی میں ہے قدم
ہمدمِ مجنوں ہوں پھرتا ہوں نا لیلیٰ کا دم — دوست آں منصورِ وقتم چوں انا الحق میزنم
رشتۂ در گردنم من زیبِ دارِ کیستم

ہوں جہانِ خلق میں مخلوق میں ہوں کم سے کم — پر جہانِ امر میں سب سے ہوں بڑھکر محتشم
میں نہ ہو مجھ میں تو پھر دیکھو کہ کیا ہوں محترم — چو تہی از خود شدم لبس جملہ نورِ احمدم
پس بہ بیں اسے دوستاں آئینہ دارِ کیستم

کچھ حسینانِ جہاں کا میں نہیں کھتا ہوں غم — اور گل و گلزار سے کچھ خوش نہیں ہے چشم نم
خود حسیں ہوں خود گل و گلزار ہوں خود ہوں صنم — عاشقِ حسنِ خودم در عشقِ خود مست آمدم
بیقرار خود شدم من بیقرارِ کیستم

عشق کے پابند کا آوارگی ہے قاعدہ
ایک جا کیونکر رہے احقر کوئی فرقت زدہ
بس صنم پائے جہاں اسکا وہیں ہو فائدہ
حافظم در مدرسہ در دے کشم در میکدہ
سخت حیراں گشتہ ام من در شمارِ کیستم

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ

میں ہوں اور جانِ حزیں اور ہے بس تیرا غم
دلکو آرام کسی طور نہیں ہے اکدم
درد ہے اور جگر زخم ہے اور بے مرہم
ضنا با غمِ عشق تو چہ تدبیر کنم
تا بکے با غمِ تو نالۂ شبگیر کنم

فکرِ درماں میں ہے کیوں یہ دلِ ناداں حیراں
دردِ دل کیلیئے درماں میں اثر ہے کہاں
شدتِ غم سے ہوا ہے دلِ ناداں حیراں
دلِ دیوانہ ازاں شد کہ پذیرد درماں
مگرش ہم ز سرِ زلفِ تو زنجیر کنم

تیری فرقت میں گذرتی ہے یہ دلبر دن رات
کیا کہیں کیونکہ کہیں منہ پہ نہیں آتی بات
ہے ہر اک لحظہ و ہر ساعت و ہر دم سکرات
آنچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات
در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم

کیا ترے عشق میں آئی ہے مصیبت درپیش
جاں ہے تو جانِ حزیں دل ہی تو دل ہے بریش
ہو گیا ہر موئے تن اپنا ہی اپنے لئے نیش
از سرِ زلفِ تو مجموع پریشانیٔ خویش
کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم

احقر اب دردِ محبت کا خدا ہے حافظ
قول یہ آپکا ہے قند و شکر نے حافظ
خوب ہی قصۂ الفت کو کیا طے حافظ
نیست امکانِ خلاص از غمِ او اے حافظ
آنچہ تقدیر ہمیں بود چہ تدبیر کنم

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

سسکار ہا ہے کوئی جیتا رکھا نہ مارا — لینا کہ اب چلا میں دنیا کوئی سہارا
سنتے ہو درد مندوں کا پھر کہوں دوبارا — دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

پژمردہ دل ہیں بلبل قصہ سنا دل آویز — ہیں فکر مند قمری کچھ تو زبان کر تیز
حیراں ہیں بول طوطی کچھ تو ہی مژدہ آمیز — کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آں یار و آشنا را

موسم بہار کا ہے مشکبار سنبل — ہنستے ہیں کھل کھلا کر کیا کیا چمن میں سب گل
قمری کی کچھ زباں پر اٹھتی ہے خود بخود چل — در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل
هات الصبوح حیویا یها السکارا

کی ہے تمہیں جو نعمت اللہ نے عنایت — تو اور کو بھی دینے کی چاہیئے ہے ہمت
سنلو فقیر کی بھی کہتا ہے یہ بمنت — اے صاحبِ کرامت شکرانۂ سلامت
روزی تفقدے کن درویش بینوا را

اپنے خیال میں ہیں سرشار اور سرمست — ہمکو ہے سب برابر دنیا کے بالا و پست
یہ خوب ہی نصیحت حاصل ہوئی سردست — آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

تعزیر اور سزا دیں جسکے ہیں آپ پابند — اور لائق سزا و تعزیر ہوں میں ہر چند
اے محتسب خدارا اتنا ہوں آرزومند — در کوئے نیکنامی ما را گذر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

ہر حال شاد رہنا یہ ہے صنم پرستی — اور یہ ہے وہ بلندی جسکی نہیں ہے پستی

ہمکو تو اے مہوس بوٹی ملی یہ مستی　　ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش مستی

این کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را

عشاق سب ہیں جسپر مرنیکے آرزومند　　وہ تو حیات بخشی کرتے ہیں چند در چند
زاہد یقین کرنا کہتا ہوں کہاکے سوگند　　خوبانِ پارسی گو بخشندگانِ عمر اند

ساقی بدہ بشارت پیرانِ پارسا را

یہ پند اور نصیحت بیجا نہیں نہ بے سود　　جتنا برا کہو تم احقر ہے اس سے افزود
اتنا مگر سمجھلو زاہد برائے معبود　　حافظ بخود نہ پوشید این خرقۂ مے آلود

اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

تری شمشیر ابرو سے مرا گھائل ہے دل ہر دم　　جگر میں زخم ڈالے کاکل خمدار نے پیہم
بلا ہے دشمنِ ایماں ہے تیری زلف کا ہر خم　　بمژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم

بیا کز چشم بیمارت ہزاراں درد برچینم

گل و گلزار میں جو ذکر تیرا کچھ ہوا گلریز　　ہوا خوش دیکھکر دل نے بھی کیں باتیں خوشی آمیز
کھلے گل قمری و طوطی نے بھی اپنی زباں کی تیز　　صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز

کہ غوغا میکند در سر خمارِ خمر دوشینم

مریں تجھپر تو مرنے سے کیوں ہونے لگے غمگیں　　جو جاں دینی ہے تجھپر پھر تو کیا ہے یہ دمِ شیریں
نہیں ہے دم زدن سے دل چرانا عشق کی آئیں　　شبِ رحلت ہم از بستر روم تا قصرِ حور العین

اگر بر وقتِ جاں دادن تو باشی شمع بالینم

یہ دل ہو کر ترا دونو جہاں سے ہو گیا آزاد　　تجھی سے شاد رہتا ہے تری ہی یاد سے آباد
اگر کچھ ہے تو بس تجھ سے ہی یہ فریاد ہے فریاد　　الا اے ہمنشینِ دل کہ یارانت برفت از یاد

مرا روزی مباد آن دم کہ بے یاد تو بنشینم

خدا ہمکو دکہائے تو دکہائے شاہد و ساقی
جہاں میں ہمکو گر پائے تو پائے شاہد و ساقی
دو عالم میں دہر اکیلے ہے سوائے شاہد و ساقی
جہانِ فانی و باقی فدائے شاہد و ساقی

کہ سلطانئ عالم را طفیل عشق مے بینم

نہیں معلوم کہ پروانہ ہوں میں یا کہ ہوں میں شمع
مگر ایسا ہوں کہ جیسے نہیں کرتی ہے ہاں ہو شمع
بتادوں تجھکو پروانے میں تجھسے صنما کہ دو شمع
زتاب آتش دوری شدم غرق عرق چوں شمع

بیارا اے باد شبگیری نسیمے زاں عرق چینم

عروج عاشقی ہے یہ کہ ہونا شاد اور برباد
نہیں بھی شادماں دیکھا ہی عاشق کا دل ناشاد
سناؤ نہیں نصیحت تمکو آخر کر رکہو تم یاد
حدیث آرزومندی دریں نامہ کہ ثبت افتاد

ہماں نام غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم

تضمین بر غزل حضرت قدسی علیہ الرحمۃ

بیکل ہے کیسا ہائے دل جاتی رہی ہے اسکی کل
پاتا نہیں آرام میں ہاتھوں سے اسکے ایک پل
تھمتا نہیں تھامے سے یہ ہاتھوں سے جاتا ہے نکل
دارم دلے اما چہ دل صد گونہ حرماں در بغل

چشمے و خوں در آستیں اشکے و طوفاں در بغل

میں نے تمہارے عشق میں دی جان اے جانِ جہاں
سمجھا نہ اپنے دلکو دل جانا نہ اپنی جاں کو جاں
وا ویلا و واحسرتا یہ بھی خطا ٹھیری وہاں
یارب مرا ثابت قدم از کوئے قاتل بگذراں

من سر بجیب انداختہ او تیغ عریاں در بغل

آیا تھا اس عالم میں میں سے کیسی آن سے
مرتا رہا جبتک جیا نیکی بدی کیا چیز ہے
محشر کا کیا غم ہے مجھے اعمال میں نے کیا کیے
روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ

من نیز حاضر میشوم تصویر جاناں در بغل

ہو سرو ہیں حیران سا دیکھے جو تیرا بانکپن
نرگس ہو شیدا چشم کی غنچہ ہو قربانِ دہن
اس آرزوئے خاص میں ہی چاک گل کا پیرہن
بوئے تر ایک صبح دم گر باد آرد در چمن
گل غنچہ گردد تا کند بوئے تو پنہاں در بغل

ہے تندرستو نسے زیادہ شاد و خوش بیمارِ عشق
دیتا ہے کچھ بڑھ کر مزا صحت سے بھی آزارِ عشق
اللہ رے کیا زور پر ہے گرمیٔ بازارِ عشق
نازم خدنگِ غمزہ را کز لذتِ دیدارِ عشق
ہر دم جراحتہائے دل در دیدہ پیکاں در بغل

تیری جدائی میں یہاں آتی ہیں کیا کیا غش پہ غش
ہے آتشِ فرقت کی سوزش سے زباں پر العطش
پیغامِ وصلِ دلربا میں دلکو ہے یہ کشمکش
کو قاصدے از کوئے او بہرِ نثارِ مقدمش
صد طفلِ اشک از دیدہ ام آمد برون جاں در بغل

چرچا سا اک عالم میں ہے ہر اک ترے انداز کا
اک اک ترے انداز پر سو سو کئی ہیں جانیں فدا
اے دلربا اے جانِ جاں یہ بھی ہے اک تیری ادا
برقع بعارض بر فگن یک صبح دم تا از ضیا
گردد فراموش از سحر خورشید تاباں در بغل

میں تو کسی کے عشق میں بیمار ہا ہوں مبتلا
تھا یاد کب کہ ایکدن محشر بھی ہونا ہے بپا
احقر مگر اس عذر کو واں کون سنتا ہے بھلا
قدسی ندانم چوں شود سودائے بازارِ جزا
او نقدِ آمرزش بکف من جنسِ عصیاں در بغل

تضمین بر غزل حضرت سعدی علیہ الرحمۃ

واں کہیں جانیکی جی میں ٹھن گئی
یاں تمنا جی کی جی ہی میں رہی
میری جانب سے کہے اننسے کوئی
سروِ سیمینا بصحرا میروی
نیک خوش عہدی کہ بے ما میروی

کوئی کہتا ہے کہ رخ پر جان دو
اور کوئی تک رہا ہے زلف کو

کوئی کہتا ہے اسے دیکھا کرو
اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا میروی

رحم کی جی میں ہے یا بیداد کی
اے شہِ خوباں ہے کیا مرضی تری
موت تو ہے زندگانی تو مری
مے نوازی بندہ را یا مے کشی
مے نشینی یک نفس یا میروی

سر کا دینا ہے تری الفت کی داد
ٹھوکریں کھانے میں ہے دل شاد شاد
فرشِ رہ ہونا ہے آنکھوں کی مراد
گر قدم بر چشمِ من خواہی نہاد
دیدہ بر رہ مے نہم تا میروی

نازنیں وزیب بخش سروری
اے پری اے لائقِ عشوہ گری
اے سزاوارِ خطابِ دلبری
گرچہ آرامِ دلِ ما میبری
ہمچنیں مے رو کہ زیبا میروی

دیدہ و دل گرچہ ہیں احقر کے سست
تیری ہمراہی کو ہیں چالاک و چست
تجھکو چھوڑینگے کہیں تنہا درست
دیدہ سعدی و دل ہمراہِ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

مزا دیتی ہے ہمکو عشق کی آوارگی کیا کیا
یہ بربادی یہ ناشادی یہ آزادی یہی سودا
ہزاروں التجا سے ہے دعا میری مرے مولا
دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا
تنم از بیدلی بیچارہ شد بیچارہ تر بادا

یہ زہد و پارسائی آپکو حضرت مبارک ہو
یہ تقویٰ و ورع و نیکبختی زیب ہے تمکو
خدا کیواسطے ناصح ذرا میری بھی تو سنلو
گرائے زاہد دعائے خیر میگوئی مرا ایں گو

کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا

جگر میں دمبدم رہتی ہے دردِ عشق کی آمد
غرض غم ہے بصد کثرت جگر میں درد بیحد
ہجوم غم سے اب جاں تن میں رہ سکتی نہیں شاید
دلم صد پارہ گشت از غم نہ زاں گونہ کہ بہ گردد
اگر جاناں بدیں شاد است یارب پارہ تر بادا

تبسم اور بجلی کی چمک میں ایک ہی ہے مد
صدائے اُقتلوا کی ہے لبِ جانسو میں آمد
نگہ خنجر ہے ابرو تیغ ہیں اور تیر ہاں بیحد
بتاراج اسیران زلفِ تو عیاری گی دارد
بہ خوں ریزے غریباں چشمِ تو عیارہ تر بادا

گنا ہوں سے کبھی خالی نہیں رہتا ہوں میں دم بھر
خجالت سے گنہ کی پانی پانی ہوگیا اختر
گنہگاروں میں بھی میرا بڑا رہتا ہے کچہ نمبر
چو با تر دامنی خو کرد خسرو با دو چشم تر
بآبِ چشمِ مژگاں دامنش ہموارہ تر بادا

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

تیری کس کس آن پر کوئی مرے
تیرا ہر انداز ہے حد سے پرے
دین و دل دے جان دے کیا کیا کرے
من ندیدم چوں تو ہرگز دلبرے
سر کشے عاشق کشے غارت گرے

کہتے ہیں وہ بزم میں آتے ہیں ہم
سنکے ہر اک نے کہا آؤ صنم
اہل محفل جاں کریں فرشِ قدم
من سرے دارم کہ در پایت کشم
تو کہ در خوبی نداری ہمسری

حشر برپا ہو جو ہو تو بے حجاب
ہے یقیں عالم کو پیارے بانقاب
کسکی طاقت ہے کہ ہو جلوے کی تاب
در زمیں پنہاں نماند آفتاب
گر برآئی بامدادے منظرے

تیز خنجر ہے نگاہِ مہوشاں
الاماں یارب خدایا الاماں
ایک احقر ہی نہیں کچھ نیم جاں
ہر کہ دید از چشم خسرو خوں رواں
بر تنِ او گشتہ ہر مو نشترے

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

ایں و آں از دہر آنی ہنوز
آشکارائی و پنہانی ہنوز
در پئے ہر جان و جانانی ہنوز
جاں ز تن بردی و در جانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز

کیا یونہی ہوتا ہے عاشق سرفراز
کیا یونہی ہے چارہ سازی چارہ ساز
دل نوازی ہے یہی اے دل نواز
ملکِ دل کردی خراب از تیغ ناز
کاندریں ویرانہ سلطانی ہنوز

قدر تمکو کچھ نہیں اپنی رہی
دو جہاں کس آن کی قیمت کہی
خیر ہے کیوں ایسی ارزانی ہوئی
ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

غائبانہ تم نے جا آنکھوں میں کی
اور دل لینا تو گویا بات تھی
ماسوا اسکے صفت یہ ہے نئی
آشکارا سینہ را بشگافتی
ہم چنان در سینہ پنہانی ہنوز

جور کرتا ہے کہیں ہو کر نہاں
اور ہے رحمت کہیں تیری عیاں
واہ جانِ جاں تیری نیرنگیاں
ظلم کردی سالہا چوں کافراں
بحرِ رحمت با مسلمانی ہنوز

اب کہاں وہ دن کہ جو رہتے تھے مست
اپنے لب احقر ہوئے تم حق پرست

خود بخود ہمت ہوئی جاتی ہے پست ۔ پیری و شاہد پرستی ناخوش است

خسروا تا کے پریشانی ہنوز

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

اف رے طرزِ روشِ دلبری و دلداری ۔ ہے ہر اک آن و ادا مظہرِ شانِ باری
خوبیاں ختم ہوئیں تجھ پہ جہان کی ساری ۔ خطِ سبز و لبِ لعل و رخِ زیبا داری

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

حسن کیواسطے زینت ہی تو اے نیک صفات ۔ آبرو بخش ہے خوبی کیلئے تیری ذات
الغرض تیری بصد شوکت و شاں ہے ہر بات ۔ شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات

انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

فکر کی ہوگی نہ آورد یہ شاید ہرگز ۔ نہ طبیعت میں کسی کی ہے یہ آمد ہرگز
غنچۂ لب کی کسیکو نہ ملے حد ہرگز ۔ تا تبسم نہ کنی عقل نگوید ہرگز

کاندریں آبِ خضر لولو لالہ داری

اے خریدارِ دل و جانِ حزیں لے دلدار ۔ تجھ پہ سو جاں سے ہو قرباں یہ ترا عاشقِ زار
اپنے احقر کو کیا ایک نظر میں نادار ۔ عقل و دین و دل و جان بردی و ہم صبر و قرار

دیگر از خسرو بیدل چہ تمنا داری

تضمین بر غزل حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ

یہ کہیں دیکھا سنا بھی ہے کہیں ۔ سرمۂ چشم اور رہو کر دلنشیں
اور ہو کر مالکِ جانِ حزیں ۔ سوختت بے وجہم تماشا را ببیں

کشت بے جرم مسیحا را ببیں

گر خبر تم کو نہیں معشوق کی — تو کسی عاشق ہی کو دیکھو کبھی
حالتِ محبوب سب کھل جائیگی — اے کہ از دیدارِ یوسف غافلی
داغِ یعقوب و زلیخا را بہ بین

حضرتِ زاہد خطا ہے آپ کی — حالتِ عاشق پہ جو حیرت ہوئی
آؤ تو تمکو دکھاؤں میں ابھی — ایکہ از روزِ عدم در حیرتی
یک دمے آں روئے زیبا را بہ بیں

بات سمجھے ہو جسے تم اک نئی — روز ہوتی ہیں وہاں ایسی کئی
تمنے گر دیکھا نہ ہو تو اب سہی — زندہ کش جانے نباشد دیدہ
گر ندیدستی بیا ما را بہ بیں

دیکھنی آنحضر جو تھی وہ دیکھ لی — اور اب دیکھیں گے جو ہے دیکھنی
بات پہلی ساتھ پہلے کے گئی — شاہ و درویش و قلندر دیدہ
سرمدِ سرمست و رسوا را بہ بیں

تضمین بر غزل حضرت مولانا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

ابر باراں جاں نثارِ دوست و گریانِ اوست — انجم و اختر بجاں ہستند فرمانِ اوست
ماہتاب از شام تا شام دگر جویانِ اوست — آفتاب از صبح تا صبح دگر قربانِ اوست
روز و شب گردوں کہ میگردد بلاگردانِ اوست

جلوہ فرمائی کا تیری باغمیں ہے بندوبست — شرمگیں کرتی ہے کیا نرگس کو تیری چشم مست
رنگ و بو تیری ہر اک گل کو دیتی ہے مست — دیدیار عنائیش زجا حیرت ماندہ است
با ہمہ آزادگی سرو از گرفتارانِ اوست

اے خلش دلمیں مرے ہرگز نہ کرنا کچھ خراش — دیکھنا وحشت جگر کو کرنہ دینا پاش پاش

بیخودی بیخودنہ کرینگی مری کرنا تلاش
اے جنوں باجیب من شوخی مکن ہشیار باش

کیں گریباں سایہ پروردۂ زہو دامانِ اوست

ایک کچھ میں ہی نہیں ہوں یار کا صورت پرست
اسکی ہر اک آن خود اسکے لئے ہی جاں بدست
دیکھکر وہ آپ کو خود آپ ہو جاتا ہے مست
مفت دیدن ہا کہ با آئینہ خوش ہنگامہ است

یار محو عکسِ خویش و عکسِ او حیرانِ اوست

پوچھکر بیمار کی حالت نکرنا راز فاش
یہ کہو احقر کہ ہر دم ہو زیادہ درد کاش
کچھ شفا سے ہے غرض اسکو نہ صحت کی تلاش
زخمِ دل مظہر مباوا بہ شود آگاہ باش

کیں جراحت یادگارِ ناوکِ مژگانِ اوست

تضمین بر غزل حضرت علوی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مرا ایمان و دیں تیری رضامندی پہ ہی قائم
ترا ہی دم بھرا کرتا رہا کرتا ہے دم پیہم
تری آواز پر میں تو لگا رہتا ہوں اے ہمدم
تو ہر دم مے سرائی نغمہ و ہر بار مے رقصم

بہر طرزیکہ میرقصانیم اے یار میرقصم

خیال منتشر کو تو نے یکسو کر دیا پورا
پریشاں دلکو جمعیت دکھائی تو نے دل آرا
ترا احساں ہی کثرت سے مجھے وحدت میں پہونچایا
پریشاں کردہ ہر موئے زلفِ عنبرینت را

معلق چوں رسن بازاں بہر یک تار میرقصم

بھلا اے حضرت زاہد یونہی کرنے لگے نفریں
ادائیں عاشق و معشوق کی تمنے کہاں دیکھیں
یہ کیا کرتا ہے دیکھو تو کسیکا عاشق مسکیں
مرا طعنہ مزن اے مدعی طرز ادایم بیں

منم رندہ خراباتی بسر بازار میرقصم

عیاں ہر جا یہ ہوا اور پھر کہیں ہوتے نہیں پنہاں
تجھے پاتی ہیں گھر بیٹھے ترا احسان ہی جاناں
کہیں جانیکی کچھ حاجت نہیں رکھتا ترا جویاں
سراپا برسراپائے خودم از بیخودی قربان

بگر دِ مرکزِ خود صورتِ پر کار میر قصم

مجھے دیکھا تو زاہد کی سمجھ میں آگیا بارے — سمجھ میں آگیا انکی تو پھر ہم جیتے وہ ہارے
سبک ساری کو میری دیکھکر کیا کوئی دم مارے — اگرچہ قطرۂ شبنم نہ پاید بر سرِ خارے
منم آں قطرۂ شبنم بہ نوکِ خار میر قصم

چڑھی رہتی ہے بس مستی جمالِ یار کی ایسی — خمار آلودہ ہوں ہر دم خبر کسکو رہی اپنی
کہاں احقر خود آرائی و خود بینی یہاں کیسی — اسیرِ نشہ ہائے خودنمائی نیستم علوی
ولے گشتہ زجامِ بیخودی سرشار میر قصم

نچائے ناچتا ہوں میں تو با جان و دل و با تن — نچائے بن کسیکے کوئی بھی آتا نہیں ہے فن
ہے قائل حضرت علوی کا احقر بھی جناب من — بدستِ خویشتن ہرگز ندارم پائے رقصیدن
برقصاند مرا چو میر زا سر دار میر قصم

تضمین بر غزل حضرت اہلی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

ہشیار ہو ذرا کچھ رکھتے ہو مجھ سے کیوں کد — آگاہ ہو خدارا نادان بنو نہ بیجد
کہتا ہوں کرکے ناصح میں آپکی خوشامد — عیب دلم کنند آں کز دل خبر ندارد
یا دردِ دل ندارد یا دل مگر ندارد

اللہ رے عشق تیری تاثیر اور کرامت — صورت بدل رہی ہے عاشق کی تیری قوت
کہتی ہے دردِ دل سے یہ عشق نیکی حیرت — اے ہمنشیں خبر کن کز جذبۂ محبت
لیلی شد است مجنوں مجنوں خبر ندارد

کیوں ڈھونڈنے میں اسکے اتنی کرے کوئی کد — دیکھے جو کوئی اسکو کس کی نظر کی ہے حد
اس راز سے کوئی بھی واقف نہیں ہے شاید — پنہاں شدن پری را از حسن ناز نبود
گر آفتاب رویت تابِ نظر ندارد

کیا عشق میں دکھائی دیتی ہے نیک اور بد
الفت گواہ ہے اسکی ہے عشق اسکا شاہد
جاں کی خبر کہاں ہے عاشق کو مثل سرمد
عاشق چوں مرغ بسمل پروائے سر ندارد
در حزن خویش رقصد از سر خبر ندارد

شائق ہے اسکا احقر مشتاق جسکی ہیں سب
قسمت ہی نارسا ہو تو کیا کرے کوئی اب
اس کی نہ ہو تمنا یہ ہو سکے بھلا کب
اہلی ز شور بختی دور است زاں شکر لب
باور مکن کہ طوطی میل شکر ندارد

تضمین بر غزل حضرت گرامی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

کبھی میری سنی نہ اپنی کہی
تجھکو الفت اگر نہیں نہ سہی
تیری معشوقیت ہی کچھ ہے نئی
بے نیاز ایں قدر چرا شدہ
بندہ پرور مگر خدا شدہ

حسن پر جو غرور ہے بیحد
تجھکو اسکی خبر نہیں شاید
سوجھتی کچھ نہیں ہے نیک اور بد
عشق بر حسن منتے دارد
دل من بردہ دلربا شدہ

ہے تو بیشک تو مجمع خوبی
بیٹھے بیٹھے بھلا یہ کیا سوجھی
منہ دکھانا ہے پر خدا کو بھی
در شکست دلم چہ میکوشی
دشمن خانۂ خدا شدہ

دل کے چین اور جان کے آرام
سچ تو یہ ہے یہ ہے ترا ہی کام
نیک نامی عاشق بدنام
مدعی را بہ آرزوئے تمام
گل آغوش مدعا شدہ

مستی چشم شوخ جام جم
دام آزاد گیسوئے پرخم

اور رہتے ہیں دل بڑھا کر ہم — شوخیٔ قامتِ ترا نازم
کہ رم آموزِ نقشِ پا شدہ

ہے ادا تیری کس بلا کی کمند — کیا کہیں اور کہیں بھی گر ہر چند
خاک سمجھے گا جو نہیں پابند — تو نیازانِ نازمید انند
کہ زِ دل بردنم چہا شدہ

مثل احقر کے لگ گئی ہے لگن — عشق کے سہ رہے ہو رنج و محن
ہے غضب میں دل اور جان و تن — ہاں گرامی ترا شناسم من
چہ بلا رندِ پارسا شدہ

تضمین بر غزل حضرت قتیل رحمۃ اللہ علیہ

بانم برائے جور و جفا آشیانہ ساخت — دل را برائے تیرِ نگاہ نشانہ ساخت
یک طرفہ حیلہ بہرِ ستم درمیانہ ساخت — مارا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت
خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

نازک بہت ہو آپ کیونکر اٹھے قدم — پر جانتے ہیں مہر و ستم کی نظر کو ہم
ہاں یہ بھی میرے ساتھ رعایت نہیں ہے کم — بر دوشِ غیر دست نہاد از رہ کرم
مارا چو دید لغزشِ پا را بہانہ ساخت

ہے تیری دید کیلئے اپنی تو آفرید — مطلوب ہر طرح سے ہے مجھکو تمہاری دید
کیونکر نہ میرے واسطے ہو یہ بھی روزِ عید — اندر برونِ خانہ چوں آوازِ من شنید
بخشیدنِ نوالہ گدا را بہانہ ساخت

بے وجہ کیا زبانِ مبارک سے ہے دہاں — کیا ہے سبب وہ سحر بیانی ہے بے بیاں
ہم خود سمجھ گئے کہ یہ کیوں ہے نہ ہوں نہاں — زاہد نداشت تابِ جمالِ پری رخان

خلوت گزید و خوفِ خدا را بہانہ ساخت

ملتے ہیں ہاتھ سینکڑوں ال اور ہزاروں جاں
حیلہ بہانہ عذر کرو گے کہاں کہاں
سب سے زیادہ آپکی حالت ہے خود عیاں
آلودہ دست و بیخبر از خونِ عاشقاں
ایں طرفہ مکر بیں کہ حنا را بہانہ ساخت

دل لگتا ہے وہاں ہو جہاں قیل و قالِ دوست
ہر دم اسے سنایا کرے کوئی حالِ دوست
میں نے کہا یہ دلمیں جو پایا خیالِ دوست
رفتم بمسجدے کہ ببینم جمالِ دوست
دستے برو کشید و دعا را بہانہ ساخت

احقر دہ پر جفا و ستم پیشہ جور کیش
آوے کبھی خیال میں جسکی نہ پس نہ پیش
ابرو کو خنجر اور مژہ کو بنا کے نیش
خونِ قتیل بے سروسامان بپائے خویش
مالید آں نگار و حنا را بہانہ ساخت

تضمین بر غزل حضرت صائب رحمۃ اللہ علیہ

آنکہ جانِ من از تن برد دلربا این است
وانکہ دلستانی کرد دل ستانِ ما این است
بے خطا کہ برہم شد ترکِ پر جفا این است
ہر کسے کہ خونم ریخت شوخِ بیوفا این است
حالِ ما نمے پرسد طرفہ ماجرا این است

اے شہنشہِ خوباں اے مرادِ شیدائی
دیکھتے ہیں گر تجھکو کشتۂ خود آرائی
جاتے ہو کہاں صاحب دلمیں گر یہی آئی
گر بمقتلِ عشاق مائلِ تماشائی
سوئے کوئے خود بنگر دشتِ کربلا اینست

کشتۂ تغافل ہیں حال اپنا ہے شاہد
مر کے گر جئیں تو بھی ہو نہ وہ خبر شاید
چشم تر ہے گو اپنی دردِ دل ہے گو بیحد
سوئے ما نمے بیند حالِ ما نمے پرسد
غیر را چہ تقصیرے حالِ آشنا اینست

تضمین بر غزل حضرت حسرت علیہ الرحمۃ

کرنا ہے دو عالم میں جو اللہ کو اپنا
اور قربِ خدا سے بھی اگر چاہے تو کرنا
محبوب اگر ہونا ہے محبوبِ خدا کا
بفرست درود از دل وجان روحِ نبی را
زیں تحفہ بکن شاد رسولِ عربی را

رخ وہ ہے وہ ابرو ہے وہ ہے کاکلِ پرخم
وہ گل ہے گلستاں ہے وہی وہ جسے ہر دم
وہ ناز وہ انداز وہ ہے حسنِ مجسم
فرمود خدا زیبِ گلستانِ دو عالم
آں تازہ نہالے چمنِ مطلبی را

بس مے کی نہ شیشے کی نہ ساغر کی ضرورت
فارغ ہے ہمیشہ کو وہ اب تیری بدولت
درکار اگر ہے تو ہے ساقی کی عنایت
ہر کس کہ بنوشید مئے صاف نوستت
دیگر چہ چشد جامِ شرابِ عنبی را

کیا منہ ہے یہ احقر کا کرے دعوائے الفت
کھواتی یہ ہے اتنا مگر آپ کی رحمت
بندہ کی یہ ہرگز بھی نہیں طاقت و قوت
جاں میدہد از تشنگیٔ شوقِ تو حسرت
اے ابرِ کرم چارہ کنی تشنہ لبی را

تضمین بر غزل حضرت عارف سلمہ اللہ تعالیٰ

اس سے پوچھو جسکا دل اس درد میں جاکر پھنسے
زخم یہ وہ ہے کہ صحت پر یہ کہہ کر ہنسے
اسکو دیکھو جسکی نظروں میں یہ غم اگر بسے
تازہ دارد زخمِ دل فیضِ نمکدانِ کسے
سبز شد نخلِ مراد از آبِ پیکانِ کسے

کوئی زاہد زہد کا کیسا ہی کچھ دعوے کرے
ہم تو جب جانیں کہ جب اسوقت یہ قائم رہے
اک جہاں گر پارسائی و ورع کا دم بھرے
گر دریں سودا درآید زلفِ ہندوے بستے

صرف گردد صد ہزاراں نقدِ ایمان کسے

کثرتِ گریہ سے چشم خونفشاں ہے لالہ گوں | اور دلِ وحشی کا وحشت سے ہوا جاتا ہے خوں
پارہ پارہ ہے جگر لب خشک ہیں کیا کیا کہوں | داغ داغِ سینہ رنگیں گشت از فیضِ جنوں

رفتہ رفتہ گلخن باشد گلستانِ کسے

طالب و مطلوب کو ہے کیا طلب میں انتظار | گر طلب صادق ہے تو کیونکر نہ ہو پھر بیقرار
بے تامل بے دھڑک بے فکر ہو مفتونِ یار | ایں دلِ ناعاقبت اندیش بے تابانہ وار

میدہد دستِ طلب یارب بدامانِ کسے

وہ ہی دیکھے جسکی آنکھیں نور سے جاتی ہیں دھل | راست کہتا ہوں دروغ اسمیں نہ دھوکہ ہی نہ چھل
ماہرویانِ دو عالم متفق ہیں کل کے کل | گر نقاب از رخ کشاید صبحدم آں رشکِ گل

چاک گردد تا بداماں صد گریبانِ کسے

یاالٰہی ایسا احقر نے کیا ہے کیا گناہ | دل کے ہاتھوں کیوں یہ پھرتا ہے پریشان و تباہ
اور یہ ایسا ہے کیوں مغموم و مضطر آہ آہ | ہست در پہلوئے من عارف دلِ حیرت نگاہ

یا مزارِ کشتۂ سنگِ رقیبانِ کسے

تضمین بر غزل حضرت حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ

فروغِ حسن ہے تو اور رونق بخشِ زیبائی | ہر اک خوبی کی تو زینت تجھے زیبا ہے یکتائی
حسینانِ جہاں کہتے ہیں بنکر تیرے شیدائی | ترا زیبد شہنشاہی در اقلیمِ دل آرائی

بدیں خوبی و زیبائی بدیں شوخی و رعنائی

توئی آرامِ دل ایجاں توئی ہر درد کا درماں | تو ہی ہے شادمانی اور تو ہی ہر عیش کا ساماں
ہر اک عاشق ترا سو جان سے کیونکر نہ ہو قرباں | تو نور العینی اے مہرو تو جانِ جانی اے جاناں

اگر در دیدہ بنشینی و گر در دل فرود آئی

تمہارے کشتگانِ حسن سے معمور ہے دنیا
تمہارے جاں نثاروں میں کوئی باقی نہیں تو کیا

تمہیں کیا فکر ہے زندہ اگر کوئی نہیں پاتا
بعالم از سر نو کردہ جانِ جہاں پیدا

قدرت آئینِ رعنائی لبت رسمِ مسیحائی

دہائی دے رہی ہے یہ درد دولت پہ اب خلقت
جمال بیزوال اپنا دکھا دیجے ذرا حضرت

خدارا اب کسی کو بھی نہیں ہے طاقت فرقت
ہمہ عالم خریدارت ہمہ دلہا گرفتارت

ہمہ مشتاقِ دیدارت کہ روزے جلوہ فرمائی

ترے عشاق ہیں غلماں تری مشتاق حور العیں
ترے آگے کسی کی بھی نہیں چلتی ہے آن و ایں

ادائیں تیری سی خوبانِ عالم میں نہیں دیکھیں
کسے نشنید از لیلی کسے کم دید از شیریں

چنیں طرزِ دل آرائی چنیں وصفِ شکر خائی

نگاہِ ناز سے دیکھا جو اُسنے اک نظر بھر کر
غرضکہ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے **احقر**

جو کچھ گذری دل و جاں پر بیاں اسکا کریں کیونکر
حسن زاں غمزۂ جادو ربود است آں پری پیکر

ز تن تاب و توانائی ز دل صبر و شکیبائی

تضمین بر غزل حضرت نظام علیہ الرحمۃ

یہ کیا گلستاں میں سر سرانا چمن میں کیا چل رہی ہے بادِ صبا
ذرا مری سن میں تیرے صدقے ذرا مری جان تیرے قربان

یہ برہمیں کیا خاک اڑا رہی ہے یہ بحر میں کیا اٹھائے طوفاں
صبا بسوئے مدینہ رو کن ازیں دعا گو سلام برخواں

بگرد شاہِ رسل بگرداں بصد تضرع پیام برخواں

وہاں نہ گستاخ بنکے رہنا نہ بنکے چوپائی پھرنا ہر سو
میں تجھکو جسطرح سے بتاؤں نہ کرنا فرق اسمیں تو سر مو

کہ ہے یہ وہ وادیٔ مدینہ ادب سے رہنا وہاں ذرا تو
بنہ بچندیں ادب طرازی سر ارادت بخاکِ آں کو

صلواۃ وافر بروحِ پاکِ جنابِ خیر الانام برخواں

کبھی تو صحرا کے گرد پھرنا کبھی تو ہونا فدائے بطحا
کبھی تو اس روضۂ منور کے گرد پھر پھر کے جان دینا

کبھی بصد شوق ہو کے مضطر اِدھر کو آنا اُدھر کو جانا
ببابِ رحمت گہے گذر کن بہ بابِ جبریل گہ جبین سا

سَلامُ رَبّیِ عَلیٰ نَبِیِّ گہے بباب السلام برخوان

قدم بنانا تو سر کو میرے مری زبانکو دہن میں لینا
زباں ہو میری کلام میرا پیام میرا ہو نام میرا
غرضکہ جانا حضورِ جاناں تو بنکے صورت میری پیرا
بشوز من صورتِ مثالی نماز بگذار اندر آنجا

بلحن خوش سورۂ محمدؐ تمام اندر قیام برخوان

طرف سے احقر کی اے نسیمِ سحر لگانا تو نعرے سوسو
کہ شوقِ دیدارِ روئے جاناں زیادہ تازہ ہوا در ہو
مگر یہ ہے شرط اسمیں میری لگاکے جاناں سے اپنی تو لو
بہ لحن داؤد ہم نوا شو بنغمۂ دردِ آشنا شو

بہ بزمِ پیغمبر ایں غزل را زعبدِ عاصی نظام برخواں

تضمین بر غزل حافظ احمد حسین صاحب شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

محبوبوں کی محبوبی آگے ترے شرمائی
خوبوں نے بھی زیبائی خوبی سے تری پائی
یہ دونوں جہاں تیرے کیونکر نہ ہوں شیدائی
اے زندۂ حسن تو آئینِ دل آرائی

جاں بندۂ روئے تو زاں روکہ تو مولائی

ہر جان نہ کیونکر ہو اے جان ترے قرباں
آنکھیں نہ ترے کیونکر دیدار کی ہوں جویاں
ہر ایک نہو کیونکر سو جاں سے ترا خواہاں
عالم ہمہ سوئے تو چوں قبلہ نما گرداں

چونت نہ کنم سجدہ چوں کعبۂ جاہنائی

آرائشِ دو عالم ہے یار ترا جوبن
آنکھیں بھی ترے شوقِ دیدار سے ہیں روشن
اے وارثِ دین و دل اے مالکِ جان و تن
کے بے تو زیم اے جاں گشتی چو حیاتِ من

جز از تو نہ بینم چوں نورِ نظرِ مائی

ہے حسن ترا بیحد خوبی تری بے پایاں
گلزار میں بھی رنگ و بو کا ہے تری ساماں
خوشبو نے تری گل کو خوشبو کا کیا شایاں
خورشیدِ جمالِ تو چوں تافتہ بر خوباں

بر خویش شدہ نازاں ایں سایۂ زرزیبائی

چرچے سے ترے ہر جا معمور ہے ہر محفل	زخمی ہے تری دنیا عالم ہے ترا بسمل
ہر چشم تری مفتوں ہر جاں ہے تری گھائل	ز اندیشۂ عشق تو خالی نبود یک دل

ای جانِ جہاں پنہاں چوں جان تو تنہائی

جاں دینی ترے غم میں گویا کہ ہے جاں پانی	تجھ پر نہ فدا ہونا ہے سخت گراں جانی
فانی ہیں ترے سب ہاں ہست اور ہست ہیں سب فانی	در سوزِ درونِ من چوں عشق تو پنہانی

در حالِ زبونِ من چو مہر تو پیدائی

کچھ تجھکو خبر بھی ہے جاں بازی کی لے بزعم	کیا صدمہ ہو نہ صدمے ہیں کیا غم ہے نہ غم پیہم
اے جان ترے قرباں آخر ہوں بنی آدم	از درد و غمِ عشقت بے صبر و سکوں گشتم

شو راحتِ جانِ من اے جانِ شکیبائی

یہ ملکِ دلِ ویراں ہے تجھ سے ہی بس آباد	تیرے ہی تصور میں ہر جانِ حزیں بھی شاد
آنکھوں کو مگر اخفر گر ہے تو یہ ہے فریاد	از جا و مکانِ او احمد نہ نشاں کس داد

ایں طرفہ کہ نامم او شد شاہدِ ہر جائی

تضمین برغزل شہزادہ مرزا عبدالغنی صاحب ارشد مرحوم

وہ شوخ کسی بات میں گر غیظ میں بھر جائے	انداز غضب وہ ہے کہ دل ہی میں اتر جائے
ہر آن غرض وہ ہے کہ بس کام ہی کر جائے	غصے میں ہو منہ لال تو رنگ اسکا نکھر جائے

یہ دوسری خوبی ہے کہ بگڑے تو سنور جائے

ہر بات میں اک آن نکلتی ہے تمہاری	ہر آن پہ سو جان ہیں قربان ہماری
ہر حال میں اک فیض کا انداز ہے جاری	ہے مہر و غضب دونوں میں اک لطفِ عیاری

روکو نہ طبیعت کو جدھر جائے ادھر جائے

تم کتنے جفاکیش ستمگار ہو ہائے
جانا ہے تو پھر یونہی چلے جاؤ نہ سیدھے
اور شوخ غضب کے ہو تم عیار بلا کے
ہٹ ہٹ کے اندھیرا نہ کرو آنکھوں کے آگے
وہانتک تو نظر آؤ جہاں تک کہ نظر جائے

پاسِ ادبِ یار سے تڑپا نہیں جاتا
ورنہ میں خون آلودہ خدا جانے کہ کیا کیا
کچھ بات ہے ایسی کہ پھڑکنے نہیں پاتا
قاتل کو تڑپنے کا تماشا تو دکھاتا
پر خوف ہے دامن نہ کہیں خون میں بھر جائے

شاکی نہیں کچھ ایک ہی ہم تیغ سے تیری
باقی نہ رہا کوئی ستم تیغ سے تیری
عالم ہوا اف ایک قلم تیغ سے تیری
مسدود ہوئی راہِ عدم تیغ سے تیری
ہر گام پہ کشتے ہیں جہانتک کہ نظر جائے

ہر حال میں اک بات ہے جاری میری انکی
اس خاص عنایت کو تو دیکھو کوئی اُن کی
مجھ سے تو شکایت نہیں ہوتی کبھی انکی
رنجش میں بھی ہے مرتبہ دانی وہی اُن کی
وہ میرے لئے ہی جو ستم حد سے گذر جائے

قسمت کی جو تدبیر یہی ہے تو بس مرگ
عاشق کی جو تعزیر یہی ہے تو بس مرگ
جاں باز کی تقدیر یہی ہے تو بس مرگ
گر آہ کی تاثیر یہی ہے تو بس مرگ
ممکن نہیں اونکو مرے مرنیکی خبر جائے

ہو جائے جو وہ کاکلِ خمدار پریشاں
اخگر یہ سخن راست تو مرغوب ہے ہاں ہاں
امید ہو مایوس کو جاندار ہو بے جاں
ارشد شبِ ہجراں کی سحر ہووے نمایاں
وہ زلفِ سیاہ فام جو چہرے پہ بکھر جائے

تضمین بر غزل حضرت منیر سلمہ اللہ تعالٰی

صورت میں ستم کی وہ کرتے ہیں کرم بار کے
کٹنے کو ہیں اب اپنے یہ رنج و الم سارے

کیا چاہیئے پھر جب سر مرتے ہیں وہی مارے | آمادہ بقتل من آں شوخ ستمگارے
ایں طرفہ تماشا بیں ناکردہ گنہگارے

جاں باز کی جاں بخشی دشوار نہیں حاشا | دلدادہ کی دلجوئی مشکل نہیں دل آرا
تم چاہو تو عاشق کا آساں ہے جلا دینا | خواہی کہ شفا باشد بیمارِ محبت را
یک جرعہ عذار ادہ از شربتِ دیدارے

یاں نامہ نگاری کی کچھ بات بھی ہو قاصد | اور نام و نشاں کا تو تم نام نہ لو قاصد
کچھ کہنا نہ کچھ سننا یہ یاد رکھو قاصد | گر نام و نشانِ من پرسند بگو قاصد
آوارۂ مجنونے رسوا سرِ بازارے

آزارِ محبت سے اچھو ہے لبو نپر دم | اک درد ہے بے درماں اور زخم ہے بے مرہم
احقر کی بھی اک سنلو یہ حسن رہے قایم | اے عیسیٔ بیمارم در ہجرِ تو رنجورم
شاید نہ خبر داری از حالتِ بیمارے

غزل لا اعلم

بتونکو دیکھکر کیونکر نہ ہو دل شاد اور خرم | ہر اک شکل شمائل کیوں نہ زخم جانکی ہو مرہم
حسینانِ جہاں سے کیوں نہ خوش ہو دیدۂ پر نم | بہر صورت رخ دلدار دیدن آرزو دارم
زہر سوئے صدلے او شنیدن آرزو دارم

بتوں میں اور مجھ میں ربط کیونکر ہو سکے باہم | حسینانِ جہاں میں کیوں خیال اپنا کروں ہر دم
چمن میں قمری و بلبل کو کیوں اپنا کروں ہمدم | دریں غم خانۂ کثرت چرا باشم چرا باشم
کہ من در گلشن وحدت چمیدن آرزو دارم

کبھی صحرا میں سرگرداں کبھی گلشن میں مسکن ہے | کہیں بازارِ حسن دلربا کی سیر ہے گاہے
کبھی ہر جا میں خلوت ہے کبھی خلوت میں ہر جا ہے | بہر جائے کنم سیرے نہ بیند چشم من غیرے

کہ من در انجمن خلوت گزیدن آرزو دارم

ڈراوے ٹھیک دوزخ کے دکھاتی ہو مجھی ہر دم
مگر میری بھی تو سنلو نصیحت گوئے نامحرم
صفت فردوس کی جو کچھ کہو سب حق ہی اور ہے کم
نہ با دوزخ سروکارم نہ جنت اطلبگارم

بجاں سوز محبت را خریدن آرزو دارم

غرض فصل بہاری سے نہ کچھ پابندئے موسم
اور آہوئے ختن سے بھی ہی فارغ اختر بے غم
کہو گل سے کہ اپنی رنگ بو میں خود رہے خرم
نہ با عطر است پروایم نہ با نافہ سرکے دارم

کہ بوئے طرۂ جاناں شمیدن آرزو دارم

تضمین بر غزل نامعلوم الاسم

نگار جہان و حسین دو عالم
خریدار بنکر کرو شاد و خرم
دوا درد کی اور زخموں کے مرہم
بہ تیغ ادائے تو سر مے فروشم

بہ نوک سنانت جگر میفروشم

کرو قید ہاتھوں سے اپنے ہمیں گر
ہمیں اب کہاں جلکے پھرنا ہے در در
تو دل خوش ہوا ایسا کہ اللہ اکبر
اسیری زپرواز گلزار بہتر

بہ کنج قفس بال و پر میفروشم

جو مدّ نظر ہے تو لے شوخ پر فن
مجھے خوف کیا ہے کہ اے شور افگن
تو ہے درد تیرا مری راحت تن
بدل میخلد نوک مژگان تو من

رگ جاں بہ این نشتر میفروشم

فدائی ہیں سب تیرے انسان اور جن
میں یہ سوچتا ہوں پڑا رات اور دن
تو سب کچھ ہے ہیں ہم اور نہیں کچھ بھی تجھ بن
ثمر دار نخلم دریں دہر لیکن

بہ سنگ فلاخن ثمر میفروشم

تضمین بر رباعی

کچھ ادائی میں بھی ہے یکتائی
تمکو آئی تو یہ ادا آئی

کیا جیے خاک تیرا شیدائی
تو بکارِ کسے نہ آئی

بر کارِ کسے نہ آئی

ابتو جینا بھی ہوگیا ہے کٹھن
اور مرنے میں بھی ہے رنج و محن

کس خوشی میں بنائیں گھر مدفن
بہ چہ امید میتوان مردن

بہ مزارِ کسے نہ آئی

دیگر

بجائے شوخ پر فن گرچہ مجھ میں کچھ نہیں ہے گن
مگر اتنا تو ہے جاناں لگی رہتی ہے تیری دھن

دمِ آخر ہے اے دلبر ذرا ابتو مری بھی سن
بیا ساقی کہ من مردم کفن از برگ تاکم کن

بہ آبِ بادہ غسل دریں میخانہ خاکم کن

خدارا ساقی با فیض احقر کی بھی تو اک سن
نگہ سے مست کر دے اور اک جرعہ میں کر دے سن

کمی کیا ہے بھرے ہیں خم کے خم تھوڑا ادھر کر چن
بہ مُل فاتح بدہ روحم دگر گورم از یں تر کن

بروزِ عاقبت ما را بیک جرعہ بجا تم کن

تضمین بر غزلِ آن ویں مجمع لیاقت و قابلیت منبع حیا و عصمت پارسائی اُلی زوجہ جناب میر قربان علی صاحب ممبر کونسل ریاست بے پور بزرگ و شیخ وقت رحمۃ اللہ علیہ

پیار ہمکو ہزار آتا ہے
تمکو کب اعتبار آتا ہے

کچھ سمجھ میں بھی یار آتا ہے ‌ ‌ ‌ بھولی باتوں پہ پیار آتا ہے
اور بے اختیار آتا ہے

موسم فصل خار آتا ہے ‌ ‌ ‌ جان پر ایک بار آتا ہے
جب خیال بہار آتا ہے ‌ ‌ ‌ گریہ بے اختیار آتا ہے
اور پھر بار بار آتا ہے

انکی ہر بات میں ہے اک عشوہ ‌ ‌ ‌ اور ہر عشوہ میں ہے ایک ادا
الغرض مختصر ہے یہ قصہ ‌ ‌ ‌ انکا ہر ناز انکا ہر غمزہ
جانکا خواستگار آتا ہے

عاشقی بھی غضب بری ہے بلا ‌ ‌ ‌ موت بھی اسمیں تھی ہے اپنی خطا
مجھکو جو اک غریب سا پایا ‌ ‌ ‌ دیکھکر شوخیوں نے انکی کہا
دیکھنا وہ شکار آتا ہے

کیا تکبر کی شان ہوتے ہیں ‌ ‌ ‌ اپنے پر بدگمان ہوتے ہیں
کچھ عجب بے دہیان ہوتے ہیں ‌ ‌ ‌ کیا یکایک جوان ہوتے ہیں
رفتہ رفتہ ابھار آتا ہے

غم طبیعت اگرچہ سہتی ہے ‌ ‌ ‌ ناامیدی سوار رہتی ہے
چشم تر بار بار بہتی ہے ‌ ‌ ‌ بیقراری بھی اب تو کہتی ہے
دیکھیئے کب قرار آتا ہے

مجھکو مرجھا رہا ہے غنچہ دہن ‌ ‌ ‌ ہوش کھوتا ہے ہائے رنج و محن
جان کا لیوا انکا ہے جوبن ‌ ‌ ‌ دیکھکر دلکو بولا چاہ ذقن
وہ مرا یار غار آتا ہے

دل دھڑکتا ہے انکے ارماں کا ‌ ‌ ‌ اور وہ ہے مدعی مری جانکا

جانے والا ہوں میں جاناں کا
ہم نشیں انکے عہد و پیماں کا
اور مجھے اعتبار آتا ہے

رونقِ شاعری ہے اس دم سے
یہ سنا جاتا ہے کہاں ہم سے
گو ہیں احقرؔ نہاں وہ عالم سے
ہائے پروین کو شدتِ غم سے
دردِ سر ہے بخار آتا ہے

تضمین بر غزل حضرت علوی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

سمجھکر خوب یہ مانا جو پہلے تھا سو اب بھی ہے
مراد وہ یار فرزانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے
یہ ہمنے دیکھکر جانا جو پہلے تھا سو اب بھی ہے
مرا اس بت سے یارانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے
یگانہ تھا کہ بیگانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

تمہاری حسن و خوبی کا ہے میرے پاس پیمانہ
یہی ہر طرح سے دیکھا یہی ہر طور سے جانا
مرا یہ ہی دل وحشی مرا یہ قلب دیوانہ
تمہارا حسن اے جاناں ہے اَلْآنَ کَمَا کَانَ
مرا وہ ڈھنگ مستانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

خداوانی و علم بندگی دعوے ہی دعوے ہیں
اگر چشم حقیقت بیں نہیں بینا تو پھر ہے طے
نہ سمجھا ہے نہ دیکھا ہے نہ جانا ہے کہ ہے کیا شے
نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے نہ بندہ ہے نہ اللہ ہے
غنا تیرا یہ ترکانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

اسی میں ہیں ہزاروں دل اسی میں سینکڑوں جانیں
نکلتی ہیں غرض اس سے ہی طرح طرح کی آنیں
اسی میں بحر و بر ہے اور درِ شہوار کی کانیں
تری خلوت سرا میں ہیں بہت اللہ کی شانیں
وہ کعبہ تھا کہ بتخانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

یہ تھا ویرانۂ الفت کہ معشوقوں کی بستی تھی
حقیقت کی بلندی یا مجازی کی یہ پستی تھی
کسی کی نیستی تھی یا کسی کی اسمیں ہستی تھی
ہمارے دل میں مستی تھی و یا اپنی پرستی تھی

وہ مسجد تھی کہ بتخانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

کہاں زہد و ورع و نیک اعمالی بھلا کیسی
کبھی صورت بھی تو دیکھی نہیں ہے پارسائی کی
بقولِ شاعرِ یکتا یہی کہتا ہے احقر بھی
میں اوّل متقی کب تھا جو اب رندہ ہوا علوی
مرا مشرب وہ رندانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

تضمین بر غزل نعتیہ

سرشار ہے دل میں جو بسی بوئے محمدؐ
خرم ہے تصور کہ رچی خوئے محمدؐ
آنکھوں میں سمایا قدِ دل جوئے محمدؐ
اترائیں نگاہیں جو پڑیں سوئے محمدؐ
دل لوٹ گیا دیکھتے ہی روئے محمدؐ

ہو سرو کو خوبیٔ درازی پہ تامل
اور دعوئے خوشبو نہ کبھی کوئی کرے گل
غیرت سے جو الجھے تو نہ سلجھے کبھی کاکل
مٹ جائے ہمیشہ کو پریشانیٔ سنبل
پڑ جائے اگر سایۂ گیسوئے محمدؐ

یہ فہم کا نقصان ہے کہ تقصیر نظر کی
خوبیٔ شبِ مہ ہے کہ ضیا نورِ سحر کی
ہم سمجھے کدھر اور یہ ہے بات کدھر کی
خورشید کا جلوہ کہ تجلی ہے قمر کی
پھیلی ہوئی ہے روشنیٔ روئے محمدؐ

کیا منہ ہے حسینانِ جہاں کا جو ہوں ہمسر
کیا ذکر ہے اسکا بھی کہ ہو کوئی برابر
ہے اسکی بھی کیا اصل کہ جو سب سے ہے بہتر
مہ رہتا ہے ہر مہ کبھی گھٹکر کبھی بڑھ کر
گہ روئے محمدؐ گہے ابروئے محمدؐ

ہے نور سے معمور جہاں آپ کے سارا
ہر جائے تمہارا ہی تو ہے جلوہ آرا
ہر شے میں نظر آتا ہے بس نور تمہارا
کہتا ہوں قمر یہ مہِ نو دیکھ کے تارا
یہ چشم محمد ہے وہ ابروئے محمد

اے سرو چمن میں نہ اکڑ کر ہو کھڑا تو
ہو گرد یہ سب زلف معنبر تری خوشبو
پروانہ پھرے گرد نہ یوں شمع کے سر سو
قمری نہ پھرے باغ میں کرتی ہوئی کوکو
گر دیکھ لے سرو قد دلجوئے محمدؐ

کافی ہے گنہگاروں کو اتنا ہی سہارا
اے عاصیو یہ شعر لکھا تمنے بھی دیکھا
کیا خوب ہمارے لئے دعوے ہے اہا ہا
استادِ ازل نے غزلِ حسن میں لکھا
کیا مطلع برجستۂ ابروئے محمدؐ

بن آئیگی محشر میں گنہگاروں کی کیا کیا
روشن ہو ترے فضل سے گر چہرہ ہمارا
دنیا میں گنہ ہی نہ کئے تھے کبھی گویا
رہ جائے قیامت میں سیہ کاروں کا پردہ
کھل جائے اگر دامن گیسوئے محمدؐ

خوبی کہیں خوبوں کی کبھی پاس نہ جائے
جانیکو کہیں عشق کو پھر راہ نہ پائے
اور حسن حسینوں کو کبھی منہ نہ دکھلائے
موسیٰ کی طرح برقِ تجلی کو بھی غش آئے
بے پردہ اگر ہو رخ نیکوئے محمدؐ

میں کیا کہوں کیا اسکا صلا اسکو ملیگا
جو جسکو ملا سب سے سوا اسکو ملیگا
جو اور کسی کو نہ ملا اسکو ملے گا
ثابت ہے کہ دیدارِ خدا اسکو ملیگا
جو خواب میں دیکھے رخِ نیکوئے محمدؐ

کیا غنچہ کو تشبیہ کسی غنچہ دہن سے
لالہ کی گذر ہوتی بہت رنج و محن سے
نسریں کو نہ تھی نذیب کبھی یاسمن سے
بلبل کو محبت کبھی ہوتی نہ چمن سے
پھولوں میں نہ بس جاتی اگر بوئے محمدؐ

غمگیں ہو کوئی کیوں ہے ہمیں کسکا سہارا
اے فکر خبر ہے کہ ہمیں کیا ہے بھروسا
کیوں غم ہو کہ حامی ہے کوئی ایسا ہمارا
کہتی ہے گنہگاروں سے مایوس نہ ہونا
صدقے ترے اے چشم سخنگوئے محمدؐ

واعظ کوئی گر وعظ سنائے تو سنائے — آنکھیں وہ غضبناک دکھائے تو دکھائے
سنتا تو ہوں میں بھی جو خدا راست ہی لائے — سر اپنا طرف قبلہ کے زاہد ہے جھکائے

عاشق ہوں مرا کعبہ ہے ابروئے محمدؐ

جب سے کہ جمال جہاں آرا نظر آیا — جو کچھ نظر آیا ہمیں اچھا نظر آیا
ہم تم سے غرض کیا کہیں کیا کیا نظر آیا — اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

دیکھا جو کبھی آئینۂ روئے محمدؐ

یہ دل ہو خدا بارکش محنت و الفت — غم کھائے اسے ہو اسے غم کھانیکی عادت
ہو جائے ہر اک عشق کی سختی اسے فرحت — پژمردہ ہوں یارب نہ گل داغ محبت

ان پھولوں سے آتی ہے مجھے بوئے محمدؐ

ہو مرغ نوا سنج کہاں میرے برابر — وہ قمری ہوں خوش لحن کہ ہے سرو بھی ششدر
وہ طوطی ہوں آواز سے حیراں ہے صنوبر — وہ بلبل خوش لہجہ ہوں نغمے مرے سنکر

چھوما کئے برسوں شجر کوئے محمدؐ

ہر شعر میں اختر یہ نیا رنگ ہے سب کا — ہر مصرع نئے ڈھنگ کا اور ہے نئے ڈھب کا
مقطع میں غرض شوق ٹپکتا ہے غضب کا — رضواں جو دم نزع اشارہ ہو طلب کا

جاں کرتی ہوئی رقص چلے سوئے محمدؐ

برغزل نامعلوم

آپکے عاصی گناہونسے نہ کچھ شرمائینگے — آپکے ہو کر بھلا محشر میں کیوں گھبرائینگے
آپکے صدقے میں عاشق یہ مراتب پائینگے — آپ رو رو کر خطائیں بخشواتے جائینگے

اس خوشی سے ہم غریبونکو ہنسائے جائینگے

آپ حامی ہیں ہمارے آپکا حامی خدا — آپ کے ہم مدعا اور تم خدا کے مدعا

پھر گناہ کیا ہیں ہمارے اور خطائیں کیا بھلا | لاکھ من کا بارِ عصیاں ہو ترازو میں تو کیا

پلہ نیکی کا مرے مولیٰ جھکاتے جائینگے

حضرتِ موسیٰ سے تو اِنّی اَنَا اللہ تھی ندا | اور عیسیٰ کو ہوا تھا قُمْ بِاِذْنِ اللہ عطا
آنِ محبوبی ہیں ہے اک قُمْ بِاِذْنِی کی ادا | قُمْ بِاِذْنِ اللہ ہے لعلِ مبارک کی صدا

ہر قدم پر سینکڑوں مردے جلاتے جائینگے

شمس کی تیزی ہوائے گرم سے خاروں کو کیا | قصۂ غیض و غضب سے پیارے پیاروں کو کیا
خطرۂ بیچارگی ہو ہمسے ناچاروں کو کیا | اپنے کا مونمیں تر د د ہم گنہگاروں کو کیا

جو بگڑتے جائینگے مولا بناتے جائینگے

ہمکو خالق نے شفیع المذنبیں ایسا دیا | جسکا ہم سب کیلئے بخشش ہے حق سے مدعا
ہیں خدا کے فضل سے محبوب محبوبِ خدا | آفتابِ حشر کی گرمی کا ہمکو خوف کیا

دامنِ ظل ہما ہمپر اڑہاتے جائینگے

حشر کا خوف و خطر ہمکو تو ہوتا ہی نہیں | اور اسکی اینو آں سے ہمکو کچہ مطلب نہیں
دیکھہ لو سنلو ہے احقر کا بھروسہ تو یہیں | دوستو میدانِ محشر میں شفیع المذنبین

اُمتی یا امتی کہکر بلاتے جائینگے

اسنے قرباں شافع محشر لقب جو پائینگے | انکے صدقے داورِ محشر وہی کہلائینگے
ناز و انداز و ادا سے سب مرادیں پائینگے | پیشِ خالق شانِ محبوبی دکھاتے جائینگے

۷۸۶

وصفِ درودِ پاک تو کرنا محال ہے | قرآں کے بعد درجہ میں اسکو کمال ہے
تعریف اسکی کوئی کرے کیا مجال ہے | یہ مثل میں خود آپ ہی اپنی مثال ہے

یہ وردوہ ہے جسپہ نبی کا سلام ہے
وہ ورد ہے یہ جسکا خدا ہم کلام ہے

اسناد اس کی دیکھو کلامِ مجید ہے — اور عامل اسکا دونوں جہاں کا سعید ہے
کثرت میں اس کی حضرتِ والا کی دید ہے — بس پھر تو وہ جہاں میں مجید و حمید ہے

پڑھتے رہو درود کہ اس چاہ نے تمہیں
اپنا شریک کر لیا امر نے تمہیں

دیکھو درود پاک ہے وردِ ملائکہ — قرآں میں ملائکتہ ہے آئینہ
وہ کیا خدائے عزوجل ہے بلاشبہ — محبوب پر تو بھیجنے والا درود کا

اوصاف اس عمل کے نہ کس طرح ہوں محال
عامل ہو جس عمل کا خداوندِ ذوالجلال

خوشنودیٔ حبیب و محب یہ درود ہے — دنیا و دیں کا اسکی بدولت کشود ہے
اجرِ عظیم کی بھی اسی سے نمود ہے — رحمت کا یہ ورود ہی بیشک درود ہے

دیکھا بھی کیا درود ہے اور کیسی شان ہے
سمجھے درود والے کی کیا آن بان ہے

اسکو وہ جانے جو ہے محمد کو جانتا — وہ سمجھے اسکو جو کہ ہے احمد کو جانتا
یا نئے فردِ اجر ہے اس مد کو جانتا — اسر ہے ایسی نعمتِ بیحد کو جانتا

اسکی قبولیت بھی تو سب سے سوا ہوئی
ایسا قبول ہے کہ ریا بھی روا ہوئی

تارک خدا کسی کو نہ اسکا کرے کبھی — ہو ترک اسکا گویا پیمبر سے دشمنی
اور دشمنِ خدا ہے جو ہے دشمنِ نبی — دیکھو بڑی خطا ہے یہ چھوٹی نہیں ہے جی

تارک درودِ پاک کا کیونکر نہو ملول
جبریل جسکو کوسیں اور آمیں کہیں رسول

لذت جدا ہے سب سے کچھ اسکے ثواب میں — وہ گونہ رحمت آتی ہے اسکے جواب میں

آیا ہوا ہے عشق بھی اسکے جواب میں — اپنی نظیر آپ ہے یہ آب و تاب میں

جیسا درود والا نرالا ہے آن میں
ایسا ہی یہ نرالا ہوا اپنی شان میں

کسکے لئے درود ہے اسکی بھی ہے خبر — وہ کون برگزیدہ ہے اور افضل البشر
وہ وہ ہے جسکا جلوہ ہی ہر جائے جلوہ گر — اسکے سبب درود نے پایا ہے یہ اثر

یعنی محمد احمد و محمود و مصطفیٰ
روحی فداک صلّ علیک ہزار ہا

جسکا خدا محب ہے وہ محبوب آپ ہو — مصدر جو خوبیوں کا ہے وہ خوب آپ ہو
مرغوب ذاتِ پاک وہ مرغوب آپ ہو — طالب خدا ہے جسکا وہ مطلوب آپ ہو

اسکا خدا ہی جانے کہ کیا مرتبہ ہوا
کیا جانے کوئی اور کہ وہ کیا سے کیا ہوا

محبوب اپنا کرکے دکھایا ہمیں اسے — کرکے بلند ذکر سنایا ہمیں اسے
مولا ؤ بندہ اسنے بنایا ہمیں اسے — فرماکے یہ پیام بتایا ہمیں اسے

انکا نہیں جو بندہ تو اسکا نہیں خدا
محبوب اور محب بھی ہوئے ہیں کہیں جدا

ہوتی ہے گو نصیب یہ ہفتہ میں ایک رات — اسکے بھی ایک تھوڑے سے حصہ میں ہے یہ بات
لیکن کرے قبول جو سردارِ کائنات — تو اسکا روز عید ہے اور شب برات

اب حلقۂ نجات فقط نام کو نہو
بس اسم بامسمیٰ اسے شوق سے کہو

امیدان غریبوں کا حلقہ قبول ہو — اور سرخروئی اسکی بہ پیشِ رسول ہو
رحمت کا تیری انپہ ہمیشہ نزول ہو — غفلت ہو دور انکی نہ پاس انکے بھول ہو

صدقہ میں اہلِ بزم کے اور ایسی بزم کے
احقر گنہگار کو بھی حصہ کچھ ملے

مسدس

جاں کہتی ہے یہ آگ بھڑکتی رہے ہر دم
اور درد یہ کہتا ہے کہ ہونیکا نہیں کم
اور زخم یہ کہتا ہے نہیں چاہیئے مرہم
دل کہتا ہے لے لے کے مزے عشق کے پیہم

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

ہو درد ترا جان نکل جائے تو جائے
جاں صدمۂ جانکاہ سے گھل جائے تو گھل جائے
دل درد سے آرام نہ پائے تو نہ پائے
پر کوئی دوا کی نہ سنائے نہ سنائے

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایمان نہ فروشم

عاشق یونہی بن جائے جو بن جائے نہ جانبر
ہر آن فدائی رہے محبوب کی آن پر
لازم ہے کہ خاموش رہے دردِ نہاں پر
اور آئے تو یہ آئے سخن اپنی زباں پر

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایمان نہ فروشم

یہ دم ہو خدا اور یہ دکھ دم سے لگا ہو
یہ جسم ہو اور عشق کے زخموں سے بھرا ہو
یہ جاں ہو اور اس درد پہ ہر وقت فدا ہو
یہ دل ہو اور اس دل کی یہ ہر وقت صدا ہو

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

ہے قوتِ جاں عشق میں یہ تن کی نقاہت
مرہم ہے بس عشاق کا زخموں کی جراحت

محبوب کی الفت ہو تو ہو درد کی چاہت
کھواتی ہے عاشق کو ترے درد کی لذت

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

کیا کہوں کہ کیا درد ہے اور کیسا مزا ہے
یہ درد ہی ہر وقت میں معشوق نما ہے
اگر درد نہ ہو دلیں تو عشاق میں کیا ہے
جب ہی دلِ پر درد کی ہر وقت صدا ہے

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

کچھ اور مزا دردِ محبت سے ہے اچھا
یہ زخم نہ اچھا ہو تو راحت سے ہے اچھا
آرام کوئی اسکی مصیبت سے ہے اچھا
اور درد بڑھے جائے تو صحت سے ہی اچھا

من لذتِ دردِ تو بدرساں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

بیمارِ محبت کے لئے سم ہے دوا میں
آرام اسے گر تو ہے اِس رنج و بلا میں
صحت کا جو خواہاں ہے تو خامی ہے وفا میں
عاشق کو مزا درد ہی میں ہے نہ شفا میں

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

تڑپا کرے الفت میں الٰہی دلِ مضطر
اور جان ہو قرباں تری ہر آن کے اوپر
ٹپکا کریں آنکھیں بھی تری چاہ میں لیبر
توفیق خدا دے تو کہے جائے یہ احقر

من لذتِ دردِ تو بدرماں نہ فروشم
کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نہ فروشم

—(※)—

دیگر

کیونکر نہ وہ دیکھیں کہ محبت جو دکھائے
محبوب کی ہر آن نہ کیونکر اسے بھائے
کیونکر نہ کرے کوئی کہ جو عشق بتائے
عاشق ہے تو معشوق سے کیونکر نہ یہ چاہے

دزدیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

اک اور نظر چشمِ فسوں ساز کا صدقہ
اک غمزہ کا اک عشوہ کا اک ناز کا صدقہ
اک اور ادا زلف کے انداز کا صدقہ
دلوائیے اس عاشق جانباز کا صدقہ

دزدیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

اک بات پہ دن رات نہ تڑپائیے ہمکو
دینا ہے تو پھر جلدی سے دلوائیے ہمکو
اک ناز پہ بس اتنا نہ ترسائیے ہمکو
کہواتے ہو کیا ہمسے کہ کیا چاہیئے ہمکو

دزدیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

اک آن کا طالب ہوں نہ دن رات کا طالب
اک حسن کا تیری ہوں کرامات کا طالب
اک ناز کا خواہاں ہوں اور اک بات کا طالب
سنلو کہ فقط میں تو ہوں اک بات کا طالب

دزدیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

رہتا ہے کوئی آپ کے دیدار کا جویاں
اور ڈھونڈتا ہے آپکا کوئی رخ تاباں
ہوتا ہے کوئی زلف کے پھندوں میں پریشاں
میں تو ہوں فقط آپ کی اس آن پہ قرباں

دزدیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے

قربانِ نگاہِ توشوم باز نگاہے

تم زندہ سلامت رہو قربان تمہارے
قائم رہے یہ حسن کا سامان تمہارے
بڑھتے رہیں انداز یہ ہر آن تمہارے
سنتے بھی ہو کہتے ہیں پریشان تمہارے

دز دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ توشوم باز نگاہے

دو بر ہو جسے جان وہ قربان کرے گا
خود کو وہی زلفوں میں پریشان کرے گا
دل بڑھ ہی ہو جس پاس وہ ارمان کرے گا
درخواست کوئی تم سے یہ نادان کرے گا

دز دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ توشوم باز نگاہے

اے مہ جبیں عالم کی ہو تم آنکھوں کا تارا
احقر کی طرف دیکھ لو اک بار دوبارہ
اسمرزیادہ کرے یہ حسن تمہارا
اتنی ہی طلب کرتا ہے یہ شوق کا مارا

دز دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ توشوم باز نگاہے

دیگر

اک زباں سے ترا انداز بیاں کیا کیا ہو
ایک دل لاکھ ادائیں ہیں کرے کیا دیکھو
اک نظر بھر کے کوئی دیکھ سکے کس کس کو
اتنا کہہ سکتا ہے ہر جائے تجھے دیکھے جو

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدنِ تو
دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

جلوہ ہر جائے ترا یار نظر آتا ہے
تیری یکتائی کا ہر جائے مزا آتا ہے
دیکھنے والا ہر اک جائے تجھے پاتا ہے
شوق تیرا دلِ مشتاق سے کہوا تا ہے

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدنِ تو
دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

باغ میں دیکھا تو واں نام چمن تیرا ہے
حامل رنگت و بوگل ہمہ تن تیرا ہے
نقشہ ہر بزم میں ہر غنچہ دہن تیرا ہے
لب پہ ہر شے کی غرض زیب سخن تیرا ہے

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدنِ تو
دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

ہے وہی ایک کہ جو دل میں سما جاتا ہے
وہی یکتا ہے کہ نظروں میں بسا جاتا ہے
جان قربان ہے دل اس سے پھنسا جاتا ہے
وہ ہی ایسا ہے کہ ہر بار کہا جاتا ہے

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدنِ تو
دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

کیا کوئی دیکھے جو نظروں میں سما جائے وہ
یہ جدھر دیکھے نظر میں ادھر آجائے وہ
اسکا عاشق ہے تو کیونکر نہ مرا جائے وہ
نہ کہے یہ تو کہاں بچ کے بھلا جائے وہ

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدنِ تو
دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

ہے نئے طور سے کیا جلوہ نمائی ہر جا
کعبۂ و دیر میں ہے صاف صفائی کیا کیا
کفر و اسلام میں بھی رہتا ہے تیرا پھیرا
اور احقر سے جو پوچھو تو وہ یہ ہے کہتا

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدنِ تو
دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

سہرا

کیا سجاوٹ سے بندھا ہے تری سر پہ سہرا
واہ نوشہ تیرے جوبن کے ہے ہمسر سہرا

کہکشاں بدھی ہے اور عقد ثریا طرہ
چاند سا دولہا ہے اور سب سے ہے بہتر سہرا

پھولوں کے سہرے پہ کیا روپ ہے ماشاء اللہ
اس پہ سونے کا ہے اک قند مکرر سہرا

سہرے کی رخ پہ دمک چہرے سے سہرے کی چمک
سہرے کی رخ پہ شعاع رخ سے منور سہرا

کیا کھلی جاتی ہے سینے سے لپٹ کر بدھی
اور جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا

تول میں دیکھو تو ہے پھول سے ہلکا پھلکا
گوہر جاں سے بھی ہے مول میں بڑھکر سہرا

جب چڑھایا اسے نوشاہ نے سر پر ایسا
اب کسے جانتا ہے اپنے برابر سہرا

ہاتھ پاؤں کو پھولاتی ہے خوشی مالن کے
اور ہر لحظہ میں بڑھ جاتا ہے گز بھر سہرا

ہو گا گھر شادی کا ایک یہ ہی کسیکے نزدیک
گایا جاتا ہے مرے دل سے تو گھر گھر سہرا

میزباں ماہ درخشاں ہے ستارے مہماں
بنا انوار نبی نور ہے انور سہرا

سیدوں میں تو یہ نوشہ ہے بخاری سید
یوں ہی سہروں میں بہاری نہ ہو کیونکر سہرا

کیوں نہ انوار ہو رحمٰن کا مجسم نوشہ
سعد و مسعود نبی نیر اکبر سہرا

ہو مبارک یہ تمہیں اے کنور عبد الرحمٰن
مہر و مہ دولہا دلہن انجم و اختر سہرا

رنگ و بو مست کئے دیتی ہے سب محفل کو
اہل محفل کے لئے ہے مہ و ساغر سہرا

داد دو کچھ لب جاں بخش سے دولہا دلہن
کہہ کے لائے ہیں تمہارا میاں احقر سہرا

ہوری

ہوری آج چلے چاہے کال چلے. مورا کنور کھنی ہو سے آن ملے
ہوری آج چلے

من میں امنگ ہے - نہ کچھ ہو میں ڈھنگ ہے - برہا کی ہوں دکھیاری
بھاگ سجے جب رنگ رچے جب کرشن ملے باہو دن وا بھلے
ہوری آج چلے

ہردے میں تم ہو تو مو میں ہے سب و کچھو۔ تم مورے ہیں تمھاری
لال ہے مو میں گلال ہے مو میں - میں تو پڑی تورے سائے تلے
ہوری آج جلے

گھٹ میں سماؤ تو نینوں میں آؤ تو جیارا بھاگ مچلے
ہوری میں رنگ ہو جیا میں امنگ ہو نار بنو اور لاگو گلے
ہوری آج جلے

بھاگ ہے باہو کا بھاگ ہے باہو کا جا پہ ہے کرپا تمہاری
سور ما باہو ہے باہو ہے چاتر تہاری دیا سے جو پھولے پھلے
ہوری آج جلے

آؤ پیا گھر آؤ ہمارے نینوں کو گھر وا بناؤ
تم ناہیں گھر میں تو کچھو ناہیں جگ میں تم بن اختر ہاتھ ملے
ہوری آج جلے

ہر زبان و ہر بیان و ہر صدا
اور وہ ممدوح یعنی کبریا
ہاں محب کو جانتا محبوب ہے
ہر سخن پر حمدِ باری ہے تمام
کیا محب ہے واہ اور محبوب کیا
ظلِ باری ہے ثنائے انبیا
وہ خدا کا ظل یہ ظلِ انبیا

ہر نمود و بود ہے حمدِ خدا
نعتِ احمد کو ہے بس صلِ علیٰ
اور طالب واقفِ مطلوب ہے
نعت کو احمد بس ہے والسلام
واہ واجلّ علےٰ صلِّ علیٰ
اور ظلِ انبیا ہیں اولیا
حق تو یہ ہے ہر اک کا حق ثنا

حمدِ باری اسنے ہے جلوہ نما | اور ثنا انکی ہے حمدِ کبریا
کوئی محبوبِ الٰہی ہو گیا | اور کوئی محبوبِ سبحانی ہوا
یہ خدا سے ہو نہیں سکتے جدا | اور جدا اسنے نہیں ہرگز خدا
دوست انکا دوست ہے اللہ کا | انکو گر پایا خدا کو پا لیا

اپنے اخترؔ جو فدا ہو جان سے
خاتمہ بالخیر ہو ایمان سے

۷۸۶

سلام

السلام اے سرِّ اسرارِ خفی | السلام اے وجہِ اظہارِ جلی
السلام اے ماہِ محبوبِ خدا | السلام اے آفتابِ دوسرا

اے ہمائے خوش نصیبی السلام
خوبیوں خوبوں کی خوبی السلام

السلام آئینہ ربِّ جلیل | السلام اے صنعتِ حق کی دلیل
السلام اے جانِ جاناں السلام | السلام اے نورِ ایمان السلام

السلام اے تاجِ حمدِ کبریا
السلام اے ذاتِ ممدوحِ خدا

السلام اے دلربائے عاشقاں | السلام اے جانستانِ مہوشاں
حامد و محمود و احمد السلام | السلام اے شانِ بیحد السلام

السلام اے ذاتِ یکتا السلام
برگزیدہ ذاتِ مولےٰ السلام

اے مجسم حمدِ باری السلام | عزت و شوکت ہماری السلام

السلام اے دردمندوں کی دوا
السلام اے مالکِ دارالشفاء

قربِ مولےٰ کی نشانی السلام
اے خدا کی مہربانی السلام

السلام اے راحتِ دل دادگاں
السلام اے مرہمِ زخمی دلاں

شانِ محبوبی کے شایاں السلام
اے حبیبِ ربِّ سبحاں السلام

السلام اے راکبِ یکراں براق
السلام اے رونقِ نیلی رواق

السلام اے زیبِ شوکت السلام
السلام اے تاجِ زینت السلام

السلام اے رفعتِ رفعت تمام
السلام اے حق کی حجت السلام

السلام اے دیدِ دیدارِ خدا
السلام اے شرحِ گفتارِ خدا

ذکر تیرا رونقِ عالم ہوا
نام تیرا مونسِ ہردم ہوا

گنجِ اسرارِ نہانی السلام
بحرِ انوارِ عیانی السلام

ہو زبانِ حق کے شائستہ بیاں
تم بیانِ حق کی ہو شستہ زباں

اے رفیع الشان اے عالی مقام
لاتعد صلوٰۃ لاتحصا سلام

موت آجائے تمہارے عشق میں
جان و دل لٹ جائے بارِ عشق میں

سینکڑوں تسلیم یا خیر البشر
آپکی سب آل اور اصحاب پر

آنکھیں سہتی ہوں تمہاری یاد میں
دل تڑپتا ہو اسی فریاد میں

چشم ہو بیخواب دل مضطر رہے
اس عنائت کی نظر ہم پر رہے

رسم محبوبی ہو جب رحمٰن سے
اسکی کیا تعریف ہو انسان سے

دم نہ لینے دے تمہاری بیکلی
سانس بنجائے محبت آپ کی
جاں وہی ہے تجھپہ جو قربان ہے
دل وہی ہے جسمیں ترا ارمان ہے

آپکا ہو درد میری زندگی
ہو قرارِ جاں تمہاری بندگی

مدح خواں ہو جب خدائے لایزال
پھر بھلا انسان کی ہے کیا مجال
آپ ممدوحِ خدا ہیں لاکلام
آپ ہیں جو کچھ ہیں حضرت والسلام

نذر ہو صبر و قرارِ دل جناب
اور ملے انعام اپنا اضطراب

کیا بنایا کیا سراہا یا الٰہ
واہ وا رب محمد واہ وا
رحمتِ حق اے حبیبِ بے نیاز
اے ہمارے خواجۂ بندہ نواز

ایک محبوبی نظر سے دیکھ کر
لیجے اختر کو ادھر سے بس ادھر

دیگر

سلامی کربلا میں یہ وہ تصویرِ نہالی ہے
کہ اپنی گود میں جو سرورِ عالم نے پالی ہے
یہ وہ ہی جو کہ نور العین ہے خاتون جنت کا
پدر شیرِ خدا ہے نانا اک سرکارِ عالی ہے
پڑا ہے آج خاکِ کربلا پر خوں میں آلودہ
بنا تھا جسکا مرکب وہ جو دو عالم کا والی ہے
شقی کیونکر سمجھ سکتے ہیں اہل بیت کا رتبہ
دلوں میں زنگ تھا آنکھوں پہ چادر انکی کالی ہے
ظہورِ عالم الغیبی ہے شانِ بے نیازی ہے
کہیں یہ معرکہ اے مجرئی حکمت سے خالی ہے

خدایا کیا کوئی سمجھے گا اس سرِّ شہادت کو
نہ سمجھے کربلا میں کچھ اگر سمجھے تو یہ سمجھے
ادہر اک گل بدن تھا اور ادہر تھے سینکڑوں کانٹے
شجاعت میں علاوہ ہمتی صبر و تحمل میں
فرشتوں کو جنوں کو اقتلوا فرماؤ تو آفت
مدد کب ہے گوارا عاشقِ صادق کی ہمت کو
حمائت کرکے قسمت میں سعادت جنکی تھی لے لی
نہ کیوں سنبھلے رہیں اہلِ حرم صدہا مصیبت میں
شہادت دیتی ہے سرخیِ خاکِ کربلا اب تک

تری شانیں عجائب ہیں تری قدرت نرالی ہے
کہ یاں شانِ جمالی ہے وہاں شانِ جلالی ہے
یہ تکمیلِ شجاعت ہے وہ انکی بے کمالی ہے
ہر اک خوبی میں شہزادوں کی ظاہر بیمثالی ہے
اشارہ آپ کے ابرو کا شمشیرِ ہلالی ہے
شہادت عشق میں اور سر کٹانا نونہالی ہے
کسی نے اور کیا انکی مصیبت کچھ بٹالی ہے
خدا نے آپ جب انکی طبیعت خود سنبھالی ہے
فلک پر آجتک موجود خوں رونیکی لالی ہے

زبردستی اعدا یوں سمجھ میں آگئی اخضر
کہ شہزادوں نے گردن مرضیِ مولا میں ڈالی ہے

قصیدہ در نعت حضور سرور کائنات صلعم

درود اُسپر کہ جو باعث ہوا خلقت کی خلقت کا
سلام اُسپر سبب جو ہوگیا حق کی محبت کا
حضور سرورِ عالم حبیبِ ربِ العزت کا
خیال آیا ہر اک احقر کو اک اعلیٰ کی مدحت کا
وہ اعلیٰ اور افضل اور انور طاہر و اطہر
یہ عاجز اور احقر اور بنے مداح حضرت کا
خدا فرمائے جسکو خود ورفعنالک ذکرک
تو ملسکتا ہے کیونکر کچھ ٹھکانا اسکی رفعت کا
وہ ہیں عالی نسب والا حسب محبوبِ رب اور یہ
ضعیف و ناتواں سے اور ہو پھر ایسی جرأت کا
غرض تعریف تو ممدوحِ حق کی غیر ممکن ہے
مگر ہاں اپنی حدتک اک ذریعہ ہے سعادت کا
ید اللہ فوق ایدیھم کا رتبہ جسکو حاصل ہو
یہ رتبہ ہاتھ آتا ہے کسی کو اسکی حرمت کا
کہیں فرمودۂ حق ما رمیت اذ رمیت ہے
یہ رتبہ ہے محبانہ و محبوبانہ ملت کا

سمجھ کر من رانی اور رداء الحق کو دیکھو تو
یہ رتبہ واہ واللہ اکبر ان کی نسبت کا

نجات انت فیھم والوں سے معلوم ہوتا ہے
یہ حافظ البلا ہونا مجاز آمیز ہے حضرت کا

ادب سیکھو خدا سے جس نے فوق صوت فرمایا
بنا گستاخ تو ہوگا نشانہ اپنی شامت کا

خدا نے جب جسے اپنے کرم سے خود سراہا ہے
بیاں کیونکر ہو پھر دیکھو تو اسکی شان و شوکت کا

مسیحائی میں عیسیٰ کی ید بیضا میں موسیٰ کی
شہنشاہی میں یوسف کی پتا ہے انکی وقعت کا

وہی صل علیٰ اک نام نامی تو وسیلہ تھا
بلا میں حضرت ایوب و آدم کی مصیبت کا

جہاں میں خوبیوں والے فدا ہیں تیری خوبی پہ
نہیں ملتا ٹھکانا کچھ تری خوبی کی سروت کا

تری صورت ہی تو صورت نما ہے ذات احد کی
اتم اظہر ہے صورت کا تو عون خاص سیرت کا

فدا تجھ پر جو ہے وہ ہی تو احمد کا فدائی ہے
محب حق اسکا ہے گھائل جو ہے تیری محبت کا

سن اے محبوب رب العلمیں سو جاں سے قرباں ہے
ترا ہر چاہنے والا ہے قرباں تیری صورت کا

وہ حسن ظاہر و باطن تو خواہان دل و جاں ہے
یہ خواہاں ہے جان و دل ستوں ہے دین و ملت کا

ہزاروں خوبی و جاہ و جلال و شان و شوکت سے
نشاں سارا جہاں بیشک پتا ہے تیری برکت کا

کیا ہے رحمۃ للعالمین رب نے تجھے شاہا
لقب مرحومہ ہے تیری بدولت تیری امت کا

ترے جود و کرم کی واہ کیا دامن فراخی ہے
ترے صدقے میں ہر پہلو نظر آتا ہے راحت کا

ترے فیض و کرم سے تو نہیں محروم کافر بھی
ترے صدقے میں موقع ملتا ہے انکو بھی فرحت کا

کریں جو دشمنی وہ دوستی کا صلہ پائیں
بیاں کیا ہو ترے خلق کریمانہ کی وسعت کا

ترے سو جاں سے قرباں ہوں کہ یہ تیرا ہی حصہ ہے
کہ محبوب خدا ہو کر محب ہے اپنی امت کا

خدا فرما رہا ہے خود یہ قرآں میں کہ ہاں تیری
محبت اور بخشش ہے صلہ تیری اطاعت کا

خدا کیواسطے اس دوستی کو تو ذرا دیکھو
کہے امت کیا اللہ سے انکار وصلت کا

تری ہر آن محبوبی میں ہے شان عجب ظاہر
تری ہر اک ادا میں راز پوشیدہ ہے قدرت کا

تری عالی مقامی تک پہنچ سکتا نہیں کوئی
سمجھ سے عقل سے ہے دور رتبہ تیری قربت کا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کہے تو کیا کہے کوئی
کہیں آخر پتہ بھی کچھ لگے تیری جلالت کا

سمجھ والوں کی عقلوں پر نظر بازوں کی آنکھوں پر
پڑا رہتا ہے پردہ آپ کی مولا شریعت کا

کرم سے تیرے اے اکرم مکرم ہو گئی امت
ملا کا لا نبیا کا تاج صدقہ تیری عظمت کا

ادائے خاص اخواوئی کو ہنس ہنس کر کیا پورا
ترا دینے ہی والا خود ہے عالم تیری طاقت کا

فاوحیٰ عبدہٖ کا کہنے والا مرتبہ داں ہے
تری قوت کا طاقت کا تری جرأت کا ہمت کا

کہاں کوئی سمجھ سکتا ہے اس شیریں کلامی کو
مزا کیا جان سکتا ہے کوئی تیری حلاوت کا

کرم تھا دشمنوں پر بھی وہی جو دوستوں پر تھا
کریموں کی نہیں عادت بدلنا اپنی عادت کا

نہ کیوں مشہور ہو دونوں جہاں میں امتی تیرا
کہ نقارہ ازل سے بج رہا ہے تیری شہرت کا

نڈر کیسے گناہوں سے ہوئے ہیں ہم ترے ہو کر
گنہگاروں کو ہے کیا کیا بھروسہ تیری قوت کا

جو تو ہو سامنے ہر جا تو پھر تیرے غلاموں کو
نہیں پھر سامنا مولا کسی محشر کی دقت کا

ڈریں ہنگامۂ محشر سے کیوں روز قیامت کو
کہ جن کا کھونے والا ہو پریشانی و وحشت کا

وہ رحمت جسکو سبقت ہی غضب پہ آج کو دن وہ
تری ہے منتظر تا ہو اشارہ تیری رحمت کا

گناہوں کے لئے انبار سر پر ہم بھی واں ہونگے
سر اقدس پہ تیرے تاج جب ہوگا شفاعت کا

یہ جاں سو بار قرباں ہونیکو تیار ہو تجھ پر
مزا دلکو وہ حاصل ہو الٰہی تیری الفت کا

نہ کیونکر تیرا منہ تکتے رہیں محشر میں اے مولا
نظر آتا نہیں کوئی بھی حامی تیری قوت کا

عطائے لا یکلف ہم نے پائی ہر اطاعت میں
ملا تیری بدولت واہ کیا موقع سہولت کا

ہمیں یک شب ہزاروں سال سے بہتر دلائی ہے
عدیم الفرصتی عمر میں ہو کام فرصت کا

بہارِ ہفت جنت دوستی میں اسکی ہے بیشک
تو یہ نارِ جہنم ہے صلہ اسکی عداوت کا

تمہارے کوچہ کے خاک و خس و خاشاک دیکھو
بھلا تو یہ کہاں اور کب خیال آتا ہے جنت کا

جو سب سے پہلے تھا وہ سب سے پیچھے ہو گیا ظاہر
ہوا ہے خاتمہ بالخیر کیا دیکھو نبوت کا

قطعہ

ہزاروں شکر ہیں لاکھوں ہیں احسان اور کرم ذکر و وصف
کرم بیحد ہوا ہم پر ہمارے رب العزت کا

اگرچہ ہر بنِ مو میں زباں ہوں سینکڑوں تو بھی / ادائے شکر یہ کیونکر ادا ہو اس عنایت کا
ہمارے واسطے بھیجا نبی صل علے ایسا / کہ جو مظہر ہے اپنی ساری صناعی و صنعت کا
وہی محبوب کا محبوب ہے جو ہے محب اسکا / یہی تو مرتبہ مظہر ہوا اظہار وحدت کا
بہ شوقِ خودنمائی ذات نے محبوب کو اپنے / بنا کر آئنہ جلوہ دکھایا اپنی وحدت کا
وہی گر غور سے دیکھو تو وحدت کا نمونہ ہے / وہی مظہر ہے وحدت کا وہی نقشہ ہے کثرت کا
نہ دیکھے کوئی نابینا تو آئینے کا کیا بگڑے / ہے آئنہ تو آئنہ ہے پردہ اپنی ظلمت کا
اسیکو نور سے اپنے بنا کر نور سے اسکے / ظہور خلق کا منبع بنایا اسکو خلقت کا
نکلنا چاہتا ہے دل سحر یہ آنکھوں کے رستہ سے / بہت ہی مضطرب رہتا ہے ارمان زیارت کا
حبیبِ کبریا کو چشمِ بینا دیکھ سکتی ہے / ذرا تو ہوش میں آؤ نہیں یہ کام غفلت کا
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر نے انہیں دیکھا / رضی اللہ عنہم میں اثر ہے انکی صحبت کا
خطاب کالنجوم ہی سے مخاطب کرکے مولا نے / دیا پھر افتخار جانشینی و خلافت کا
ہوا کیا کیا تفاخر صحبتِ یکتائے عالم سے / صحابت کا رفاقت کا محبت کا نیابت کا
ہمارے واسطے چھوڑا ہے اہلبیت کو اپنی / کہ تا ہم جان لیں رتبہ یہ ہوتا ہے قرابت کا
الٰہی صدقہ اہلبیت و اصحابِ اکابر کا / ملے رتبہ غلامئ غلاماں ہمکو حضرت کا
نبی صل علی روحی فداک وہ کہ امت سے / ہمارے بن کبھی حصہ لیا کب اسنے نعمت کا
ید اللہ فوق ایدیھم کا رتبہ ہاتھ آیا ہے / یُبَایِعُونَکَ درجہ ہوا ہے تیری بیعت کا
نہ ملتا ما رمیت اذ رمیت کا اگر تمغہ / تو پورا اسطرح ہوتا یہاں درجہ حکومت کا
بلانا عرش پر یوں تھامنا نعلینِ اقدس کے / کہ ہمکو دونو عالم دیکھ لیں تاج فضیلت کا
کوئی دیکھے تو کیا دیکھے کوئی جانے تو کیا جانے / کہ محبوب و محب کا راز تھا محدود خلوت کا

ترے در کی گدائی اور غلاموں کی شہنشاہی
الٰہی یہ تو ہو جائے لکھا احقر کی قسمت کا

تاریخ وفات پیر و مرشد احقر رحمۃ اللہ علیہ

مکرم محترم راحت علی درویش اور سیّد — طریق قادری و نقشبندی کے ستون و دل

فقیر و کامل و مخدوم و عارف صوفی و صافی — بزرگ و رہنما و پیشوا و ہادی و رہبر

چراغ معرفت شمع طریقت اور حقیقت دل — گل شاخ شریعت اور بحر عشق کے گوہر

ظہور شان یزداں تھے وہ اور میدان قدرت کے — سما و آفتاب و مہتاب و انجم و اختر

دُر دریائے وحدت اور گل گلزار کثرت تھے — خم لبریز الفت اور مطیع ساقی کوثر

بہ اخلاق حمیدہ اور بہ اوصاف پسندیدہ — عدیم المثل تھے اپنے زمانے میں مرے سرور

نہ ہوتے ہر صفت میں کیوں نہ وہ موصوف اور منوّر — کہ غوث پاک کی اولاد تھے اور آل پیغمبر

وہ اس سے برتر اور بہتر کریں تعریف ہم جو کچھ — کریں تعریف ہم جو کچھ وہ اس سے برتر و بہتر

تعجب ہے نہ ہو دنیا میں اس صدمہ سے گریہ ہائے — کوئی نالاں کوئی حیراں کوئی گریاں کوئی مضطر

دریغا حسرتا واویلا و افسوس صد افسوس — ہوئے نظروں سے غائب آشکارا و عیاں ہو کر

ہماری بدنصیبی نے کیا ظاہر میں پوشیدہ — یکایک کیا کیا قسمت نے یہ باری خدا ہم پر

کیا درد جدائی میں گرفتار بلا ہمکو — جدا ہمکو کیا خود واصل حق ہوگئے جاکر

برائے عاشقین و انبیا و اولیا یارب — نہ ہو انکی توجہ باطنی ہم سے جدا دم بھر

بھلا سال وفات پیر و مرشد عارف و سالک — لکھیں کیونکر پڑھیں کیونکر کہیں کیونکر سنیں کیونکر

وفات درد مند دین و دنیا کا بیاں ہے یہ — کبھی ہوتی ہیں آنکھیں تر کبھی آتا ہے دل بھر بھر

رہے اک یادگار اپنی بھی انکی یادگاری میں — رہا اس واسطے تاریخ گوئی کا خیال اکثر

کہا ہاتف نے سنکر التجا بے انتہا میری

گل باغ بہار اولیا تاریخ ہے احقر

تاریخ دیگر

سیدی باحت علی اولادِ حضرت غوثِ پاک
کیا بیاں دردِ جدائی کا کرے انکے کوئی
یہ دلِ غمدیدہ وحسرت زدہ نے دی صدا
بے سروپا کر دیا احقر اجل نے ہائے ہائے

جنت الفردوس پہنچے معرفت میں پائے فوق
ہے گلی میں جنکے رنج وغم کا اک عالم کے طوق
تھا جو تاریخ وفاتِ مرشدِ کامل کا ذوق
دین وتقویٰ معرفت زہد و ورع اخلاق و شوق

تاریخ وفات حضرت شاہ عنایت الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وصفِ جنابِ شاہِ عنایت الٰہی چیست
پر شد ز بادہ عشق چو پیمانہ حیات

کامل فقیر بود چہ گویم وصف او
شفقت نمود قربِ الٰہی بگو بگو

گفتار حقیر لاثانی احقر

تاریخ وفات میر قربان علی صاحب

قطبِ جہاں میر قربان علی ممبر کونسل

صورت خوب واقفِ اسرار
زبدۃ السالکین باز گرفت

قدوۃ الکاملین باستقلال
ماتم شیخ نقشبندی سال

تاریخ وفات حضرت شیخ خواجہ قادر بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی جہانگیری

ماہ ذی الحجہ و در تاریخِ ہشتم آنجناب
شمسِ عرفاں شیخ قادر بخش ہر دو اسمِ آں
بہرِ سالش تہبہ آں شیخ احقر خود بخود

یافت قربِ قادرِ قیوم حی لایموت
طاقتِ وصفش ندارم زیں سبب کردم سکوت
قطب الاقطاب زماں تاریخ بہاں گفتم ثبوت

تاریخ وفات دختر احقر

بصد شکر سرمایۂ زندگی
بسالِ وفاتش نداشد زغیب

بفضلِ خداوند کردم سپرد
کہ احقر بگو۔ دختر نیک مرد

تاریخ وفاتِ شاہ التفات احمد صاحب

چو شاہ التفات احمد صاحب
گفتم احقر بچشمِ ظاہر تاریخ

سوئے فردوس زیں جہاں بگذشت
سجادہ نشین احمدی گم گشت

تاریخ وفاتِ مولوی حبیب احمد صاحب

مولوی مفتی و صوفی در طریق نقشبند
انکی گر پوچھے کوئی احقر سے تاریخِ وفات

اور حبیب احمد جو ہے وہ ہے حبیب ذوالجلال
قبر ہی انکی یہ کہدو۔ جائے بخشش بے ملال

تاریخ وفات مولوی حمزہ صاحب

مولوی میر حمزہ صاحب زیں جہاں رخصت نمود
داد ایں ویگر ندا احقر دلِ زار و نزار

سالِ رحلت۔ اللہ اللہ نیک بخت و نیک خو
سید و درویش و فرخ با عمل عالم بگو

تاریخ وفات دادا پیر صاحب

حافظ و حاجی و صوفی و صافی
بہرِ تاریخ عرض کن احقر

زاہد و ذاکر و شاغل بیشک
مرشدِ عارف و کامل بیشک

تاریخ وفات امامِ عیدگاہ صاحب دہلوی

امامِ عیدگاہ سید محمد
مقدس بُد بہ اوصاف اللہ داد

بفضلِ خود خداوندِ دو عالم
نسب سید بہ آلِ مصطفیٰ داد

بہ حسنِ صورت و با حسنِ باطن
حسینے بود با حسن خدا داد

بہ مقبولئے عالم رب العزت
بہ آن مقبول وصفِ بی بہا داد

پئے سالِ وصالِ آں بہ احقر
امام و مقتدا قدرت ندا داد

تاریخ وفات سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

پیر حضرت جان جاناں میرزا مظہر شہید
سید نور محمد جائے فیض و جائے فضل

بہر تاریخش چو احقر بود فکرم غوطہ زن
بحرِ سید یک بجوش آمد کہ گو دریائے فضل

تاریخ وفات میرزا عبد الغنی ارشد

میرزا عبد الغنی ارشد کہ او مرحوم شد
بے تامل بود فخرِ خاندانِ گورگاں

آں جہاں آباد کرد و زیں جہاں شد آہ آہ
کلبۂ احزانِ ارشد بلبلِ شیریں زباں

دیگر

بلبلِ شیریں زباں نوحۂ ارشد میکنند

تاریخ وفات حکیم رضی الدین صاحب شفاء الملک

معزز عالم و حاذق حکیم و رکن دہلی را
یزد دو ناگہاں و در جوانی شد قضا بسر

رضی الدین شفاء الملک باشد عیسوی سالش — شفاء الملک عرش آشیاں ہجری بگفت احقر

تاریخ وفات سید یعقوب آفندی رحمۃ اللہ علیہ

سید یعقوب آفندی و بحر مکرمت — نور عرفان واقف اسرار سالش ہم ببیں

سویمی تاریخ میر عالم و فاضل بگو — چار می گفتیم شیخ وقت سجادہ نشیں

تاریخ وفات مولانا محمد افضل صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حیف صد حیف ہزار افسوس و صد تاریخ و غم — کرد حضرت مولوی صاحب بخاری انتقال

احقر خستہ بصد افسوس بہر یاد گفت — رفت عالم باعمل صوفی و صافی بہر سال

تاریخ وفات حضرت مستان شاہ صاحب

رفت از دار فنا کردند جاں رہنما — خواجہ مستان شاہ کابلی دار السلام

سید و درویش و خواجہ من بگو احقر دگر — باز گو مستان شاہ عالی مقام نیک نام

تاریخ وفات حاجی محمد عمر صاحب برادر حاجی محمد اسحاق

خدا بخشے مرحوم و مغفور کو — تو کچھ فکر تاریخ احقر نکر

جو پوچھے یہاں کون مدفون ہے — کہو شیخ حاجی محمد عمر

تاریخ وفات جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی مقبول احمد باسمے اسم داشت — نیک و حال و نیک قال و نیک نام ازازل

سال تاریخ وفات آنجناب احقر بگفت — خانہ پاک صوفی و صافی و عالم باعمل

تاریخ کتاب لب لباب

عالیجناب مولوی احمد حسین خاں
طبع کتاب کرد کہ در کوزہ بحر بود
فیضے چناں نمود کہ اللہ الصمد
لب لباب مثنوی رحمت ابد

تاریخ مجموعہ کتب

طبع شد تصنیف اہل اللہ بہ تاریخ خوش
مثنویات گرانمایہ تصوف۔ سال شد
از سعی مولوی احمد حسین بزم خو
مجموعۂ شاخ پر میوہ بگو احقر بگو

تاریخ کتاب شاہ خلیل الرحمن صاحب ساوی

کیوں نہ ہو تصنیف کامل پر اثر
جبکہ کامل ہو گیا کشف قبور
فیض روحی جس سے کہ حاصل ہو گیا
منکشف خود سال کامل ہو گیا

ایضاً تاریخ کتاب دیگر

خلیل اور رحمن کا جو ہو خلیل
کہا فکر احقر کو تاریخ نے
نکل کر مصنف سے خود یہ کہا
کلام اسکا ہو کیوں نہ عالی مقام
ہوا مینڈ کی کو بھی بارے زکام
کلام الملوک ملوک الکلام

تاریخ کتاب عطر مجموعہ تصنیف مولوی امان الرحمن صاحب

لکھا ہے رسالہ یہ خوشبوے مساجد میں
دنیا کا اگر سوز و محشر کا عطرداں ہے
ہر سطر ہے مشک اسکی ہر حرف معنبر ہے
تاریخ بھی تو اسکی خوشبو سے معطر ہے

تاریخ رسالۂ منشی متقرب حسین صاحب

آحقر از من چو سال میپرسی	ہر دو مصرعہ بہر دو سالش ای
اصل ذکر حسین ابن علی	رضی اللہ عنہما خود بین

تاریخ کتاب ارمغان آحقر

نہ شاعر نہ ماہر نہ واقف نہ کچھ	کریں پھر طبیعت کا کیا امتحاں
ہوا بہر تاریخ خود غیب سے	اشاعت کلام آحقر نیم جان

تاریخ رسالہ مولود شریف مصنفہ میر حمزہ صاحب

مولوی میر حمزہ صاحب نے	کیا لکھی ہے کتاب لاثانی
عالم با عمل کا ہے یہ کلام	کیوں مضامین ہوں نہ حقانی
اہل حق کیلئے ہے قوت روح	منکروں کے لئے گراں جانی
ذکر میلاد کی بنا ہے یہ	وعظ اور پند کی ہے یہ بانی
ہے بیان حدیث پیغمبر	اور ذکر کلام ربانی
منکرو آکے یہ سنو مولود	ورنہ ہے تم میں شر نفسانی
غور سے دیکھکر کرو انصاف	دل میں گر ہو نہ دخل شیطانی
اسکا انکار ہے بلا حجت	بے وقوفی و جہل و نادانی
ایسے مولود کا جو منکر ہو	فاش ہو جائے خبث پنہانی
سمجھے واجب نہ ایسے مولد کو	اسنے بس راہ حق نہیں جانی
اس نے اللہ کو نہیں مانا	قدر حضرت کی کچھ نہیں مانی

وعظہی کا وہ ہوگیا منکر | بات اسکی اگر نہیں مانی
یا وہ منکر ہو بہ پیش خدا | ہوئی منظور گر سزا پانی

کہا اخترؔ یہ غیب نے کیوں ہے
سال کے فکر میں پریشانی

پوچھے تاریخ گر کوئی اسکی | ہے کہو پند و وعظ رو حانی

تاریخ کتاب

دید چوں اخترؔ بتوصیف جناب | سید قاسم علی روشن ضمیر
گفت بہر و بہر مرید و معتقد | نقد کیسہ مخزن اوصاف پیر

تاریخ دیوان پروین صاحب

چہا کرد پروین بدیوان خود | بر دانہ جودت الطبع رواں
چہ تعریف اخترؔ نگوید بگو | بہ این عقل خود ناقص و نیم جاں
سخن ساز پروین شیریں سخن | دگر گفت گفتار شیریں زباں

تاریخ کتاب مترجمہ پروین صاحبہ

کیا ہی اردو زبان میں لاکر | کیا دنیا میں خوب کام دیں
آپ تاریخ بن گیا اخترؔ | ترجمہ زور آور پروین

تاریخ اختیارات نواب صاحب والئ رامپور

یہ فرمانروائے عالم پناہی | مبارک ہو نواب والا مبارک

خدا کے کرم سے ہمیشہ ہمیشہ
رہے تا ابد آج جیسا مبارک

خوشی جشن کی کیوں نہ ہو اک جہاں میں
مبارک بھی ہو اور ایسا مبارک

خدا خیر خواہوں کو رکھے سلامت
ہو بدخواہوں کو منہ پھلا نامبارک

خرد سے جو تاریخ احقرؔ نے پوچھی
کہا اختیاراتِ زیبا مبارک

تاریخ

خطاب معزز حکیم رضی الدین
عدیم المثال حکیم رضی الدین

بحمد اللہ والمنت بجا شد
رضی الدین بذاتِ خویش فائق

پئے تاریخش احقرؔ ہم بجا گفت
شفاء الملک ملجائے خلائق

مرقوم بستم رجب بہرہ یاب
سخن بے وقار احقرؔ

یوم الاثنین مستحسن

تاریخ خطاب حکیم اجمل خانصاحب

شد باقبالِ جوہر ذاتی
یادگارِ خطاب خود مظہر

یعنی حافظ حکیم اجمل خاں
حاذق الملک معدن گوہر

تاریخ خطاب چودھری احمد نبی صاحب مال افسر

باحسن کار چودھری احمد نبی جناب
بافضل کردگار فضیلت مآب شد

احقرؔ بگو بشکر خدا بہر یادگار
تاریخ - یعنی خان بہادر خطاب شد

سخن حقیر احقر

تاریخ مسجد چوڑی والاں

به فضل و کرم مسجد خوش بنا — خدا از سر نو بنا کرد باز
بگو خانهٔ خویش دار البقا — چه خوش ساخت سالش خدا کارساز ۱۳۲۹ھ

تاریخ مسجد حضرت خواجه باقی بالله رحمة الله علیه

بهر تاریخ مسجد درگاه — سال احقر ز غیب طلبیدم
از در فیض خواجهٔ عالم — ماده - خانهٔ خدا دیدم ۱۳ھ

تاریخ تعمیر مکان مدرسه کلیمی

اے کلیم الهی و چشتی نظامی این بنا — سید قاسم علی خوش کرد بهر آخرت
گو جزاك الله فی الدارین خیرا خیر باد — مدرسه اسلامی و دینی کلیمی مرحمت ۱۳۲۹ھ

سخن نمودار احقر ۱۳ھ

تاریخ تعمیر مسجد

بانئ مسجد جناب مولوی احمد حسین — نقشبندی قادری شیخ طریقت بالیقین
خادمش احقر بفیض حافظ عباس علی — گو جزاك الله فی الدارین خیرا سال این

تاریخ تولد فرزند سر آسمان جاه بهادر

این چه سامان شادمانی هست — مژده خوان است هر زبان و دهن

خود بخود خیلے خندہ مے آید — شدہ ہر دل بجز می محزن
ایں چو بشنید شادمانیہا — ہر دلے را بخواہش کرد وطن
باد ہر دم مسرت افزا است — نغمہ خواں اند مرغہائے چمن
در بہار است لالہ و نسریں — شدہ سرسبز نرگس و سوسن
آمد از غیب ناگہاں آواز — با تو گوئیم وجہ بشگفتن
آں مدار المہام شاہ نظام — یافت فرزند اسعد و احسن
عمدۃ الملک و آسماں جاہی — شد دو گونہ منور و روشن
شاد و خرم نہ چوں شود ہر کس — شادماں شد امیر اکبر من
عالمے را ضرور شد آرے — آرمیدن شگفتن آسودن

گفت اختر بصد خوشی تاریخ
بزم افروز آفتاب دکن

تقریظ بے مثل حضرت سیّد حمید الدین صاحب بیخود دہلوی

حمدِ خالق بیاں نہیں ہوتی — دل میں پیدا زباں نہیں ہوتی
سارا عالم ظہور ہے اُس کا — ذرّہ ذرّہ میں نور ہے اُس کا
رگ گردن سے ہے قریب بہت — اسکے شیدا ہیں خوش نصیب بہت
ذکر اُسکا جہاں وہیں وہ ہے — اپنے بندے کا دلنشیں وہ ہے
کہیں وہ خود مکین رہتا ہے — کہیں بنکر یقین رہتا ہے
کہیں کانٹا جگر میں بنتا ہے — کہیں وہ گل نظر میں بنتا ہے
دیکھ سکتی نظر کہیں بھی نہیں — ہر جگہ ہے مگر کہیں بھی نہیں
جی میں ہے وصفِ مصطفٰے لکھوں — دل پہ لکھا ہوا ہے کیا لکھوں

نعت ہے حمد سے بھی مشکل تر — نور خالق کہاں۔ کہاں یہ بشر
ہے کہاں کوئی انکا ہمسایہ — اشرف الانبیا لقب پایا
سیکھتے ہیں فرشتے خو اُن کی — بس رہی ہے گلوں میں بو انکی
اس ملاحت پہ سرمگیں آنکھیں — دلنشیں حسن دلنشیں آنکھیں
جسمِ بے سایہ کی ہو کیا تعریف — نور تھا اور پھر کمال لطیف
تھا کلامِ خدا کلام اُن کا — تاجِ عرشِ بریں ہے نام ان کا
آل و اصحاب پر درود و سلام — بھیجتے رہیے روز صبح و شام
اب مرے دل کا مدعا سنئے — کان رکھکر ادھر ذرا سنئے
مژدہ اے صوفیانِ با تمکین — مژدہ اے عاشقانِ حسنِ یقین
مژدہ اے درد کے خریدارو — مژدہ اے درد دل کے بیمارو
دیکھ لو اس کلام رنگیں کو — نسخہ یہ جاؤ دلکی تسکیں کو
رنگ دیکھو زبانِ اُردو کا — ڈھنگ سیکھو زبانِ اُردو کا
اس زباں کو زبان کہتے ہیں — اسکو اُردو کی جان کہتے ہیں
قلعہ کی یہ زبان ہے دیکھو — واہ کیا آن بان ہے دیکھو
میرے مخدوم صاحب جوہر — میرے ممدوح حضرتِ اختر
انکی توصیف کیا کروں تحریر — اکبری عہد کی ہیں یہ تصویر
یہ قدامت کی شان ہیں گویا — ایک شاہی نشان ہیں گویا
وضعداری انہیں کا حصہ ہے — اور جو کچھ کہوں وہ قصہ ہے
اب کہاں ہیں جہاں میں ایسے لوگ — ہمنے دیکھے ہیں کیسے کیسے لوگ
وہ نہیں یہ جو رک کے ملتے ہیں — جس سے ملتے ہیں جھک کے ملتے ہیں
نہیں عادی یہ کج کلاہی کے — رکن ہیں خاندان شاہی کے

یہ کلام اپنا شائع کرتے ہیں | ہم تو انکے سخن پہ مرتے ہیں

کیوں نہ ہم اسکو جان سے بدلیں | کچھ مخمس ہیں اس میں کچھ غزلیں

شاعری انپہ ناز کرتی ہے | فارسی انسے ساز کرتی ہے

ہر مخمس ہے لاجواب ان کا | اور پھر اسپہ انتخاب ان کا

انکا ہر مصرع تیز نشتر ہے | جس مخمس کو دیکھو خنجر ہے

طوطیِ ہند انکا ہے دمساز | ہمخیال انکا بلبل شیراز

کوئی کیسی غزل کسی کی ہو | عربی کی ہو فارسی کی ہو

انکے مصرعے غضب کے ہوتے ہیں | شعر سب انکے ڈھب کے ہوتے ہیں

قافیہ سخت ہو کہ ہو آساں | ڈال ہی دینگے یہ تو اسمیں جاں

یہ مخمس کے فن میں یکتا ہیں | شاعری کے چمن میں یکتا ہیں

کیوں نہ انکا کلام رنگیں ہو | کیوں نہ انکی زبان شیریں ہو

کس چمن کے ہیں یہ گلِ رعنا | کن بہاروں کو آنکھ سے دیکھا

کیسی سلجھی ہوئی طبیعت ہے | چست بندش پہ کیا فصاحت ہے

درد انکے کلام میں پایا | خونِ دل انکے جام میں پایا

چوٹ کھایا ہوا ہے دل انکا | زخم پہلو میں ہے بہت دلکا

شاعری اک کنیز ہے انکی | ذات ہر دلعزیز ہے ان کی

انکے حسنِ سخن کا کیا کہنا | حسن میں بانکپن کا کیا کہنا

سادگی انکی شوخیوں کی دلیل | شوخیاں انکی سادگی کی کفیل

یہ تصوف سے خوب ہیں آگاہ | ہے حقیقت پہ خاص انکی نگاہ

انکا ہر شعر تیر ہوتا ہے | سن لیا جسنے خون روتا ہے

اب بھی شاہی کی شان ہے انمیں | مرمٹوں کا نشان ہے انمیں

اس سخن کو کلام کہتے ہیں
انکے شعروں کا بول بالا ہے
کیا بیاں ہو بیاں کی اسلوبی
نغز گو بھی ہیں خوش بیاں بھی ہیں

شعر انکے غلام کہتے ہیں
رنگ بالکل نیا۔ نرالا ہے
میں سمجھتا ہوں شعر کی خوبی
اور بیخود کے قدرداں بھی ہیں

یہ سلامت رہیں ہزاروں سال
اب کہاں ہیں جہاں میں اہل کمال

نذر گزرانیدۂ کمترین سید وحید الدین احمد بیخود دہلوی جانشین حضرت داغ مرحوم۔

تقریظ و تاریخ طبعزاد و نقاط قلم فصاحت رقم مجمع خوبیٔ لیاقت علوم وفنون مظہر عصمت و قابلیت منبع عفت شاعرہ بنظیر و ناثرہ خوش تقریر و تحریر سخنور شیریں المتخلص بہ پروین بنت علامۂ زماں سید محمد غضنفر علیخان و زوجۂ جناب طریقت مآب مولوی میر قربان علیصاحب بسمل اگرہ وسابق ممبر کونسل جےپور رحمۃ اللہ علیہ

خمخانہ آداب و زبان کے مشتاق نگاہو چلو چلو بڑھو بڑھو در میکدہ پھر ایکبار کھلا ہے ساقی خجستہ لقا باشیشہ و ساغر مصروف مہمان نوازی و گلبازی ہے خم کے خم اونڈل رہے ہیں جام پر جام چھلک رہے ہیں۔ صحن میکدہ گلزار پر بہار بنا ہوا ہے ہر طرف گلہا بیشمار شاخہائے اشجار پر جلوہ ریز ہیں اور عندلیبان شیریں نوا مصروف نالہائے دردانگیز ہیں می دوشینہ کے متوالے اور سرور و خمار کی راحت و فائدہ پکا ہونیوالے یگانہ

رہے ہیں ؎

صباح الخیر زد بلبل کجای ساقیا برخیز　　کہ غوغا میکند در سر خمار خمر دوشینم

کہ یکایک عزیزم افتخارم صاحب عالم صراحی بادہ صاف زبان علم وادب کی جان لئے ہوئے ظاہر ہوئے اور ہر میکش سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

قدح پر کن کہ من از دولتِ عشق　　جواں بخت جہانم گرچہ پیرم

یہ دیوان ہے یا خمکدہ عرفان اشعار ہیں یا گلہائے پر بہار نظم رنگیں یا بادہ دوشین۔ دلکش ترکیبوں شیریں محاوروں برجستہ بندشوں بلند پایہ مضامین کا مینہ برس رہا ہے اور تشنگان زلال اردو کے دہن میں قطرہ قطرہ آب حیات بنکر ٹپک رہا ہے اور حلق سے اترتے ہی یہ پانی مے انگور بنکر مدہوش و مخمور کر دیتا ہے آنکھوں میں نور بلکہ کافر کے بھی چہرے پر نور آجاتا ہے اور زبان سے بیساختہ آفریں و مرحبا نکلنے لگتی ہے۔ حضرت صاحب عالم بہادر سے میرے خاندان کے تعلقات مخلصانہ محبانہ سے گذر کر یگانگت کا مزہ دے رہے ہیں نصف صدی گذر گئی کہ ہم لوگ آپکو پہلے اپنے افراد خاندان کے ساتھ ایک محب و مخلص اور برادر بجان برابر اور پھر بزرگ شفیق و شفقت گستر پا رہے ہیں رشتہ اتحاد حبل المتین حب و وداد بنگیا ہی اس وجہ سے مجھ جیسی ہستی ناچیز گوشہ گزیں خمول و خلوت نے یہ چند سطور مع قطعہ تاریخ کے لکھنا اپنا فرض سمجھا اگر مجھ جیسی ناقابل کی داد بھی بیداد سے کم نہیں مگر عزیزم افتخارم صاحب عالم کے اخلاق پر بھروسہ کر کے ہرزہ گوئی ہے آپ کی نظم و نثر میری تعریف سے مستغنی ہے۔ ع

مشک آنست کہ خود ببوید۔ دیکھنے والے خود قدر سے نہیں محویت کے ساتھ دیکھینگے۔

غزل خود آپ کہدیتی ہے پردیں　　کوئی اس فن میں ہے ماہر کہاں تک

آپ کے علمی چشمہ کا یہ ایک قطرہ اور شاعرانہ مذاق کا یہ دیوان ایک شمہ ہے

شاعری آپ کی ذات کیلئے سبب افتخار نہیں محض تفریحاً کہا جو کچھ کہا طبیعت خداداد
موزوں واقع ہوئی ہے ورنہ آپ بہار گلشن اتقا نور خورشید اجتبا شگوفہ چمن رضا
رنگ حدیقہ وفا ہیں آپکی مشاغل بلند آپ اہل دل ہیں ارجمند۔ اللہ تعالی اہل سخن کا
دماغ اس عطر سخن سے معطر اور اہل دل کی چشم بصیرت کو منور رکھے آمین۔

خاکسار پروین

گفت دیوان چوں امیر الملک	بہر سال شیوع درسفتم
یعنی پروین برائے تاریخش	خوش کلام احقر کیا گفتم

مینے حضرت صاحب عالم بہادر کی نظم دیکھی جو مسئلہ پیش ہوا تھا اوسکا جواب سوائے
اوسکے جو صاحب عالم نے دیا ممکن نہ تھا۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جس تقدیر پر انسان ایک ہے تقدیر ایک ہے اور جس صورت سے انسان کی
کثرت ہی اوس صورت میں تقدیر بھی جدا جدا ہے۔

تقریظ و تاریخات چکیدۂ خامۂ اعجاز رقم نور چشم سر محفل و شادمانئ ہر دل سید انوار الرحمن صاحب بسمل خلف جناب میر عبد الرحمن صاحب حاکم سائر آت جیپور سلمہ اللہ تعالی خلف جناب فیض مآب سید میر قربان علی صاحب سابق ممبر کونسل جے پور رئیس آگرہ رحمۃ اللہ علیہ

خلاق عالم نے اپنی کمال قدرت نمائی سے اس عالم بے وجود کو وجود موہوت عطا فرمایا
اور کائنات کی ہر شے پر اپنی ہستی کا پرتوہ ڈالکر اسکو معدوم سے موجود بنایا ذرہ ذرہ

اسکے صفات کاملہ کا مظہر ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ اگرچہ ہر شے کو میں انا ولا غیری پکارہی ہے چلئیے کہ وہ ایک ذات وحدہٗ لا شریک کی کسی ایک شان کا مظہر ہے مگر ساتھ ہی مایۂ فنا وہستی ہر ایک کی بنیاد میں مضمر فرما دیا ہے جو ہمیشہ مادہ غرور و تکبر کی پشت پر تازیانۂ عبرت بنکر پڑ رہا ہے اور ادعائے وجود کا انطل کر رہا ہے۔ فانی کو باقی سے ممیز اور خالق کو مخلوق سے جدا کرکے دکھا رہا ہے۔ کبھی کسی شے کو عروج عطا ہوتا ہے تو خزانۂ غیب سے وہ کچھ ملتا ہے کہ حد کمال پر پہنچا دیا جاتا ہے اور پھر اس کمال کے ساتھ ہی زوال شروع ہوجاتا ہے۔ یہی کلیہ جہان کی جمیع افراد میں نظر آتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دہلی شاہانِ مغلیہ کا پایۂ تخت بن کر اہل کمال کا گھر بنی ہوئی تھی اردوئے معلّیٰ اردوئے معلائے شاہی سے نکلی مگر یہ سپاہی زادہ مقبولِ نظر شاہی ہوا اور قلعہ معلّےٰ میں اس کی پرورش ہونے لگی تو اہتمام تربیت شاہی اور نگرانی دایۂ ادب اور اتالیقِ علوم نے اسکو ایسا پروان چڑھایا کہ کنارآبِ جمن و گنگ سے قلۂ ہمالیہ تک تمام اہل ہند کی مقبول اور مسلمہ زبان قرار پاگئی۔ اگرچہ یہ سکہ ہر جگہ جاری ہوا مگر اسکی ٹکسال قلعۂ معلائے دہلی ہی میں رہی بیگمات کی زبان سے نئے محاورے نکلتے اور شہزادوں اور سلاطین زادوں کی وساطت سے اہل دربار تک پہونچتے اور شعرائے پایۂ تخت خدمتِ اشتہار نویسی اور حکم عام نگاری کو انجام دیتے۔ اگرچہ زبان اردو کی تربیت میں ایک زمانہ میں لکھنؤ نے بھی حصہ لیا اور شاندار اور پائیدار خدمات انجام دیں زبان۔ ملک۔ اور اہل ملک لکھنؤ کا احسان فراموش نہیں کرسکتے مگر کلمۂ انصاف یہ ہے کہ دہلی اگر زبان کی مادرِ اصلی ہے تو لکھنؤ دایہ سے زیادہ نہیں۔ اہلِ دہلی اہل زبان اور اہل لکھنؤ زبان داں ہیں۔ اسی کلیہ میں اشتباہ آج تک تو نظر نہیں آیا۔ شاہان مغلیہ کی بساط الٹی قلعہ معلّےٰ تباہ ہونیکے ساتھ وہ زبان کی ٹکسال بھی ٹوٹ گئی۔

مگر جسقدر سکہ مسکوک ہوکر ملک میں پہیل چکا تہا وہ اسقدر زیادہ تہا کہ ابتک جاری ہے اور باوجود اسکے کہ کوئی مستقل دارالضرب نہیں بنا مگر ملکی خزانہ میں اس سکہ کی فراوانی تھی اور گورنمنٹ انگلشیہ کی مساویانہ اور منصفانہ پالیسی نے اذنِ عام دیدیا کہ اطراف ملک کے اہل علم اور مقبول عام حضرات حسب ضرورت ترمیم وتنسیخ کرسکتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نئے محاورے اور جدید الفاظ کا خزانہ زبان میں اضافہ کیا جا سکتا ہے چنانچہ ایسا ہورہا ہے۔ تاہم اس بنک کا اصلی سرمایہ وہی قلعہ معلّٰی کی دولت ہے ایسے وقت میں کہ اردو کے اصل مربی فنا ہوچکے قلعہ اجڑ گیا اور اہل قلعہ دست بردِ حوادث سے گوشہ خمول وگمنامی میں زندگی بسر کرکے آخر کار ختم ہورہے ہیں۔

حضرت صاحب عالم بہادر میرزا احمد امیر الملک عرف مرزا بلاقی تیموری نبیرہ حضرت بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی کا دیوان طبع ہونا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس نے ہمارے ہاتھ میں قلعہ کے خزانہ کا بچا کچھا سرمایۂ زبان اور زرِ خالص دیدیا ہے۔ جو اگر خدانخواستہ ضائع ہوجاتا تو اس کی تلافی ہونا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ نہ دوبارہ قلعہ آباد ہوتا نہ بہادر شاہ پھر پیدا ہوتے نہ انکی بیگمات کی آغوش میں کوئی نونہال تربیت پاکر پختا دسالہ تجربہ زبان حاصل کرنے کے بعد اس قابل ہوتا کہ یہ ادبی زر مسکوک ہمارے حوالہ کرتا حضرت عالم اسوقت اپنے خاندان میں ہر طرح سے عدیم المثل اور مایۂ ناز وافتخار ہیں زمانہ کے عروج وزوال کا گہرا تجربہ رکہنے کے علاوہ حقیقی اہل زبان کہلانے کے مستحق ہیں معمولی تکلم سے وہ پہول جھڑتے ہیں کہ دلدادگانِ ادب انکو چن چن کر طرۂ دستار بناتے ہیں اسکے ساتھ آپکا مذاق تصوف دردِ دل پاک اور اعلےٰ خدمات دلکش محاورے سنہرے الفاظ اور برجستہ طرزِ ادا وہ وہ چیزیں ہیں جو تشنگان زبان اس چشمۂ صافی میں پائینگے باقی اسکے بارے میں زیادہ خامہ فرسائی زائد ہے کیونکہ (مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید)

اہل زبان اور زبان دانانِ اردو پر فرض ہے کہ اس دیوان کا قدر و عزت۔ طلب و تمنا۔ محبت و آرزو کی نگاہوں سے خیر مقدم کریں اور اہل دل پر واجب ہے کہ چشمِ حقیقت بیں کھولیں اور دستِ شوق بڑھائیں اور اس نسخۂ کیمیا کو ہاتھوں ہاتھ لیں

گوہرے بر بسر بازار وجود آوردند　　تا خریدارے وے در کون و مکان برخیزد

قطعاتِ تاریخ

بہتریں برجستہ نظمِ صاحبِ عالم ہیں
چونکہ ایں بستانِ حکمت ہست بسمل سالِ او
از بہار جاوداں ہمچو چمن پیراستہ
بارقم کردیم۔ سیرِ گلشنِ آراستہ ۱۳۰۰ھ

دیگر

دیوانِ حضرت میرزا احقر امیر الملک چوں
پر نور کرد و پر ضیا خمخانۂ اشعار را
مطبوع و شائع گشتہ و مطبوعِ عالم آمدہ
بسمل رقم زد سالِ او شمعِ حریمِ خمکدہ ۱۳۰۰ھ

تاریخ دیگر

شعرِ میرزا امیر ملک احقر
سخن خوب کیف میدارد
بہ تر و تازگی و رنگ و بو
گوئیا یک ایاغِ مجلس شد
کہ ازو تر دماغِ مجلس شد
گل و ریحان و باغِ مجلس شد

بسمل از وے جہاں منور شد
سالِ طبعش چراغِ مجلس شد ۱۳۰۰ھ

تقریظ دلپذیر و بےنظیر از قلم جادو رقم جناب مولانا محمد اکرام الدین صاحب

بخاری نقشبندی امام مسجد نواب وزیر خانصاحب لاہوری سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب مستطاب مکرمت انتساب فخر خاندان ذیشان در بابت تقدیر چہ زیبا تحریر پذیر فتہ اند اکابر دین و فقہائے محققین و مفسرین و شراح احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین سلفاً و خلفاً جناب میرزا صاحب راہم مزاق میباشند و عقائد عامۂ اہل سنت و جماعت چنان است کہ میرزا صاحب نوشتہ اند خداوند تعالیٰ مجیب راہمیشہ فی والاوقات سلامت داشتہ از برکات انفاس ایشاں خلائق مستفیض دارا و بحرمت النبی و آلہ الامجاد ثم السلام والدعا کتبہ العبد الضعیف المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفا اللہ عنہ الشہیر بواعظ الاسلام خطیب و امام فی مسجد نواب وزیر خانصاحب المرحوم المغفور ببلدۃ لاہور ـــ

حضرت مخدوم مکرم مرشد زادۂ احقر جناب مولوی احمد حسین خانصاحب مدظلہ تعالیٰ تقریظ بہ نظم حقیر در مسئلہ تقدیر موجب توقیر فرمودہ اند

لِلّٰہِ دَرٌّ دُرَرٍ نُظِمَتْ فِی السِّلْکِ	اَوْ اَسْطُرُ النُّوْرِ اُرْقِمَتْ بِالْکِلْکِ
اللہ کیلئے ہے خوبی موتیوں کی جو لڑی میں پروئے گئے	یا نور کی سطروں کی کہ قلم سے لکھی گئی ہیں

لَمَّا تَاَمَّلْتُ فِی مَبَانِیْہِ وَاَمْعَنْتُ النَّظَرَ فِی مَعَانِیْہِ وَجَدْتُہٗ حَقَّ الصَّرِیْحِ

جب میں نے اسکی عبارت میں تامل کیا اور اسکے ہر معانی پر گہری نظر ڈالی تو کھلا ہوا حق پایا

وَالْکَلَامَ الصَّحِیْحَ لَا یَشُوْبُہُ الْبَاطِلُ وَلَا یَلْحَقُہُ الْعَاطِلُ فَقُلْتُ لَقَدْ اَجَادَ

اور ایسا کلام صحیح پایا جس میں باطل نہیں ملتا اور نہ اس میں لغویات کا میل ہے پس مجھے کہنا پڑا یقینا

قَائِلُہٗ وَاَصَابَ فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ مَآبٍ

اسکے متکلم نے بہت خوب اور ٹھیک کہا جب ایسا ہے تو اللہ اسکو اسکے بدلے میں جنت فردوس عطا فرماوے

تقریظ نوجوان لئیق احقر کے شفیق مصحح سرکاری شرف طبع زکی میاں محمد غلام نبی صاحب امرتسری وارد حال دہلی سلمہ اللہ تعالےٰ

الحمد اللہ میں اور جناب میرزا صاحب کے کلام کے بارے میں منہ کہولوں نہ اہل زبان اور نہ زبان داں تقریظ لکھنی انہیں زیبا ہے جو فن شاعری کے رموز سے آگاہ اور کلام کی باریکیوں پر نگاہ رکھنے والے ہیں میں تو اسکے پورا سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا۔ البتہ آپ کے کلام کیساتھ اپنا نام سعادت دارین سمجھکر کچھ لکھتا ہون۔ میرے مخدوم و مکرم جناب حضرت مرزا امیر الملک صاحب بہادر نبیرۂ بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی اور خاندان مغلیہ کی یادگار ہیں۔ حسن ظاہری و باطنی۔ حسن اخلاق و وضعداری کے معدن اور منبع فیضان عام ہیں۔ رنگینی طبع۔ شغل تصوف اور پابندیٔ شریعت آپ کے کلام سے عیاں ہے۔ آپکی زبان کی نسبت کچھ لکھنا محض بیکار ہے کیونکہ اردو آپ کی خانہ زاد اور آپ آقائے اردو ہیں گویا زبان آپ ہی کی زبان ہے۔ آپکا کلام قدر دانان زبان کے واسطے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کلام کو زبان اردو اور صاحب دیوان کو ہمارے منشاء کے مطابق زبان کے سر پر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

تاریخ

کلام حضرت مرزا امیر الملک و تیموری ۔۔۔ بصد شوکت بہ پیش شائقان اہل فن آیا

ہے اسمیں تخرجہ جو وہ ہو تاریخ میں اے حسن ۔۔۔ تو ہاتف کو ہی یہ سوجھے چراغ انجمن آیا ۱۳ ۲

مثنوی آشوب دہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کس منہ سے بیان ہو حمد باری — طاقت یہہ بہلا کہان ہماری

یکتا ہے وہ اور ہے مبرّا — ہے کبر و غنا اوسی کو زیبا

خالق ہے وہ اور سب خلایق — ہے حمد و ثنا اوسی کو لایق

کس سے ہو تری ثنا خدایا — عاجز سمجھہ کہ ہو بیان کیا

ہو سکتا ہے کب بیان زبانسے — عاجز ہے زبان یہان بیانسے

اوصاف جہان ہین جتنے بالکل — ہے وصف اوسی کا بے تامل

تعریف کوئی کرے کسی کی — سمجھو تو ہے اصل مین اوسی کی

سب اوسکی بنا ہے اور وہ بانی — خوبو نمین بھی ہے اوسیکی خوبی

کیا شے ہے تری ثنا سے خالی — ہے حمد تری جہانکی خوبی

کیا چیز تری ثنا نہین ہے — اللہ تو رب العالمین ہے

دلمین ہے جو ہے تری عنایت — کہنے کی نہین زبان مین طاقت

یارا ئیے بیان کسی کو کب ہے — خاموشی ہی بس یہان ادب ہے

نعت حضرت سرور کائنات حبیب رب العالمین سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو یہ ہے مین اور نعت احمد
مداح ہے خود آپ جسکا ایزد

فرماتا ہے جسکو واحدِ پاک
لولاک لما خلقت الافلاک

کس منہ سے بیان ہو اوسکی خوبی
کہتا ہے خدا جسے حبیبی

اللہ نے آپ جسکو چاہا
اور آپ ہی خود اوسے سراہا

کیا اوسکی ثنا کوئی کریگا
گستاخی ہے گر یہ دم بھریگا

ہے کار خدا ثنائے حضرت
دعوا کرے بندہ اوسکی شامت

کیا دخل ہمیں اور کار مولی
بندہ کی نہین یہ تاب حاشا

ہے اوسکا خدا ہی مرتبہ دان
ہے اوسکا خدا ہی بس ثناخوان

رتبہ ہو یہ جسکو تیرے در سے
نعت اوسکی ہو کیا خدا بشر سے

حضرت ہین مرے جہان کے سرور
قربان ہو میری جان اوپر

یارب یہ ہے دل کی اب تمنا
حاصل ہو زیارتِ مدینہ

ہے میری یہ التجا خدایا
سن لیجئے صدقہ مصطفے کا

سر اپنا ہو اور اوس کا در ہو
در اوس کا ہو اور اپنا سر ہو

سب اہلِ جہان کہین کہ احقر
قربان ہوا مصطفے کے در پر

آغاز مثنوی آشوبِ دہر در وصف چشم

مخمور جو ایسا ہو رہا ہون
دیکھی ہے کسی کی چشم میگون

دیکھی ہے وہ جسنے چشم فتان
آئینہ سان ہو رہا ہے حیران

ایسی آنکھونکا کیا بیان ہو
جن آنکھون کا کشتہ ایک جہان ہو

ہر وقت ہے گویا پر ناز
اللہ رے چشم تیرا انداز

آنکھونکی طرح جھکی جھکی سی
کردیتی ہے جی مین بیکلی سی

وہ آنکھین جو کوئی دیکھ پائے
پھر دیکھے کدہر کو بجلیے جلائے

آنکھونپہ بہار ہے آہا ہا
موتی سے گتے ہوئے ہین گویا

اُٹھ جائین تو حشر ہوئے برپا
جھک جائین فتنہ ہوئے پیدا

یہ آنکھین وہ ہین جدہر کو جائین
پتھر کو بھی موم کر دکھائین

ذرا سا وہ جلوہ گر دکھائین
ممکن ہے کہ زندہ چھوڑ جائین

منہ فق نہین ایک عاشقونکے
اوسان خطا ہین گلرخونکے

شرمندہ ہین ہر کسی کی آنکھین
کہتے ہین انہین مدسیلی آنکھین

ابرو ہین کمانکی قدر کھوتے
دنبالے ہین تیر سے چبہوتے

ہر نوکِ مژہ سے ٹپکی ہے نور
کیا آنکھین ہین واہ چشم بد دور

اللہ رے چشم کیا جھپک ہے
خنجر کی سی نوک ہر پلک ہے

مطلوبِ عام وہ نگہ ہے
ہر شخص کے دل ہی مین جگہ ہے

بچکر کوئی اُس سے پھر کدہر جائے
جو چشم کہ دل ہی مین اتر جائے

ہوتا ہے گذر جدہر نظر کا
رک جاتا ہے راستہ ادہر کا

سر لگ گئے اوس مین جسمن
کردیتی ہے قتل عام گن گن

وہ آنکھین ہین اپنی زندگانی
اور ہین وہی موت کی نشانی

جب چاہین وہ زندہ کر دکھائین
جب چاہین ہلاک ہین ملائین

ہر بات ہے وجہ زندگانی
ہر آن انکی قم باذنی

بینا کو وہ چشم دلربا ہے
نابینا کو بھی وہ رہنما ہے

اوس چشم نے پائی ہے یہ شہرت
مرکی نہین کچھ کسی کو حاجت

جس دل مین وہ چشم نوجوان ہے — بس اوسکو خمار جاودان ہے

اون آنکھون کی دیکھکر شرارت — نرگس کو بھی ہوگئی ندامت

اوس چشم کا شور سن کے ہرجا — جا ماندہ ہین آہوان صحرا

خاموش ہین بلبلان بستان — بھولے ہین رمیدگی غزالان

ہر چیز کی جان ہین وہ آنکھین — آشوب جہان ہین وہ آنکھین

آنکھون نے کیا ہے شور کیسا — اندھیر ہے ہر کسیکو دنیا

واعظ کو بھی آج مست پایا — شاید کہ وہ آنکھین دیکھ آیا

ناصح جو کبھی وہ چشم دیکھے — اپنی پڑ جائے ہمکو بھولے

ایک بار کبھی جو دیکھ پائے — پھر دیکھین کدہر کو بچکے جائے

تو دیکھے تو اوس کی قدر جانے — پھر دیکھین نہ کیونکہ دل کی مانے

کیا جانے تو کیسی انکھڑیان ہین — گھر بیٹھے کی ساری شیخیان ہین

دیکھے جو کبھی وہ چشم فتان — کرنا پڑے نذر دین و ایمان

ایک مین ہی کہون تو جھوٹ مانو — عالم مین ہے شور یہ تو جانو

چھینے ہین ہزارون اوسنے دستار — توڑے ہین ہزارون اوسنے زنار

جیتا کوئی یان سے کب پھرا ہے — وہ کوچہ زمین کربلا ہے

اون آنکھونکا ہو بیان کہانتک — کم ہے جو کوئی کہے جہانتک

ہے اوس سے زیادہ جو کہ سوچو — افزون وہ اوس سے جو کہ سمجھو

بڑھکر ہے خیال و وہم سے وہ — برتر ہے گمان و وہم سے وہ

اب آگے بیان کا کس کو یارا — آنکھون نے کیا محو ایسا

کن آنکھونسے روشنی کو دیکھین — آنکھونمین تو بس رہی ہین آنکھین

موزون ہے وہ شوخ سر سے تاپا — سمجھو تو ہے بس یہی سراپا

کس کس کی کرین جدا حکایت — کل جسم کو آنکھ سے ہے نسبت
ایک عضو سے دوسرا نہین کم — گویا کہ ادا ہے وہ مجسم
آنکھون نے ہے فخر اوس بدنکو — آنکھین ہین صاد جسم پر دو
ایک خبر کا ہے جس کے یہ فسانہ — کل کیون نہو آفت زمانہ
ہر آن ہے اوس کی شکل یوسف — کرتے ہین سب اوسکو دیکھ اوف اوف
ہر آن ہے اوس کی بس خداداد — کر دیتی ہے زندگی سے آزاد
ہے حسن کو اس جوانی سے شہرت — خوبی کو بھی ہے وہان سے عزت
کیا پوچھتے ہو کہ مجھکو کیا ہے — اوس ماہ کا عشق ہو گیا ہے
سونچو کہ جو اوسکا مبتلا ہو — سمجھو کہ پھر اوسکا حال کیا ہو
جیتے ہین مگر ہین اوسکے مارے — اب جا لگے گور کے کنارے
دن رات ہے کام آہ و زاری — کیا خاک ہے زندگی ہماری
گذرے ہے ہمیشہ بیکلی سے — در گذرے ہم ایسی زندگی سے
کیا کیجیے عشق نے ستایا — جو دیکھا نہ تہا سو وہ دکھایا
یان عشق نے جان پر بنائی — وان حسن نے اپنی داد پائی
دل ہی مین نہین فقط اداسی — چہرہ سے عیان ہے بدحواسی
بیتاب ہے جی بشکل سیماب — دن رات ہے چین ہمکو نایاب
وہ حسن مین فرد بیگمان ہے — ہر شخص کے لب پہ الامان ہے
جس کی نظرون مین وہ سمائے — کیونکر کوئی اور اوسکو بھائے
اوس شکل کا جو کوئی ہو گھایل — کس بات پہ اور پر ہو مایل
سانچے مین ڈھلے ہوئے ہین عنصر — ہے نام اوسیکا بے بہا در
وہ ماہ لقا اگر نظر آئے — مہتاب سی کیون نہ منہ پہ چھپ جائے

تصویر ہے جسمین اوس جوانکی — لیتا ہے وہ دلمین چٹکیان سی
رہجاتے ہین اوسکو دیکہہ تک ہا — یکتائے زمانہ ہے وہ بیشک
عالم مین نہوئے مثل جسکا — کیونکر نہ جہان ہوا سپہ شیدا
کس جائے نہین ہے اوسکا چرچا — بھرتے ہین دم اوسکا اہل دنیا
وہ میرے بھی دل مین آسمایا — وا ویلا وحسرتا دریغا
دل مست ہے اور چشم ہے تر — اڑتی ہین ہوائیان سی منہ پر
جس شخص کو عشق کا مرض ہے — آرام سے اوسکو کیا غرض ہے
اب بنگئی جان پر ہمارے — اوف اوف ہے زبان پر ہمارے
نظرون مین ہے جب سے وہ یگانہ — بیگانہ سا ہوگیا زمانہ
ہاتہو مین ہے اب قلم گرانبار — مضمون ہے گویا دلکو آزار
یارائے زبان اب کہان ہے — یہان تاب بیان اب کہان ہے
احقر بس اب آگے صبر کیجے — ہر بات کو ہاتھ سے نہ دیجے

یہ ذکر بھی موجب الم ہے
جو کچھ کہو ٹھیک بلکہ کم ہے

غزل

کرتی رہتی ہے اشکباری چشم — جب سے دیکھی ہے بس تمہاری چشم
اشک اس میں بھرے ہی رہتے ہین — چشمۂ آب ہے ہماری چشم
دلمین کیونکر نہ گھر کرے کہ وہ ہے — بھینی بھینی سی پیاری پیاری چشم
بند ہوتی نہیں کسی عنوان — کسکی کرتی ہے انتظاری چشم
خوبرویونکو تم سے ہمچشمی — حسن و خوبی میں سب کی ہاری چشم

ہوگیا قتل عام سا اوس دن
سب غزالوں نے اور نرگس نے
دیکھ ضبط اوسکو ہو نہیں سکتا

تمنے سرمہ سے جو سنواری چشم
دیکھکر تمکو اپنی واری چشم
اب تو کرنے لگی ہے خواری چشم

خوبرویونکو دیکھکر احقر
کرنے لگتی ہے آہ و زاری چشم

غزل

سبحان کے سِرِ نہانی ہو یا عبد القادر جیلانی
حبِ محبوبِ سبحانی ہو یا عبد القادر جیلانی

محبوب خدا نے اپنا کیا لاثانی کا رتبہ تمکو دیا
خود مثل ہوا اور خود ہو ثانی یا عبد القادر جیلانی

اللہ نے بنایا ایسا تمہیں اسنے ہی کیا تم جیسا ہیں
ہر مشکل کی آسانی ہو یا عبد القادر جیلانی

وہ نام خدا نے تمکو دیئے اور ان ناموں سے کام لئے
ہو محی الدین و الدنیا کے یا عبد القادر جیلانی

قطب ربانی آپ ہوئے غوث الصمدانی آپ ہوئے
ولیونکے بانی آپ ہوئے یا عبد القادر جیلانی

پیران پیری ہے تجھ پہ بھلی اور دستگیری بھی خوب بھلی
ہم پہ بھی غلامی خوب پھبی یا عبد القادر جیلانی

سب بات تمہاری زیبا ہی ہر فعل تمہارا اچھا ہے
کیا کیا کہیں تم ہیں کہ کیا کیا ہو یا عبد القادر جیلانی

اے شاہ والا و اکرم جو تمکو کہیں وہ ہی ہے کم
ہر سمجھے میں اپنی سعادت ہم یا عبد القادر جیلانی

رتبہ میں اپنے یکتا ہو ہم کیونکہ کہیں تم کیا کیا ہو
تمکو وہ سمجھے جو تم سا ہو یا عبد القادر جیلانی

تم اپنے غلاموں کی عزت ہو بندونکی اپنے سعادت ہو
منکر کی اپنے شامت ہو یا عبد القادر جیلانی

امواج بحر حقیقت ہو اور رہبر راہ شریعت ہو
درویشی کی شان و شوکت ہو یا عبد القادر جیلانی

اب اپنے بردونکی لیجے خبر ہوتی ہے برائی میں عمر بسر
ہو کر یہ تمہارے جائیں کدھر یا عبد القادر جیلانی

ہے فخر غلامی کا مولا ہمکو ہے بھروسہ یہی بڑا
لیجے لیجے اب تھامو خدا را یا عبد القادر جیلانی

ہے شاکر تمہارا عاشق ہے اس ایک نظر کا شائق ہے
محبوبی نظر جو فائق ہے یا عبد القادر جیلانی

احقر ہے تمہارا حقیر تر پر اسکا بھروسہ ہے پتھر
خوش ہو نہ تمہارا یہ ہوکر یا عبدالقادر جیلانی

رباعی

پیران پیر اور دستگیر دنیا
محبوب ہو سبحان کے تو سب کچھ ہے بجا
غوث و قطب و فرد ہوا و رہو کیا کیا
کیا چیز ہو واہ وا کیا کہنا

دیگر

محبوبی نظر سے ہو نظر ہم پر بھی
میں آپکا دل سے ہوں غلامانِ غلام
مخدوم بھی ہو غوث بھی سرور بھی
خود کہئے کہ میرا ہے غلام احقر بھی

تضمین بر غزل حضرت سیّد وحیدالدین احمد صاحب بیخود دہلوی جانشین حضرت داغ مرحوم سلمہ اللہ تعالےٰ

چشم بہنے کے لئے رہتی ہے تیار جدا
جان لینے کو غرض کرتے ہیں سب وار جدا
درد اُٹھنے کیلئے بیٹھا ہے سو بار جدا
دل ہے مشتاق جدا آنکھ طلبگار جدا
خواہش وصل جدا حسرتِ دیدار جدا

شان رکھتا ہے الٰہی ترا دربار جدا
حال میں اپنے ہر اک رہتا ہے سرشار جدا
واں نہ کچھ یار جدا اور نہ اغیار جدا
کچھ کھڑے جھومتے ہیں طالبِ دیدار جدا
اینڈتے پھرتے ہیں کچھ خلد میں میخوار جدا

ہم ہی کچھ جانتے ہیں اسکی وجہ اور سبب
اپنے کیا میل ہو وہ ہم سے کہاں گھٹتے ہیں اب
کچھ یہ ان بن ہے الگ اور جدائی ہے عجب
زاہدوں سے نہ بنی حشر کے دن بھی یا رب
وہ کھڑے ہیں تری رحمت کے طلبگار جدا

دی ہر ایک چیز ہے جینے کے بہانے کو مجھے ۔ خون ہے پینے کو دیا غم دیا کھانے کو مجھے
جان کیا دی ہے خدا یونہی گنوانے کو مجھے ۔ جی جلانے کو ستانے کو مٹانے کو مجھے
وہ جدا غیر جدا چرخ ستمگار جدا

ہم کو بے کار بناؤ نہ برائے معبود ۔ بات کو سمجھو تو ہر طور برائے مقصود
ٹکڑے کر لو نہ اس اک دل کو نہ سمجھو بے سود ۔ تیغ و خنجر بھی ہیں انداز و ادا بھی موجود
سر کے گاہک ہیں الگ دل کے خریدار جدا

مجھ سے اے حضرتِ زاہد نہ کرو تم کِل کِل ۔ دل کی اک بات سناتا ہے تمہیں یہ بیدل
ہاں مگر چلتا ہے ڈھب سے ہی یہ دل کا مائل ۔ کعبے ہو آتے ہیں دل تک تو رسائی مشکل
سارے رستوں سے ہے یہ منزلِ دشوار جدا

دل پھنسوں کو گل و گلزار بھلا کیا بھاتا ۔ اور افسردہ دلوں کو ہے تماشا کس کا
دلپہ جو سرو نے نرگس نے بنائی کہوں کیا ۔ باغ میں یاد نے انکی مجھے ٹکنے نہ دیا
چٹکیاں لینے لگے پھول جدا خار جدا

مجھ سے پرہیز ہے یا پاس ادا کا اُن کو ۔ خیر جو کچھ ہے مگر عذر ہے اچھا ان کو
بوجھ ہرگز نہ اُٹھانا پڑا بیجا ان کو ۔ ہر قدم پر ہے مری خاک سے کھٹکا ان کو
ہاتھ دامن سے نہ ہوگا دمِ رفتار جدا

حسن سے اپنے کہو ہم سے نہ بگڑو اے یار ۔ مرنا کیا ہمکو سسکنا پڑا چار و ناچار
اچھوں اچھوں سے بڑے لوگوں سے پوچھو سرکار ۔ بجلیاں حضرتِ موسیٰ پہ گریں دو اک بار
شعلۂ شوق جدا شعلۂ دیدار جدا

تم ہو ہر جا ہمیں یک جائی بھی ہو سکتی ہے ۔ ہاں مگر دید ہر اک جائی ہو سکتی ہے
کہنے سے بات پوری ابھی ہو سکتی ہے ۔ ہمسری قال سے کب حال کی ہو سکتی ہے
خانقاہوں سے بنے خانۂ خمار جدا

کہوں کیا منہ میں ہی گویا نہ مری ہاں ہے نہ ہوں
کوئی دیکھو تو ذرا آکے کہ کس حال میں ہوں
بس نہیں اتنا بھی میرا کہ زباں کو کھولوں
دست صیاد میں ہوں خاک گڑوں کیا بولوں
قینچی گردن میں جدا چٹکی میں منقار جدا

آپ جو چاہیں کہیں آپ کی ہے یہ قدرت
اوروں پر رکھتے ہو کیوں اپنی جفا کی علت
دخل دے کون بھلا آئی ہے کسکی شامت
ہو گئے وہ سحر وصل یہ کہکر رخصت
تجھ سے کرتا ہے مجھے چرخ ستمگار جدا

دیکھے ہر طور تماشے دل مائل کے لئے
خوش بھی ہوتے رہے اور رنج بھی کیا کیا نہ سہے
شادی و غم میں سوا اسکے کہیں کے نہ رہے
دل میں الفت بھی رہی رشک کے کانٹے بھی رہے
ان سے سو بار ملے ہم ہوئے سو بار جدا

انکے اک کام میں بھی کام نکلتے ہیں کئی
ہے تماشہ یہ عجب دیکھو یہ ہے سیر نئی
ہاتھ میں انکے ہے عاشق کی بری اور بھلی
قتل کرتے ہی مجھے جلوہ نمائی بھی ہوئی
در پہ ہنگامہ الگ ہے پس دیوار جدا

آہ و فریاد تو عادت ہی ہوئی مائل کی
آپڑی جان پہ یہ بات بڑی مشکل کی
آنا کانی کی بھی عادت ہے ہر اک قاتل کی
سختیاں عشق کی جھیلوں کہ سنوں میں دل کی
کھائے جاتا ہے محبت میں یہ غمخوار جدا

سب حسینان جہاں دیکھ لیں گر یوسف کو
حسن کا اپنے نہ کیونکر ہو اثر یوسف کو
حسن کا سب ہی کہیں شمس و قمر یوسف کو
حال یعقوب کی کیونکر ہو خبر یوسف کو
کوچۂ حسن جدا عشق کا بازار جدا

سارے نبیوں کی ترے در پہ رسائی ہے الگ
اولیا لوگوں کی بھی آج صفائی ہے الگ
سرور انبیا کی آج بن آئی ہے الگ
زاہدوں کی تری رحمت پہ چڑھائی ہی الگ
ٹولیاں باندھ کے پھرتے ہیں گنہگار جدا

اختر ہوشیار ذرا ہاتھ سے دینا نہ شعور
ہر طرف سے نہ کہیں آئے یہ آواز کہ دور

آپ فردوس کے غلمان ہیں جنت کی ہیں حور
وضع کا پاس بھی ہے بیخودِ میخوار ضرور

کاک بوتل کا نہ کیجے سرِ بازار جدا

مثنوی اضطرابِ طبیعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرے گا حمد کیا بندہ خدا کی
یہ قدرت ہی نہیں اسکو عطا کی

وہ خالق اور شہنشہ یہ گدا ہے
یہ عاجز اور بندہ وہ خدا ہے

خیالِ حمد آیا دل میں کب سے
ادب سے اے دلِ ناداں ادب سے

لگا حد سے قدم اپنی بڑھانے
ٹھکانے سے ذرا اپنی ٹھکانے

ٹھکانا ہی ترا جب عاجزی ہے
تو زیبا بیکسوں کو بیکسی ہے

ترا عجز عاجزی کے چارہ کیا ہے
سوائے بیکسی کے یارا کیا ہے

ہے گستاخی خیالِ حمد لانا
مگر حد کو نہ تو نے اپنی جانا

ہر ایک چیز اسکی بس قدرت نما ہے
گواہ بانی کی اپنی ہر بنا ہے

زبانِ حال سے گویا ہے ہر شے
کہ ہاں خالق ہمارا بس وہی ہے

نہیں ہے حمد کا چارہ کسیکو
تری ہے ذات بس زیبا تجھی کو

جو ہو جائے کسی کی آنکھ بینا
تو ہر جائی ترا دیکھے تماشا

تو یکتا ہو کے ہر جائی عیاں ہے
مگر ہم میں وہ بینائی کہاں ہے

یہ یکتائی و ہر جائی عجب ہے
سمجھ لینا ہر ایک کا کام کب ہے

تو ایسا ہے سمجھ والا کہاں کا
کہ ملجائے نشاں اسکی نشاں کا

نعت شریف

محال و غیر ممکن جب ثنا ہے — تو خاموشی نہیں زیبا تو کیا ہے
نہیں ہے حمد مولا کی جو قدرت — تو نعتِ مصطفےٰ کی کب ہے طاقت
خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا — ثنائے مصطفےٰ کا دم نہ بھرنا
کہ وہ محبوب رب العالمیں ہے — وہی تو باعثِ کل آں و ایں ہے
ہے اسکا بس خدا ہی مرتبہ داں — ہے اسکا آپ ہی اللہ ثنا خواں
جو احمد کی ثنا کا دم بھرے گا — تو وہ دعوئے خدائی کا کرے گا
معاذ اللہ معاذ اللہ خدایا — محمد کی ثنا ہے کام تیرا
مگر الفت خدا اس کی عطا ہو — محمد ہی مرے دل میں بسا ہو
خدایا دردِ عشقِ مصطفےٰ ہو — الٰہی الفتِ خیر الوریٰ ہو
الٰہی حشر میں ہو ساتھ اس کا — ہو دستِ مصطفےٰ اور ہاتھ میرا
جدائی کی نہ رہوے دل میں طاقت — دل و جاں نذر ہو حضرت سلامت
زہے قسمت اگر مقبول ہو دل — ہو آساں میری دو عالم کی مشکل
مری مقبول یہ جانِ حزیں ہو — کہ تم تو رحمت للعالمیں ہو
جو عمرِ جاوداں پاؤں خضر ساں — کروں تیرے سے قرباں ایسی سو جاں
تمہارا وصل ہر دم مدعا ہو — جدائی کا نہ غم دل سے جدا ہو
کہیں جب نعت کا دیکھا نہ چارہ — نہیں مقصد و ہر کا پایا گزارہ
تو یوں سمجھے محمد شانِ رب ہے — یہاں بھی بسکہ خاموشی ادب ہے
سنو اب عشق کی باتیں کرو میں — کہاں تک الفت میں گھٹ گھٹ کے مروں میں
نہیں کچھ شاعری سے مجھ مطلب — غبارِ دل نکالوں بھی کسی ڈھب
عجائب چیز ہے یہ عشق (؟) — بظاہر میں ہو گو عشقِ مجازی

مجازی ہے وہی گر یکسوئی ہے   مجازی کا جدا کرنا دوئی ہے
ہے محبوب حقیقی بسکہ محبوب   ہر اک مطلب کے طالب کا ہے مطلوب
ضمیر اُسکی طرف پھرتی ہے سب کی   مثالی شکل ہے سب اپنے رب کی
ہر اک شے کی وہی تو ابتدا ہے   وہی ہر ابتدا کی انتہا ہے

مثال

ہے اک ذکر ایک ذاکر ایک مذکور   ہوئیں یہ تین شے ظاہر میں مشہور
حقیقت میں ہے کچھ ذاکر نہ کچھ ذکر   سمجھ لیوے اگر معقول ہو فکر
نتیجہ ذکر ذاکر کا ہے مذکور   نتیجہ ہے ہر اک شے کا ہی منظور
نہ باقی ذکر رہتا ہے نہ ذاکر   فقط مذکور ہی مذکور ہے پھر

مثال دوم

ہے عاشق اور معشوق اور بھی عشق   مگر دیکھو تو ہے بس عشق ہی عشق
کبھی سو دل سے عاشق مبتلا ہے   کبھی معشوق عاشق پر فدا ہے
غرض دونوں میں ہے جلوہ نما عشق   وجود مطلق ان دونوں کا تھا عشق
ہر اک شے میں جھلک اُسکی عیاں ہے   بیاں ہر شے وہ معنی بیاں ہے
وہ کس سے اور کیا اُس سے جدا ہے   نہو گر غور تو اپنی خطا ہے
نہ سمجھے کوئی تو وہ ہی نہ سمجھا   مگر ہے اصل یہ ہی ہر اک جا
ہر اک خوبی گواہی دے رہی ہے   خدائی کی دوہائی دے رہی ہے
مسلم اُسکی ہر جائی ہے ہر جا   وہ ہر جائی ہے اور بیمثل و یکتا
وہ یکتا گرچہ نظروں میں سمائے   تو وحدت کا مزا کثرت میں آئے
کرے تعریف گر کوئی کسی کی   کوئی سمجھے نہ سمجھے ہے اُسی کی
کوئی سمجھا کرے اچھا کسی کو   مگر زیبا جسے سب ہے اُسی کو

رنگ دوم

جو دل سے پوچھتا ہوں تجھکو کیا ہے   تو کہتا ہے مرا دلبر جدا ہے
بلائے مبرم و قہر الٰہی   جدائی ہے جدائی ہے جدائی

جدا ہے مجھ سے میری تاب و طاقت
قرار و ہوش عقل و صبر و راحت

جدا کانوں سے ہے میری سماعت
جدا آنکھوں سے ہے میری بصارت

جدا ہے نطق اب زباں کی بس میں ہرگز
نہیں ملتی ہیں لب آپس میں ہرگز

جدا گویائی سے اپنی زباں ہے
مقاصد سے الگ اپنا بیاں ہے

جو کہتا ہوں غرض اُس سے جدا ہے
جو سنتا ہوں سمجھ اُسکے سوا ہے

الگ چلتی ہے اپنی چال ڈھب سے
خیال اپنا جدا رہتا ہے سب سے

الگ مطلب ہے اپنا التجا سے
جدا اپنی غرض ہے مدعا سے

جدا ہے عقل سے تدبیر میری
الگ تدبیر سے تقدیر میری

غرض کچھ ہے میری تحریر کچھ ہے
مرے دل میں ہے کچھ تقریر کچھ ہے

خطا کرنے لگے اوسان میرے
جدائی واہ واہ قربان تیرے

شفا سے درد ہی اپنا جدا ہے
مرض سے دور دور اپنی شفا ہے

سماعت سے جدا اپنی سمجھ ہے
علاوہ ہی سمجھ سے اپنی دھج ہے

سمجھنے سے علاوہ گفتگو ہے
علاوہ گفتگو سے آرزو ہے

جدا ہے مہربانی مہرباں سے
الگ ہے راز اپنا رازداں سے

دعا تاثیر سے میری جدا ہے
اثر سے دور اب میری دعا ہے

الگ ہے پند گو سے رہنمائی
جدا ہے آشنا سے آشنائی

ترحم سے مرا دشمن جدا ہے
جدا اب دوست سے بوئے وفا ہے

یہاں پرواہ نہیں ہے پاس دل کے
تنا ہی نہیں چلتی ہے مل کے

میری خواہش طبیعت سے پرے ہے
غرض یہاں ہاتھ کانوں پر دھرے ہے

عجب تاثیر فرقت کی نئی ہے
ہر اک شے دور ہی سے مجرئی ہے

کسیکا کوئی ساتھی ہو بھلا کیا
جدا دلدار ہی جب ہوئے اُسکا

جدائی نے غرض جاں پر بنائی
دوہائی ہے دوہائی ہے دوہائی

رنگ سوم

جدائی عشق نے ہمکو دکھائی
نہوتا یہ تو کیوں ہوتی جدائی

نہوتا عشق گر دل میں کسیکا
تڑپنے سے ہمیں کیا فائدہ تھا

نہوتا یہ تو کیوں ناچار ہوتے
نہوتا یہ تو کیوں ہم خوار ہوتے

نہوتا یہ نہ ہوتی آہ وزاری
نہوتا یہ نہ ہوئی بیقراری

نہ گرچہ عشق کا آزار ہوتا
تو کیوں رسوا سر بازار ہوتا

کسیکا دل اگر شیدا نہ ہوتا
تو مشکل پھر ہمیں جینا نہوتا

کسی کی جستجو دل کو نہ ہوتی
کسی کی آرزو دل کو نہ ہوتی

نہ ہوتا یہ تو رسوائی نہ ہوتی
نہ ہوتا یہ تو کیوں سُنتے کسی کی

نہ ہوتا یہ تو کیوں ہم جان کھوتے
نہ ہوتا یہ تو کیوں دن رات روتے

نہ آتش اس کی گر سینہ جلاتی
تو آہِ سرد کیوں ہمکو ستاتی

نہ ہوتا یہ تو کیوں لب خشک رہتی
نہ یوں اس چشم تر سے اشک بہتی

نہ آگر یہ اگر دل کو دکھائے
تو کیوں ہو لب پہ میری ہائے ہائے

کسی کے درد گر دل میں نہوئے
تو کیوں رو رو کے اپنی جان کھوئے

نہ ہوتا یہ تو یہ حیرت نہ ہوتی
نہ ہوتا یہ تو کچھ حسرت نہ ہوتی

نہ ہوتا یہ کسی کا دم نہ بھرتے
نہ بھولے سے کسی کو یاد کرتے

نہ ہوتا یہ نہ ہوتی جگ ہنسائی
نہ ہوتا یہ نہوتی بے حیائی

نہ ہوتا یہ تو پھر فریاد سے کیا
غرض ہمکو کسی کی یاد سے کیا

غرضکہ رنگتیں ان کی عیاں ہیں
عجائب آپ کی نیرنگیاں ہیں

رنگ چہارم

کہیں عاشق کہیں محبوب ہے یہ
کہیں طالب کہیں مطلوب ہے یہ

کہیں اغیار بنجاتا ہے یہ ہی
کسی کا یار بنجاتا ہے یہی

کہیں جانباز سوز و ساز ہے یہ | کہیں ناز و ادا انداز ہے یہ
کبھی عاشق یہ بنکر جاں گنوائے | کہیں معشوق بنکر دل دکھلائے
کبھی ظاہر ہو بنکر مہ جبیں یہ | چھپی شرم و حیا ہو کر کہیں یہ
کہیں ہے اضطراب و بیقراری | کہیں ہے انتظار و آہ و زاری
کہیں بیتاب ہو کر غل مچائے | کہیں صبر و تحمل تاب بنجائے
کہیں ہے یاس مایوسی و حسرت | کہیں چستی و چالاکی و جرأت
کہیں مہر و وفا رحم و کرم ہے | کہیں جور و جفا ظلم و ستم ہے
کہیں رنج و غم درد نہانی | کہیں عیش و خوشی و شادمانی
کہیں زردی رخ خشکی لب ہے | کسی چہرہ پہ یہ سرخی غضب ہے
کہیں ہے بیکسی و نامرادی | کہیں مقصود آبادی و شادی
تمنا ہے کہیں یہ التجا ہے | کہیں عجب و تکبر اور غنا ہے
کہیں ہے عاجزی اور انکساری | کہیں مغرور ہے اور قہر باری
مسرت ہے کہیں عشرت کدہ ہے | مصیبت ہے کہیں ماتم سرا ہے
کسی کے سر پہ یہ زلف دوتا ہے | کسی کے واسطے زنجیر پا ہے
کسی کی آنکھ میں یہ سرمہ بنجائے | کسی کی جان پر فتنہ اٹھائے
کہیں سرمست اور سرشار ہے یہ | بھلا چنگا کہیں ہشیار ہے یہ
کہیں رکھتا ہے عاشق نام اپنا | کہیں بنتا ہے یہ پیغام اپنا
کسیکا رنگ رخ چمکا رہا ہے | نری صبح کہیں دکھلا رہا ہے
ہوا بنکر کہیں زلفیں ہلائے | کسی کو یہ پریشانی دکھلائے
کسی کا خون جاں ہو کر رواں ہو | کسی کے لب پہ یہ ہی رنگ پاں ہو
کسی کو مطمئن کرکے بٹھائے | کسی کو کوہ اور صحرا جھکائے

کہیں یہ رشک بنکر دلمیں لگ ئے
کہیں یہ دوست کو دشمن بنائے

عدو یہ ہی ہے یہ ہی ہے عداوت
یہی الفت ہے یہ ہی ہے محبت

کہیں غیظ و غضب اور پر جفا ہے
کہیں یہ صبر و تسلیم و رضا ہے

کہیں یہ حسن با ناز و ادا ہے
کہیں والا و شیدا مبتلا ہے

یہ بنکر خوب روبی مثل دیکھتا
ہوا کرتا ہے اپنا آپ شیدا

کہیں فریاد بنجاتا ہے یہ ہی
کہیں بیداد بنجاتا ہے یہ ہی

کہیں مقصود حاصل اور شادی
کہیں بیحاصلی و نامرادی

کہیں یہ بنکے نالہ شور اوٹھائے
کہیں شکونکی یہ ندی بہائے

کبھی ہو پاس ہردم بنکے وصلت
کبھی غایب ہو برسوں بنکے فرقت

کہیں مجنوں بنی لیلی کہیں یہ
کہیں محمل کہیں محمل نشیں یہ

کبھی رکھتا ہے اپنا نام مجنوں
کبھی کہتا ہے یہ لیلی میں ہی ہوں

کبھی رسوا کرے یہ بنکے شہرت
کہیں پردہ میں بیٹھی بنکے عزت

کہیں ہمدرد بنجائے کسی کا
کہیں کرتا ہے بنکے غیر رسوا

کہیں فرہاد بنکر سر کٹائے
کہیں شیریں بنے اور منہ چھپائے

غلاموں سے کرائے کامرانی
کرائے بادشاہوں سے غلامی

انا الحق آپ کہوائے کسی سے
بن آیا دار بنجانا اسی سے

کہیں کہوا رہا ہے رب ارنی
کہیں سنوا رہا ہے لن ترانی

کسیکو دار پر یہ کھینچتا ہے
کسیکو سیر کرنے بھیجتا ہے

کہیں ہمراز بنکر بھید لیوے
کبھی نامحرمی سے رخ نہ دیوے

دکھاتا ہے غرض یہ رنگ کیا کیا
تماشائی ہے خود اور خود تماشا

کہیں وامق کہیں فرہاد و خسرو
کہیں شیریں ہے یہ لیلی کہیں ہو

رنگ پنجم

بدلتا نام آیا ہے سلف سے ... ہیں ہر جا رنگ اسکی مختلف سے
کہیں غم اور کہیں غمخوار ہے یہ ... بڑا ہی کار خود ہشیار ہے یہ
بہلی لگتی ہے اسکی سب کہانی ... نہ بہائی ایک پر فرقت دکہائی
غم و اندوہ دیتا جان لیتا ... ندیتا پر غم فرقت ندیتا
ذرا آؤ کہیں جلدی سے آؤ ... چہڑاؤ درد فرقت سے چہڑاؤ
خدارا پھر ذرا صورت دکہاؤ ... ذرا عاشق کو اپنے دیکھہ جاؤ
ترا جانباز اب تو جاں بلب ہے ... اگر آؤ نہ اب بھی تو غضب ہے
دل و جاں سے ہیں ہم قرباں تمہارے ... ذرا صورت دکہا جاؤ پیارے
نہ آئے تم تو جاں سے جائینگے ہم ... جو آؤ جاں دوبارہ پائیں گے ہم
بنایا تہا تمہیں آنکھوں کا تارہ ... سوا جاں سے تمہیں سمجہا پیارہ
مرے دلکی تو تم آرام جاں ہو ... مری پیاری مری جاں اب کہاں ہو
مری آنکہونکو کیوں ترسا کہا ہے ... مری دلبر تمہیں کیا ہو گیا ہے
تمہاری یاد سے دل شاد تو ہے ... مگر آنکہونکا قصہ گو مگو ہے
میری نظروں سے تم غائب ہو گویا ... میری آنکہوں میں ہے اندہیر دنیا
تری بن کچہہ نظر آتا نہیں ہے ... نظر آئے تو وہ بہاتا نہیں ہے
تمہاری بن ہے سب کچہہ دلکو آزار ... مگر جیتے ہیں تم بن چار و ناچار
مری جاں گر چہ میرے ہاتھہ ہوتے ... جہاں تم تہے تمہارے ساتہہ ہوتے
اسے تم سے زیادہ ہے محبت ... نہیں تم سے زیادہ تن کی الفت
مگر یہ قول کی باندی کرے کیا ... نکل جانیکو آندہی ہی کرے کیا
مگر قرباں ہے تم پر تم جہاں ہو ... مری جاں تم مری جانکی بہی جاں ہو
کہیں کیا حال دل تم سے ہم اپنا ... ذرا خود آنکر دیکہو تڑپنا

ہمارا دل تمہارا ہے طلبگار — تمہارے بن یہ جینے سے ہے بیزار

تمہارے بن اسے عالم سے نفرت — تمہارے نام سے ہے اسکو رغبت

تمہارے بن اسے مشکل ہے جینا — ہے زہر مار اسکو کھانا پینا

تمہارا غم یہ کہا کر جی رہا ہے — یہ اپنا آپ ہی خوں پی رہا ہے

ستاتی ہے غم دوری تمہاری — رولاتی ہے یہ مہجوری تمہاری

نہیں آنکھوں میں اب رونیکی طاقت — نہیں دلمیں غم و فرقت کی وسعت

ہوے ہیں خشک آنسو چشم تر کے — کہ رہجاتی ہے ابتو آہ بھر کے

نہیں کچھ رحم تمکو مجھپر آتا — کہیں کیا میں نہیں بندہ خدا کا

کرو جور و ستم ظلم و جفا تم — مگر آؤ کہیں بہر خدا تم

جفا و ظلم بہتر ہے تمہارا — کرو جور و ستم اگر خدا را

تمہاری گالیوں سے کچھ نہیں عار — پیاری یاد ہے تیری ہمیں پیار

نہیں کچھ عیب لگ سکتا ہے ہمکو — برا کہنا بھلا لگتا ہے ہمکو

تمہارے عشق میں حالت دگر ہے — لگے گر عیب تو اپنا ہنر ہے

یہاں رسوائی سے ڈرنا ہے خامی — ہے بدنامی ہماری نیکنامی

غرض جو ہو سو ہو اس جاں بلب پر — تمہارا شوق بس غالب ہے سب پر

نہیں فرقت تمہاری اب گوارہ — مرا جاتا ہے یہ فرقت کا مارا

تمہیں خوف خدا آتا نہیں ہے — تمہارے حق میں یہ اچھا نہیں ہے

چلی آتی ہے غش پر غش غضب ہے — خبر لیتی نہیں میری عجب ہے

ذرا سینہ سے لگ جاؤ پیارے — لبو نپر دم ہے عاشق کا تمہارے

تمہاری لب لب جاں بخش ہیں ہاں — لبو نسے میری ملجاؤ میری جاں

یقیں ہے جان تازہ پاؤ نگا میں — نہ آئے تم تو جانسے جاؤ نگا میں

رنگ ششم

لبوں پر منتظر جاں ہے ہماری — کہاں کرتی ہے دیکھو انتظاری
نکرنا اب کہیں حیلے بہانے — پڑی رہ یہ کہاں تک بے ٹھکانے
اجی آؤ کہیں جلدی سے آؤ — اسے آکر ٹھکانے سے لگاؤ
اودھر کی ہے نہ یہ ہی ہے ادھر کی — نہ آئے تم تو یہ ہوگی کدھر کی
ہمارے حال پر تم مہرباں تھے — بھلا نا مہرباں ایسے کہاں تھے
تمہیں بھی چین کب تھا بن ہمارے — برے کیوں آگئے اب دن ہمارے
کبھی تھی ختم تم پر قدردانی — کیا بے قدر کیوں اب ہمکو جانی
کیا کس نے تمہیں بیرحم ایسا — خدا کیواسطے میں نے کیا کیا
ہوے کیوں سخت سنگیں دل تم ایسے — پڑیں پتھر مری قسمت پہ ہے ہے
میری فرقت تمہیں تھی کب گوارہ — مجھے اپنا سمجھتے تھے پیارہ
پڑا پھرتا ہوں اب میں مارا مارا — مرا گردش میں آیا ہے ستارہ
وہی میں ہوں جو کل دلمیں بسا تھا — جسے چھوڑا تڑپتا آج تنہا
تمہیں بھی شاق تھی میری جدائی — جدا کس نے کیا تمکو الٰہی
تھی ناخوش میری خشکی دہاں سے — کیا کرتی تھی تر اپنی زباں سے
میری ہر درد کی تم تو دوا تھے — تمہیں آرام و صحت اور شفا تھے
جو خوف ہجر سے منہ زرد پاتے — تو اپنے وصل کا مژدہ سناتے
کبھی جو دیکھتے رونا ہمارا — ہنسلاتے وصل کا دیکر سہارا
ہم آہ سرد بھر بھر کے جو روتے — تو ہمدردی سے تم بھی گرم ہوتے
کبھی وہ گرم جوشی تھی تمہاری — ہوئی ہے سرد مہری اب یہ تاری
بھلا ایسے جدا ہم تم کہاں تھے — کبھی قالب تھے دو اور ایک جاں تھے
بری کہتا کوئی گر میری ملت — تو اوسکی شکل سے تھی تمکو نفرت

رنگ ہشتم

مرے آگے تمہیں کس سے تھی رغبت — تھی میرے واسطے عالم سے نفرت

جدا میرے سے ہوئے تم اک جہاں سے — جو تھی الفت تو تھی مجھ خستہ جاں سے

اور اب تم ہو جہاں ہے میں جدا ہوں — بھلا سارا جہاں ہے میں برا ہوں

جہاں اغیار تھا اور یار تھا میں — تمہیں ہر وقت میں درکار تھا میں

اور اب سب یار ہیں اغیار میں ہوں — جہاں ناکارہ ہے بیکار میں ہوں

یہ الفت کا ہمیں بدلا ملا ہے — ہماری جاں نثاری کا صلہ ہے

کوئی یوں جاں فدا تم پر کرے گا — مصیبت دیکھے دل تمکو بھرے گا

کرے گر اس طرح کوئی غلامی — تو ہوں میں دونوں ہاتوں سے سلامی

کوئی یوں چھوڑ کر اپنا بیگانہ — تمہیں ہی سمجھے گا اپنا یگانہ

کسی کو اپنی جاں دو بھر نہیں ہے — ہتیلی پر کسی کا سر نہیں ہے

زبانی سب تمہارے یار ہیں یار — مگر جاں کا فدا کرنا ہے دشوار

ذرا انصاف سے دیکھو تو آکر — جدائی نے بنائی کس کی جاں پر

ستاتی ہے کسے فرقت تمہاری — ہے کسکو دن غضب اور رات بھاری

کھنڈی زردی سی ہے رنگت پہ کسکی — ہے چھائی مردنی صورت پہ کسکی

خبر تو کون جاں سے بے خبر ہے — ذرا دیکھو تو کس کی چشم تر ہے

ہے ظاہر کس کے چہرہ سے اداسی — عیاں کسکے ہے منہ پر بدحواسی

ہوا نایاب کسکو چین و آرام — شروع نالہ ہے کسکا سرِ شام

تمہارے کون غم میں ہے گرفتار — تمہارے بن کسے جینا ہے دشوار

ہے کسکو زندگی آزار اپنی — ہے کسکو موت اب درکار اپنی

تڑپتا کون پھرتا ہے شب و روز — ہوا ہے کسکا دم آہ جگر سوز

زباں کسکی نہیں تالو سے لگتی — نہیں بس آنکھ اک دم کو جھپکتی

کبھی دنکو ہے اک غفلت سی تاری ۔ کبھی ہے رات بھر اختر شماری
ہوئی جاں کس کی آدھی بن تمہارے ۔ گھلی جاتی ہے ساری غم کے مارے
زمانہ کسکو عاشق کہہ رہا ہے ۔ جہانکے کون طعنے سہہ رہا ہے
لگے سب کس کو دیوانہ بنانے ۔ لگے اب کسکو سودائی بتانے
ہیں کسپہ طعنہ زن اپنے پرائے ۔ کسیکی کون دیکھیں تو اوٹھائے
یہ کس کی لب پہ فریاد و فغاں ہے ۔ غم فرقت سے کسکی لب پہ جاں ہے
جہاں سن سن کے میری آہ و فریاد ۔ تمہیں کہتا ہے ہراک آفریں باد
برنگ شمع
برے سمجھے گئے جن کے لئے ہم ۔ وہی پھرتے ہیں دیکھو شاد و خرم
دل و جاں سے تھی تمکو جنکی رغبت ۔ اونہیں کو ہے برابر ہجر و وصلت
کوئی واں نام بھی لیتا نہیں ہے ۔ تمہاری کچھ اونہیں پروا نہیں ہے
مگر وہ سچ ہی جو تمکو ٹھنی ہے ۔ بنی ہے جان پر جسکی بنی ہے
ہمارے حال پر ہوتی تمہیں غور ۔ تو دل میں کیوں سماجاتا کوئی اور
نہوتی دل میں پھر گنجایش غیر ۔ نہ دکھلاتے عدو کو تم میری سیر
مریجاں مجھسے ہے شہرت تمہاری ۔ نہ سمجھو گر تو ہے غفلت تمہاری
کریگا جاں فدا تمپر کوئی یوں ۔ کسی سے تو ذرا کہوا دو ہاں ہوں
کوئی کیوں اپنا دل ہاتھوں سے کھوئے ۔ کوئی کیوں اپنی جاں سے ہاتھ دھوئے
مگر یہ ہو گئی ہے سب کہانی ۔ ہماری قدر کچھ تم نے نہ مانی
نہ غیروں کی سی بھی ہمسے نباہی ۔ یہ ہے طالع کی اپنے نارسائی
میری امید کی ٹوٹی کمر آج ۔ زیادہ ہو گیا درد جگر آج
مجھے مایوس تمنے کر دیا ہے ۔ میرے ارماں نکلنے بھی نہ پائے
کیا نظروں میں غیروں کی مجھے خوار ۔ ہوئے خاطر سے اونکی مجھسے بیزار

ہمیں امید بس باقی کہاں ہے ۔ کہ اب درپے ہمارا آسماں ہے
نہ اپنے پاس ہائے زور و زر ہے ۔ محبت ہے تو وہ بھی بے اثر ہے
مرا بیفائدہ درد جگر ہے ۔ ہماری آہ نخل بے ثمر ہے
ہے بے حاصل فغان و نالۂ زار ۔ نہیں ہمکو موافق اور سزاوار
نہیں تاثیر گریہ میں ہماری ۔ غرض کیونکر ہو گھر دلمیں تمہارے
حقیقت میں یہ سب کچھ بے اثر ہے ۔ تمہارا یا کہ پتھر کا جگر ہے
غرض ہر طور محرومی ہے اپنی ۔ یہ سب تقدیر کی شومی ہے اپنی
تمہارا کاش کے دل نرم ہوتا ۔ تو میں فریاد میں سرگرم ہوتا
مگر جھپکی سلے گی واد اکدن ۔ کریگی کچھ اثر فریاد اکدن
گواہی اتنا دیتا ہے مرا دل ۔ تمہیں بھی چین ہے اک امر مشکل
نہیں اچھا ستانا ہے کسیکا ۔ برا دل کا دکھانا ہے کسیکا
زمانہ ایکساں رہتا نہیں ہے ۔ اک عالم پر جہاں رہتا نہیں ہے
کبھی کیدن بڑے راتیں کبھی کی ۔ نہ پیش آئیں کبھی باتیں کبھی کی
خدا کا خوف بندہ کو ہے لازم ۔ برا ہے بیوفائی کا برا لم
خدا سے خیر مانگو مت ستاؤ ۔ چلو بس دل جلو نکو مت جلاؤ
نہیں اچھا وفا سے دم چرانا ۔ خدا کو ایک دن ہے منہ دکھانا
مرا جینا تو ہاں ممکن نہوگا ۔ تمہیں بھی چین میرے بن نہوگا
خدا منصف ہے اور تم ہو جفاکار ۔ ہو تم بیرحم اور اللہ مددگار
تمہیں جب قدر ہوگی میری پوری ۔ کہ کوڑی کو بھی پوچھے گا نہ کوئی
نہوگا جب سہارہ میرے دم کا ۔ تو خم نکلیگا زلف خم بخم کا
بدلجائیگی کہتا ہوں قسم سے ۔ بندھی ہے یہ ہوا جو میرے دم سے

نگینہ دوم

یہ چہرہ بھولا بھولا سا جو اب ہے — کوئی گر اسکو دیکھے تو عجب ہے
گڑھے ہو جائینگے چہرہ پہ بیشک — کنول سے اب جو ہیں یہ داغ چیچک
ادا ہو جائینگی ساری ادائیں — بلائے جان ہو جائیں جفائیں
سمجھکر ناز کو نخرہ تمہارے — نہ دیکھی اک نظر کوئی پیارے
یہ دل بستہ جو ہے بالونکا گھونگر — دم اولجھے گا جو دیکھی اسکو دم بھر
کبھی جو بال چہرہ پر بکھر جائیں — تو سب بیہودہ و کاہل بتائیں
بنو سنوری کبھی جو آ رہی ہو — تو کہویں لوگ کیوں اترا رہی ہو
تمہاری ناز اور غمزے کی عادت — عبث کر دیگی بس منہ منہ کے خلقت
غضب میں جان آجائے تمہاری — یقیں ہے یاد پھر آئے تمہاری
کروگے یاد پھر ہمکو پیارے — پیارے میری جاں قرباں تمہارے
جو اپنی قدر تم دنیا میں چاہو — تو میری خیر تم ہر دم مناؤ
ہے در معشوق کی عاشق کے دم سے — ہے نام عشق عاشق کے قدم سے
ہوئی مشہور مجنوں سے ہی لیلیٰ — سمجھتا کون لیلیٰ کو اکیلا
ملے ہے شمع محبوبوں میں کیونکر — کیا مشہور پروانہ نے جلکر
تڑپتی عشق میں گر یوں نہ بلبل — تو کہلاتا نہ معشوقوں میں پھر گل
ہوا آہن سے مقناطیس مشہور — زباں زد ہو گیا نزدیک اور دور
جو چاہی شان محبوبی نے شہرت — تو دی انسان کو اپنی محبت
کسی انسان کا غل کرنا جو چاہا — تو پھر محبوب اُسے اپنا بنایا
ہے عاشق سے ہی بس عزت جہانتک — تمہیں اب کوئی سمجھائے کہانتک
تمہاری قدر ہے مجھسے اسی طور — نہ ہو باور تو جا دیکھو کہیں اور
نہ میرا دل جو دم بھرتا تمہارا — تو کیوں میں منہ لگا کرتا تمہارا

نہیں اب جان میں ہی جان ہے ہے | خطا ہونے لگا اوسان ہے ہے

دوازدہم

مجھے کیا ہو گیا یارب خدایا | مرے دم پر ہوا کیوں حشر برپا

کہاں میں اور کہاں یہ آہ وزاری | کہاں میں اور کہاں یہ بیقراری

کہاں میں اور کہاں رنج و غم و درد | فغان و نالہ و گریہ دم سرد

کہاں میں اور کہاں درد جگر ہائے | بنی کسدن تھی میری جان پر ہائے

میں واقف بھی نہ تھا رنج والم سے | چلا کرتا تھا بچکر درد و غم سے

ہمیشہ کام تھا عیش و خوشی سے | ہوا کرتی تھی وحشت خاموشی سے

بہر صورت ہمیشہ شاد رہتے | ہنسی آتی تھی رونے پر کسی کے

کسی کے ہجر کا ماتم ہوا اور میں | خدا کی شان ہے یہ غم ہوا اور میں

کسی کی التجا ہو اور میں واہ | خوشامد اور میں الله الله

اور اوس پر ماجرہ طرفہ یہ ہے اور | ہمارے حال پر تمکو نہیں غور

خدا عاشق کرے تمکو کسی کا | مزا آئے تمہیں بھی بیکسی کا

مرے بدلے تمہارا دل کہیں آئے | اور اب مجھکو خدا تم سے بچائے

رنگ سیزدہم

خدایا کر عطا اپنی محبت | سوا تیرے ہر اک صورت سے نفرت

ترا ہی عشق بس دل میں بسا ہو | نہ اک دم کو مرے دم سے جدا ہو

شراب شوق کا جرعہ پلادے | وہ جرعہ دین و دنیا کو بھلادے

ہو مخموری گئی الفت کی ہر دم | وہ مخموری نہ ہو ہرگز کبھی کم

پھروں دیوانہ سا الفت میں تیری | چڑھی رہوے محبت کی گھمیری

مجھے مجنوں بنائے تیری الفت | مری لیلے بنی تیری محبت

میں ہوں فرہاد تیرا عشق شیریں | خدا آمین آمین ثم آمین

تمہارے عشق کا پاکر سہارا | پھرے سر ٹھوکریں کہا ہمارا

بغل پر درد ہو اور چشم پرنم ۔ جراحت زخم کی لینے نہ دے دم
نہ پائے کل دل شیدا نہ پلائے ۔ جو چین آئے تری الفت میں آئے
گریباں چاک ہو وحشت میں تیری ۔ یہ چہرہ زرد ہو الفت میں تیری
دم سرد اپنا ہو ہر دم الٰہی ۔ ہو نور عشق کی لب پر دہائی
رہوں بیکل تیری الفت میں مولا ۔ نہ آئے چین بن تیرے کسی جا
مجازی کو حقیقی سے بدل دے ۔ الٰہی اب دل بیکل کو کل دے
ترا ہی عشق بس آرام جاں ہو ۔ ترا ہی نام بس ورد زباں ہو
الٰہی مجھکو دیوانہ بنا دے ۔ مجھے جام مئے الفت پلا دے
نہووے اوس کی بیہوشی کبھی کم ۔ جو ہوں ہوشیار تو تیرا ہی ہر دم
تیرے ہی عشق کا دل پر نشاں ہو ۔ تری الفت میں جاں تن سے رواں ہو
ترا عشق ایسا نظروں میں سمائے ۔ سوا تیرے نظر پھر کچھ نہ آئے
صدائے عشق سے یہ کان بھر جائیں ۔ کہ اور آواز پھر سننے نہ پائیں
تری الفت میں ایسا مبتلا ہوں ۔ کہ ہر اک کام سے بیدست و پا ہوں
نہووے کچھ غرض اہل جہاں سے ۔ زمین سے آسماں سے لامکاں سے
خوشی جنت کی نے دوزخ کا غم ہو ۔ ہمارے حامی بس بیت الصنم ہو
ہوا کرتی ہے جو عاشق کی نوبت ۔ محبت میں جو کچھ ہوتی ہے حالت
تری الفت میں یا اللہ میرے ۔ وہی احقر کہ ہو قربان تیرے
زباں میری ہو اور ہو نام تیرا ۔ یونہی ہو خاتمہ بالخیر میرا

عطا ہو پیروی دین اللہ
مسلمانوں کہو آمین اللہ

تضمین بر غزل اعلیحضرت جناب مولانا احمد رضا خانصاحب مدظلہ العالی

عالم نے تیری ذات سے پایا کیا کیا	مانگنے والا ہو تجھسے کوئی اچھا کہ برا
دروازے سے محروم نہ پھر کر آیا	واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

کیا بندہ نوازی ہوئی تجھ پہ شایاں	میزبانی بھی وہ موزوں ہے کہ تیرے قربان
ند کے گھر سے تجھے کیا کیا ساماں	آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں

صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

ں عالم میں ہے پھیلا ہوا تیرا سایہ	تیرے الطاف سے محروم نہیں کوئی جا
زالطف کا لیتا ہے ہر ایک گھر بیٹھا	فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا

آپ پیاسوں کی تجسس میں ہے دریا تیرا

دنیا تیری اس شان کو کیا پہچانیں	گر گر اکھائیں یہ جتنا بھی گر اسکو چھانیں
لق سے آگے ہیں تیری سب شانیں	فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تجھ سا کوئی ایسا ہوا اللہ کے قریب	قاب قوسین سے او ادنیٰ ہو کسکو نصیب
لوائے اکثر سے تیرا قرب عجیب	میں تو مالک ہی کہونگا کہ ہو مالک کے حبیب

کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ہو ہے ظاہر و باطن میں تیرا پورا مطیع	خوبیاں پائی ہیں جتنے کہ تیرے در سے جمیع
ے دربار سے رہتے ہیں ملے جسکو رفیع	تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اسکو شفیع

جو پسرِ غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

دنیا کو وطن جاننا نادانی ہے ہر چیز کو ہی آنی جانی ہے
آپے سے نہ باہر کہیں ہونا احقر باقی ہیں ہمیں اور یہ سب فانی ہیں

دیگر

کیا حمد ہے اور مدح سرائی کیسی ایک بات مگر اپنی بن آئی کیسی
احقر کی سعادت ہے یہ اتنا کہنا دفتر بھی یہاں کم ہیں رباعی کیسی

تمت

کتبہ نصیر الدین شیر کوٹی تلمیذ محمد عبد الرحمن خان صاحب امروہی